تیری رحمتوں پہ ہے منحصر میرے عمل کی قبولیت
نہ مجھے سلیقۂ التجا نہ مجھے شعورِ نماز ہے　　اقبالؒ

# قابلیّت اور مقبولیّت

12-2017

آج دُنیا میں قابلیت کیلئے سب کچھ داؤ پر لگایا جارہا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قابلیت نہیں قبولیت کا سکہ چلتا ہے۔ قبولیت کیسے حاصل ہوتی ہے؟ اسلامی تاریخ سے مقبولین کے راہنما واقعات پر مشتمل ایک ایسی کتاب جو ہمیں قابلیت سے زیادہ مقبولیت کی فکر دامن گیر کرتی ہے۔ قابلیت اور قبولیت میں فرق سمجھنے میں ایک معین کتاب


ازافادات
حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ
شیخ الاسلام فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم
ودیگر اکابرین

تقریظ
مولانا مفتی عنایت الکریم صاحب مدظلہ
اُستاذ الحدیث جامعہ دارالعلوم رحیمیہ ملتان

جمع و ترتیب
محمد اسحٰق ملتانی
مدیر ماہنامہ "محاسن اسلام" ملتان



اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(0322-6180738, 061-4519240

# قابلیّت اور مقبولیّت


تاریخ اشاعت .................. ربیع الاوّل ۱۴۳۹ھ

ناشر ............................ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت ................ شاہکار پرنٹنگ پریس، ملتان



## انتباہ

اس کتاب کی کاپی رائٹ کے جملہ حقوق محفوظ ہیں


قانونی مشیر

**محمد اکبر ساجد**

(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ ملتان)

## قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ


ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ ..... چوک فوارہ ..... ملتان

مکتبہ سید احمد شہید ..... اردو بازار ..... لاہور

دارالاشاعت ..... اُردو بازار ..... کراچی

مکتبہ ملیہ ..... اکوڑہ خٹک ..... پشاور

مکتبہ رشیدیہ ..... سرکی روڈ ..... کوئٹہ

اسلامی کتاب گھر ..... خیابان سرسید ..... راولپنڈی

مکتبہ دارالاخلاص ..... قصہ خوانی بازار ..... پشاور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K
(ISLAMIC BOOKS CENTERE

119-121- HALLIWELL ROAD
BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

عرض مرتب وناشر

# مجھے ضرور پڑھ لیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِحَضۡرَةِ الۡجَلَالَةِ وَالنَّعۡةُ لِخَاتَمِ الرِّسَالَةِ

امابعد! غالباً 2009ء کی بات ہے ماہنامہ ”نصرۃ العلوم“ گوجرانوالہ کے کسی شمارہ میں ایک مضمون شائع ہوا جس کا نام قابلیت اور قبولیت تھا۔ مضمون نگار مولانا مشتاق احمد صاحب مدظلہ تھے جو کہ چنیوٹ میں مقیم تھے۔ مضمون کی جاذبیت اور انوکھے عنوان نے ایسا مسحور کیا کہ موصوف سے رابطہ کر کے اس اہم عنوان پر مکمل کتاب تالیف کرنے کی فرمائش کی۔ مولانا نے اپنی جماعتی اور تدریسی مصروفیات کے باوجود اس کام کی حامی بھر لی۔

اس کتاب کا کام ابھی شروع ہی نہیں ہوا تھا کہ مولانا جو کہ عمرہ کی غرض سے حرمین شریفین زَادَ اللّٰهُ شَرۡفاً وَ تَعۡظِيماً کے سفر پر گئے تو وہیں انتقال فرما گئے۔ اَللّٰهُمَّ اغۡفِرۡلَهٗ وَارۡحَمۡهُ

مولانا کی رحلت کے بعد اگر چہ بظاہر اس کتاب کی تالیف وترتیب کی اُمید نہ تھی لیکن یہ موضوع اپنی اہمیت وندرت کے پیش نظر ہمیشہ دل ودماغ میں رہا اور دوران مطالعہ متعلقہ مضامین وواقعات جمع ہوتے رہے۔ یوں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دھیمی رفتار سے سہی لیکن قابلیت اور قبولیت کی منازل طے ہوتی رہیں تا آنکہ یہ جدید کتاب اب آپ کے سامنے ہے۔

اس پس منظر کی اس لیے بھی ضرورت تھی کہ قارئین اپنی دُعاؤں میں مولانا مشتاق احمد صاحب رحمہ اللہ کو بھی یاد رکھیں جن کے ایک مضمون نے ہمیں قابلیت اور قبولیت کی اہمیت سے روشناس کرایا۔ فَجَزَاهُ اللّٰهُ عَنَّا وَعَنۡ جَمِيۡعِ الۡمُسۡلِمِيۡنَ.

اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں اس کتاب کو شرف قبولیت سے نوازیں آمین۔

والسلام محمد اسحٰق غفرلہ

ربیع الاوّل ۱۴۳۹ھ بمطابق دسمبر ۲۰۱۷ء

# تقریظ و تاثرات

## از حضرت مولانا مفتی عنایت الکریم صاحب مدظلہ

(اُستاذ الحدیث جامعہ دار العلوم رحیمیہ، ملتان)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

**نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ. اما بعد!**

ہمارے مخدوم ومکرم جناب قاری محمد اسحٰق صاحب زید شرفکم موفق من اللہ ہیں۔

اکابر کے افادات و جواہر پارے مختلف عنوانات اور اسالیب کی صورت میں شائع فرماتے رہے ہیں۔ ''قابلیت اور قبولیت'' کے اچھوتے عنوان کے ساتھ ایک کتاب کا مسودہ بندہ ناچیز کے سامنے پیش کیا ہے۔ ماشاء اللہ پُر مغز مواد اور اکابر کے افادات کو جمع فرمایا ہے۔ بلاشبہ یہ ان کی بھی قبولیت کی دلیل ہے۔ بچپن میں اکابر سے سنا تھا کہ بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی قدس سرہٗ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور ارشاد ہوا کہ تم سے کام لیا جائے گا۔ بیدار ہو کر حیران ہوئے کہ علم وفضل اور ظاہری ڈیل ڈول ہر اعتبار سے کمزور ہوں مجھ سے کیا کام لیا جائے گا؟ پھر کسی اللہ والے نے فرمایا کہ آپ کیوں پریشان ہوتے ہیں جس نے کام لینا ہے وہ اپنے طریقے سے لے گا۔ پھر ماشاء اللہ قبولیت ظاہر ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان سے خوب دین کا کام لیا۔ گویا کہ ؎ دادِ اورا قابلیت شرط نیست

اللہ تعالیٰ نے ہمارے سارے ہی اکابر کو قابلیت سے زیادہ قبولیت سے نوازا اور ساری دُنیا میں ان کی خدمات کو قبولیت خاصہ نصیب ہوئی۔

دل سے دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف وناشر کی اس جدید کاوش کو قبول فرما کر ذخیرۂ آخرت بنائے آمین ثم آمین۔ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

بندہ محمد عنایت الکریم

(از ناشر)

# مُقَدِّمَۃُ الْکِتَابِ

## (اس مضمون کو مقدمہ کے طور پر کتاب سے پہلے ضرور مطالعہ فرمالیں)

قابلیت کا لفظ ہمارے ہاں عام استعمال میں ہے جو لیاقت سمجھداری اور تعلیمی یا فنی صلاحیت کے لیے بولا جاتا ہے۔ قابلیت بھی اللہ تعالیٰ کی عطا ہے لیکن اس میں کسی حد تک بندہ کی محنت کا بھی دخل ہے۔ اس کے برعکس قبولیت و مقبولیت محض عطائے ربانی ہے اور اللہ تعالیٰ کسی کو نوازنے کے لیے کسی شرط کے پابند نہیں۔ ہاں اُسلاف و اکابر کو جن اعمال حسنہ پر چلتے ہوئے قبولیت کا تمغہ ملا، ہم اس راستہ پر چلنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ قبولیت ہو یا نہ ہو، یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر منحصر ہے اور محض اسی کی عطا۔

قابلیت خداداد ہے تو قبولیت محض خداداد ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اور جیسے چاہے اپنے بندوں کو قبولیت سے بھی نواز دے۔ گویا کسی حد تک قابلیت کسبی چیز ہے جبکہ قبولیت محض وہبی چیز ہے۔ بعض اوقات غبی بھی محنت اور کوشش سے قابل ہو جاتا ہے لیکن اس کا مقبول ہونا ضروری نہیں اور بعض اوقات غبی مقبول ہو جاتا ہے اور علم وفضل اور ہزار صلاحیات کے باوجود بندہ غیر مقبول ہی رہتا ہے۔ اسلامی تاریخ میں ایسے واقعات بکثرت ملتے ہیں جو ہمیں بھی ہر وقت لرزاں و ترساں رہنے کی دعوت دیتے ہیں کہ بندہ اپنے کسی کمال یا نعمت پر کیسے اترا سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں معاملہ "کاف" اور "نون" کے درمیان میں ہے کہ لفظ "کُنْ" کہنے سے پہلے "یَکُوْنُ" کا مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ آن واحد اور پلک جھپکنے کی مقدار بھی حالت کی تبدیلی کے لیے بہت زیادہ ہے۔ اس لیے تاریخ کے عبرت ناک واقعات سے سبق حاصل کر کے بندہ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے غیر مقبولیت اور مردودیت سے پناہ مانگتا رہے اور شرعی حدود کی رعایت کرتے ہوئے صراطِ مستقیم پر گامزن رہے۔

قابلیت کسبی چیز ہے تو اس کے حصول کے اسباب بھی ظاہری اور کسبی ہیں جبکہ قبولیت

ایک وہی چیز ہے تو اس کے اسباب بھی بظاہر غیر مرئی اور وہبی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عنایت اور توفیق سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کو قبولیت عطا فرمانا چاہتے ہیں تو اس کو ان اسباب کے اختیار کرنے کی بھی خود توفیق عطا فرما دیتے ہیں اور یوں بندہ غیر محسوس طریقے سے "قبولیت" کی منازل طے کرتا جاتا ہے۔

قبولیت کا مطلب یہ ہے وہ شخصیت یا چیز اہل حق کے ہاں مقبول ہو۔ شہرت، کروفر، عوام کا اژدھام۔ لوگوں میں چرچا، شعبدہ بازی، طلسماتی کرشمے، خرق عادات، کمالات و تصرفات اور عوامی مقبولیت ہرگز اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کی دلیل نہیں بلکہ بعض اوقات ایسی چیزیں استدراج (خدائی ڈھیل) بھی بن جاتی ہے۔

خدائی مقبولیت کیسی ہوتی ہے؟ حدیث شریف میں ہے کہ جب حق تعالیٰ کسی بندہ کو محبوب رکھتا ہے تو اول جبرائیل علیہ السلام کو آگاہ کرتے ہیں کہ میں فلاں بندہ سے محبت کرتا ہوں تم بھی کرو۔ پس وہ آسمانوں میں اعلان کرتے ہیں۔ آسمانوں سے اترتی ہوئی اس کی محبت زمین پر پہنچ جاتی ہے اور زمین والوں میں اس بندہ کو حُسنِ قبول حاصل ہوتا ہے۔ پس بے تعلق لوگ جن کا کوئی خاص نفع وضرر اس کی ذات سے وابستہ نہیں ہوتا، وہ بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔

لیکن اس قسم کے حُسنِ قبول کی ابتداء مؤمنین صالحین اور خدا پرست لوگوں سے ہوئی ہے۔ ان کے قلوب میں پہلے اس کی محبت ڈالی جاتی ہے۔

اس کے بعد قبول عام حاصل ہو جاتا ہے۔ ورنہ ابتداء محض عوام کے طبقہ میں حُسنِ قبول حاصل ہونا اور بعد میں بعض خدا پرست صالحین کا بھی کسی غلط فہمی وغیرہ سے اس کی طرف جھکنا اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کی دلیل نہیں۔ (تفسیر عثمانی)

ہمارے اکا. علماء حق جن کی قبولیت میں شبہ نہیں، ان کے علوم ومعارف اور تعلیمات بتدریج نکھر کر سامنے آ رہے ہیں۔ جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے ان کا فیض اطراف عالم میں پھیلتا جاتا ہے۔ اس کے برعکس بعض اوقات کوئی فرد یا جماعت یکدم شہرت اور ترقی کے عروج پر پہنچ کر کچھ ہی عرصہ میں گمنام ہو جاتی ہے یہ کیا ہے؟ یہ غیر مقبولیت ہے۔

قبولیت کا معیار وہی ہے جو مذکورہ حدیث میں آ چکا ہے۔ عوام کے ذہنوں میں قبولیت کا

معیار یہ ہے کہ وہ کسی کی شہرت سنتے ہی اس کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔ بعض کسی کا کروفر دیکھ کر اور بعض کسی کی معلومات کی کثرت اور سحر کن خطابت سے اس کی مقبولیت کا فیصلہ کر بیٹھتے ہیں۔

بعض لوگ کسی کے ظاہری اخلاق سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ بعض کسی جماعت کو اس لیے محبوب بنا لیتے ہیں کہ ان کا نیٹ ورک اور جماعتی نظم بہت زبردست ہے حالانکہ ان چیزوں کا قبولیت سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ آج جبکہ دینی دُنیاوی شرور وفتن کا زمانہ ہے نہایت بیدار مغزی کی ضرورت ہے کہ ہم مقبولیت کا معیار وہی رکھیں جو حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے۔

یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو قبولیت عطا فرما دیتے ہیں وہ پھر کبھی غیر مقبول نہیں ہوتا۔ (الا ماشاء اللہ)

اسلامی تاریخ ایسے حالات وواقعات سے بھری ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندگان کی قبولیت کو آشکارا فرما دیا اور اپنی قابلیت، ظاہری علم وفضل، مال ودولت، اقتدار و قوت کے نشہ میں سرشار لوگ غیر مقبول ہو کر رہ گئے۔

ایک بزرگ نے واقعہ سنایا کہ ایک صاحب علم جو علم وفضل میں یکتا تھے اور نہایت صاحب کشف تھے۔ انہوں نے اپنے کشف کے ذریعے سابقہ انبیاء علیہم السلام کی کتب و صحائف میں سے دُرودشریف کے جو کلمات اور صیغے جو انہیں عطا فرمائے گئے تھے انہوں نے ان سب صیغوں کو بخاری شریف کے طرز پر تیس پاروں کی شکل میں مرتب کیا تھا۔ اس درجہ علمی فضل وکمال کے باوجود وہ غیر مقبول ہو گئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ان کا عقیدہ مسلک جمہور کے خلاف تھا۔ اس عبرتناک واقعہ سے معلوم ہوا کہ عقیدہ کی خرابی بھی آدمی کو مقبولیت سے محروم کر دیتی ہے چاہے علم وفضل کیسا ہی کیوں نہ ہو۔

مسئلہ خلق قرآن میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی آزمائش ہوئی تو ایک مرتبہ امام صاحب رحمہ اللہ نے مخالفین کے کروفر اور ظاہری چمک دمک دیکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری قبولیت کا اندازہ ہمارے جنازہ سے ہوگا۔ چنانچہ مؤرخین نے کمال احتیاط کے باوجود بہ بانگ دہل اس کا تذکرہ کیا ہے کہ امام موصوف علیہ الرحمۃ کا جنازہ انسانی تاریخ کا عظیم ترین جنازہ تھا جسے دیکھ کر ہزاروں آدمی حلقہ ایمان میں داخل ہو گئے اور لاکھوں افراد جن کے عقائد متزلزل تھے انہیں حق پر ثابت قدمی نصیب ہوئی۔ فَرَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ رَحْمَةً وَاسِعَةً

امام مالک رحمہ اللہ نے صحیح احادیث کا مجموعہ بنام موطا امام مالک مرتب کرنا شروع کیا تو آپ کی دیکھا دیکھی میں اور بھی حضرات نے موطا کے نام سے تالیفات شروع کر دیں۔ امام مالک رحمہ اللہ نے جب سنا تو فرمایا وہی موطا اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوگی جو اللہ کے لیے لکھی گئی ہوگی۔ چنانچہ صدیاں بیت جانے کے باوجود آج بھی موطا امام مالک پوری آب وتاب کے ساتھ زندہ وجاوید ہے جبکہ دیگر حضرات کی لکھی موطا کو کوئی جانتا بھی نہیں۔

کچھ عرصہ قبل محترم جنید جمشید رحمہ اللہ کا حادثاتی انتقال ہوا تو ہر آنکھ اشکبار تھی۔ ان کے جنازہ پر لوگوں کا اژدھام دیکھ کر کہا جا سکتا تھا کہ کوئی غیبی طاقت ہے جو دلوں کو مسخر کر رہی ہے۔ دار العلوم کراچی تدفین کے بعد قبر سے خوشبو کی بھی شنید ہے۔

اسی طرح مردِ حق محترم ضیاء الحق شہید رحمہ اللہ کے جنازہ کی کیفیت آج بھی آنکھوں کے سامنے ہے وہ لوگ جو شدید مخالف تھے انہیں بھی طویل سفر کر کے جنازہ میں نہ صرف شریک ہوتے بلکہ روتے دیکھا گیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت نہیں تو اور کیا ہے؟

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ آخری عمر میں فالج کے مریض رہے۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو جنازہ پر عوام وخواص کا اژدھام دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ کوئی غیر مرئی طاقت ہے جس نے لوگوں کے قلوب کو مسخر کر دیا ہے۔ حالانکہ وفات اور جنازہ کی اطلاع کی وہ سہولیات بھی نہ تھیں جو آج کل ہیں۔

شاہ جی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد سرکاری سطح پر کوشش کی گئی کہ آپ کی تدفین قلعہ کہنہ قاسم باغ میں ہو۔ لیکن آپ کے ورثاء نے اس کی اجازت نہ دی اور آپ کی تدفین لانگے خان باغ کے قریب ذاتی خرید کردہ جگہ میں ہوئی اور زندگی میں اور وفات کے بعد بھی حکومت سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ کچھ عرصہ بعد جب دوسرے مسلک کے ایک بڑے صاحب علم کی وفات ہوئی تو ان کے ورثاء نے کوشش کی کہ ہمارے بزرگ کی تدفین قلعہ میں ہو۔ لیکن اس وقت حکومت نے اجازت نہ دی۔ ان دونوں واقعات میں کیسا فرق ہے؟ جس کے مابین قبولیت خداوندی بخوبی دیکھی جا سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی عادت یونہی جاری ہے کہ اہل حق کی معیت ومحبت اور ان سے باقاعدہ اصلاح کرانے پر کوتاہیوں کے باوجود قبولیت ومقبولیت عطا فرما دیتے ہیں۔ پھر ان کا فیض

چہار طرف پھیلتا ہے اور مخلوق خدا نفع حاصل کرتی ہے۔ ایسے ہی اصلاح یافتہ حضرات کا فیض عام و تام ہو کر اطراف عالم کو جگمگاتا ہے۔ اس لیے محض اپنے علم مطالعہ اور اپنی قابلیت کو کافی سمجھنا راہِ مقبولیت کی بڑی رُکاوٹ ہے۔ اسی بات کو حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے یوں بیان فرمایا کہ جو شخص خود کو مستقل بالذات سمجھے وہ مستقل بدذات ہے۔

اللہ والے اور مقبول خدا بندے صاحب بصیرت ہوتے ہیں جہاں بصارت کی پرواز جا ہی نہیں سکتی۔ ایک بزرگ کی خدمت میں بڑا صاحب علم فلسفی حاضر خدمت ہوا۔ بعد میں بزرگ نے اپنے مریدین سے فرمایا کہ یہ فلسفی اچھے اخلاق نہیں رکھتا۔ جب اس فلسفی نے یہ بات سنی تو اخلاق کے موضوع پر ایک ضخیم کتاب مرتب کر کے بزرگ کی خدمت میں پیش کردی۔ بزرگ نے فرمایا میں نے تو کہا تھا اخلاق ندارد کہ وہ اخلاق رکھتا نہیں، میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ اخلاق نداند، کہ وہ اخلاق جانتا نہیں۔ اخلاق کا علم حاصل ہو جانا اور ہے اور اپنی عملی زندگی میں اس کو رائج کرنا اور ہے اور یہ چیز مقبول خدا بندوں کی صحبت ہی سے میسر آ سکتی ہے۔

اس کتاب میں آپ کو ایسے متعدد واقعات ملیں گے کہ مقبول خدا کاملین کی صحبت اور ان سے باضابطہ اصلاح کرانے کے بعد کس طرح سعادت مند لوگ قبولیت تک پہنچے۔

خدائی مقبولیت وقبولیت کے جملہ اعلیٰ درجات حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ختم ہیں۔ پھر جوں جوں زمانہ عہد نبوت سے دور ہوتا گیا اس میں بتدریج کمی آتی رہی۔ تاہم اسلامی تاریخ مقبول خدا بندوں سے کبھی خالی نہیں ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے۔ اس کتاب میں خیر القرون کے واقعات کے نسبت ماضی قریب کے اپنے مقبول اکابر کے درخشندہ واقعات کو بطور دلیل کے زیادہ اہمیت دی گئی ہے تاکہ ہمارے لیے عمل کرنا آسان ہو جائے اور جن اہل حق اہل علم و مشائخ کے ہم نام لیوا ہیں ان کے روشن کردار اور مثالی واقعات ذوق مقبولیت کو متحرک کرنے میں کافی شافی ہیں۔ اس لیے کتاب ہذا میں آپ کو جا بجا اپنے اکابر کے واقعات ملیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی عطا کے انداز نرالے ہیں۔ دین اہل عرب میں اُترا لیکن حدیث شریف کی خدمت کیلئے جن مقبول خدا محدثین کا انتخاب کیا گیا ان کی اکثریت عجمی یعنی غیر عربی حضرات پر مشتمل ہے۔ سچ ہے کہ مقبولیت کا مدار حسب ونسب پر نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے راقم الحروف کو جن مقبولین کی صحبت وخدمت کا شرف حاصل

ہوا ان میں سیدی و مرشدی حضرت الحاج محمد شریف صاحب رحمہ اللہ (خلیفہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ) کا اسم گرامی سرفہرست ہے اور ان کی دُعاؤں ہی کا فیضان ہے کہ اللہ تعالیٰ ادارہ سے دینی کتب کی نشرواشاعت اور تالیفات کا کام لے رہے ہیں۔

سیدی حضرت پر تواضع عبدیت اور فنائیت کا کمال غلبہ تھا۔ آپ کی سوانح سے چند واقعات دیئے جارہے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول حضرات کی پہچان میں نہایت معین ہیں۔

● حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ نے سیدی حضرت رحمہ اللہ پر ایک مضمون لکھا جس میں لکھتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ پر محبت، فنائیت اور خود فراموشی وخود انکاری کا رنگ بہت ہی غالب تھا۔ ان کی ہر ادا سے محبت و تواضع ٹپکتی تھی۔ شیخ و مرشد حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے ساتھ انہیں ایسی والہانہ محبت وعقیدت تھی جس کی مثالیں بہت کمیاب ہیں اور جب شیخ کی جانب سے اجازت وخلافت کی بشارت دی گئی تو حاجی صاحب نے جواب میں لکھا:

حضرت کے ارشاد کو دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ خدا کی قسم! اس قابل ہوں کہ گندی نالی میں پھینک دیا جاؤں اور ہر شخص مجھ پر تھوک کر جائے۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے جواب میں تحریر فرمایا: بس میں اپنے دوستوں کیلئے اسی حالت کا انتظار کیا کرتا ہوں اور وقوع سے مسرور ہوتا ہوں مبارک ہو۔

● میرے حضرت جلدی سے کسی کو بیعت نہ فرماتے تھے۔ جب بہت اصرار ہوتا تو بیعت فرماتے اور یہ بھی فرماتے کہ اس نیت سے بیعت کررہا ہوں کہ نامعلوم آخرت میں میرے لئے کیا فیصلہ ہو اور تم جنتی ہو اور میری سفارش کردو اور فرماتے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ بھی اسی نیت سے بیعت فرماتے تھے ہم کیا چیز ہیں۔

● مجلس میں بالکل عامیانہ انداز میں بیٹھتے تھے اکثر خاموشی رہتی تھی یہ بات بالکل پسند نہ تھی کہ کوئی کسی کو ترغیب دے کر حضرت والا کی مجلس میں لائے۔

● حضرت کا جسمانی خدمت لینے کا معمول بالکل نہ تھا۔ ایک تعلق دار نے لکھا کہ حضرت میرا بہت دل چاہتا ہے کہ آپ کے سر میں تیل لگاؤں آپ کے پاؤں دباؤ۔ حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ یہ خدمت اپنے گھر والوں کے سوا کسی سے نہیں لیتا.....

● میرے حضرت کو یہ بھی بالکل پسند نہ تھا کہ آپ کے ملفوظات آپ کی مجلس میں

لکھے جائیں۔ایک دفعہ بندہ نے ایک عریضہ لکھ کر یہ درخواست کی کہ مجلس کے بعد حضرت والا کے ارشادات لکھ لیتا ہوں لیکن مکمل طور پر نہیں۔اگر اجازت فرمادی تو بندہ مجلس میں ہی لکھ لیا کرے۔اس پر حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ میں تو نالائق دربار اشرف ہوں۔ایسا ہرگز نہ کریں مجھے شرم دامن گیر ہوگی۔اللہ اللہ یہ کیسے لوگ تھے۔

● حضرت والا کو مخدومیت کی شان سے شدید نفرت تھی،کوئی متعلق پہلی دفعہ خدمت میں حاضر ہورہا ہوتا اور پتہ پوچھتا کہ اسٹیشن سے کس طرف آپ کا گھر ہے۔اس کو جواب کچھ اس طرح سے دیا جاتا کہ جب آپ اسٹیشن پر اُتریں گے تو صدر گیٹ پر ایک بوڑھا سفید داڑھی اور سفید پگڑی والا آپ کی انتظار میں کھڑا ہوگا۔اللہ اللہ کیسی تواضع تھی.....!!!

● حضرت رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ مسجد میں پہلی صف میں ہمیشہ بائیں طرف بیٹھتے تھے۔ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آپ ہمیشہ پہلی صف میں بائیں طرف بیٹھتے ہیں جب کہ دائیں طرف بیٹھنے میں حدیث شریف میں بہت فضیلت آئی ہے۔

حضرت نے ارشاد فرمایا مجھے بھی معلوم ہے کہ دائیں طرف بہت فضیلت ہے لیکن میں یہ جگہ (یعنی دائیں طرف) نیک لوگوں کیلئے چھوڑ دیتا ہوں اور میں اپنے آپ کو سب میں ذلیل ترین سمجھتا ہوں۔اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میں بائیں طرف رہوں۔

● ایک مرتبہ فرمایا کہ میں جب تہجد کیلئے اُٹھتا ہوں تو میرے دونوں ہاتھ بارگاہ خداوندی میں اُٹھ جاتے ہیں اور میں یوں عرض کرتا ہوں:یا اللہ!مجھ سے اگر آخرت میں سوال کرتا ہے تو میں ابھی اس کا جواب پیش کرتا ہوں کہ میرے پاس کسی سوال کا کوئی جواب نہیں مجھے تو بلاحساب ہی بخش دیجئے۔سیدی حضرت والا رحمہ اللہ جو کہ بظاہر ایک عام سکول ماسٹر تھے لیکن مقبول خدا حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی صحبت اور اصلاح کرانے پر نہ صرف خود مقبول بن گئے بلکہ مرجع الخلائق بنے۔حضرت کی قبولیت کے اس مبارک سفر کی مکمل دلچسپ روئیداد کتاب ''اِصلاح دل'' میں پڑھی جاسکتی ہے۔یہ کتاب اس قدر اہم اور دلچسپ ہے کہ بقول حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ ''جیسے ہی کتاب ملی مکمل مطالعہ کر کے سویا۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں مقبول خدا بندوں کی صحبت سے نوازیں

اور ہمیں بھی اپنے بندوں میں شامل فرمادیں آمین۔

# فہرست عنوانات


| | |
|---|---|
| باب 1.....قابلیت اور مقبولیت | |
| انبیاء علیہم السلام میں قابلیت اور قبولیت کامل درجہ کی ہوتی ہے | ۲۶ |
| اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کی قدر و قیمت | ۲۷ |
| عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی قابلیت و قبولیت | ۲۸ |
| حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خداداد قابلیت | ۲۸ |
| قابلیت بھی نعمت ہے | ۲۹ |
| قبولیت کیلئے مقبولین کی صحبت ضروری ہے | ۳۰ |
| مقبولیت اعلیٰ صفات سے ملتی ہے | ۳۲ |
| قابلیت اور قبولیت کا فرق | ۳۳ |
| علمی کمال کی پانچ وجوہات | ۳۴ |
| اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو کیسے نوازتا ہے | ۳۴ |
| مقبولین کی مبارک تمنائیں | ۳۸ |
| علم و قابلیت کے ساتھ نور نبوت اور قبولیت بھی حاصل کیجئے | ۳۹ |
| مقبولین ہی کا فیض عام و تام ہوتا ہے | ۴۱ |
| قابلیت تو یہ ہے | ۴۲ |

| | |
|---|---|
| نیکی قبولیت کا ذریعہ بنتی ہے | ۴۳ |
| اللہ تعالیٰ کا اپنے مقبول بندوں سے معاملہ | ۴۳ |
| خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا کمال ایمان اور قبولیت | ۴۴ |
| اللہ تعالیٰ کی ذات قدرداں ہے | ۴۵ |
| قابلیت بھی خداداد ہوتی ہے | ۴۶ |
| مقبولیت سے آراستہ اُستاد شاگرد | ۴۸ |
| امام شافعی رحمہ اللہ کی مہمان نوازی | ۴۹ |
| عشاء تہجد اور فجر ایک وضو سے | ۴۹ |
| امام شافعی رحمہ اللہ کا سوال تحیر | ۵۰ |
| امام احمد رحمہ اللہ کا رفع خلجان | ۵۰ |
| دین کی برکت سے قابلیت | ۵۱ |
| مولانا رفیع الدین رحمہ اللہ کی کمال قابلیت ومقبولیت | ۵۲ |
| اللہ والوں کی علمی قابلیت کا عجیب واقعہ | ۵۳ |
| اللہ والوں میں کیسی قابلیت ہوتی ہے؟ | ۵۳ |
| تاریخ کے ممتاز ترین 4 مقبول افراد | ۵۴ |
| ابن مبارک رحمہ اللہ کے استقبال کیلئے پورا شہر ٹوٹ پڑا | ۵۵ |
| مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ کی ایک حسی کرامت | ۵۶ |
| خداداد مقبولیت ومحبوبیت | ۵۶ |
| حکیم الاسلام رحمہ اللہ کی مقبولیت | ۵۷ |
| روحانیت وتاثیر | ۵۸ |
| پس مرگ مقبولین کا فیضان | ۵۹ |
| اکابر دیو بند کی قابلیت ومقبولیت | ۶۰ |

| | |
|---|---|
| حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت | ۶۱ |
| بقی بن مخلد رحمہ اللہ کا تحصیل علم | ۶۱ |
| مقبولین سے کیسے کام لیا جاتا ہے؟ | ۶۲ |
| حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی مقبولیت | ۶۵ |
| مقبولِ خدا سے تعلق نے اسلام سے نواز دیا | ۶۷ |
| میرے اندر کا مسلمان بیدار ہو گیا | ۶۷ |
| دو باتوں پر اس کو راضی کرلو | ۶۸ |
| اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا | ۶۹ |
| مجھے مسلمان کرلو | ۶۹ |
| ایک مقبولِ خدا شخصیت عبد الغفور جودھپوری رحمہ اللہ | ۷۰ |
| مزید دنیوی ترقی کے حالات خود حاجی صاحب کی زبانی سنئے | ۷۱ |
| ”تارک الدنیا“ بننے کا غلط شوق | ۷۲ |
| حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی زیارت اور بیعت | ۷۳ |
| دین کا صحیح فہم اور اعتدال | ۷۴ |
| بیٹی کی شادی میں رسوم سے انکار | ۷۴ |
| بارگاہِ رسالت میں اُسوۂ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبولیت | ۷۶ |
| افلاطون کی قابلیت | ۷۷ |
| ابو ریحان کی قابلیت | ۸۰ |
| قابلیت اور قبولیت کا معرکہ | ۸۰ |
| خداداد قابلیت | ۸۱ |
| قابلیت سے زیادہ قبولیت کی فکر چاہیے | ۸۱ |
| قابلیت کا معیارِ فضیلت | ۸۲ |

## باب 2.....قابلیت اور مقبولیت کے مثالی واقعات


| | |
|---|---|
| امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی خداداد قابلیت | ۸۵ |
| امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی قابلیت کا دوسرا واقعہ | ۸۶ |
| مقبولین کا روشن کردار | ۸۷ |
| خواجہ شمس الدین رحمہ اللہ کی مقبولیت | ۹۰ |
| حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ کی مقبولیت | ۹۱ |
| مسئلہ خلق قرآن میں شیخ عبدالعزیز مکی رحمہ اللہ کی آزمائش | ۹۴ |
| عمل صالح پر قبولیت کا فیصلہ | ۱۰۱ |
| ایک مقبول ولی کی پیشین گوئی | ۱۰۲ |
| امام بخاری رحمہ اللہ کی کمال قابلیت | ۱۰۳ |
| حضرت قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ کی مقبولیت | ۱۰۴ |
| ایک مقبولِ خدا عاشق کا سفر حج | ۱۰۵ |
| علم سے فضل وقبولیت | ۱۰۶ |
| علم دین کی برکت ومقبولیت | ۱۰۷ |
| ایک مقبولِ خدا بندے کے حُسنِ خاتمہ کا واقعہ | ۱۰۸ |
| مولانا موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ کی مقبولیت | ۱۰۹ |
| مقبولین کیلئے زہر بھی کبھی تریاق بن جاتا ہے | ۱۱۰ |
| مقبولین کے وقت میں برکت | ۱۱۱ |
| مقبولین کے ساتھ قبر کا معاملہ | ۱۱۱ |
| مقبول بندوں کی کیسے حفاظت کی جاتی ہے؟ | ۱۱۲ |
| خدائی مقبولیت کیمیا سے بڑھ کر ہے | ۱۱۳ |

| | |
|---|---|
| مقبولین کی بر و بحر پر حکومت | ۱۱۳ |
| اللہ تعالیٰ مقبولین کو نفس کی چالوں سے بچا لیتے ہیں | ۱۱۵ |
| اللہ تعالیٰ کیسے نوازتے ہیں؟ | ۱۱۸ |
| اللہ والوں کی مقبولیت | ۱۱۹ |
| یہ کیسی قابلیت ہے | ۱۲۰ |
| اللہ تعالیٰ کیسے قبول فرماتے ہیں؟ | ۱۲۰ |
| قبولیت اعمال کی فکر | ۱۲۱ |
| شاہ جی رحمہ اللہ کی قابلیت | ۱۲۱ |
| مقبول خدا محدثین کی قابلیت اور قبولیت | ۱۲۲ |
| شاہ اہل اللہ کی کمال حکمت وقابلیت | ۱۲۲ |
| مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی احتیاط وپرہیز | ۱۲۳ |
| حضرت معین الدین چشتی رحمہ اللہ کی عالمگیر قبولیت وقابلیت | ۱۲۴ |
| صحبت صالح سے قبولیت | ۱۲۴ |
| اللہ والوں کی صحبت سے قبولیت اور ایمان کی حفاظت | ۱۲۵ |
| **باب 3.... حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی خداداد مقبولیت اور کمالِ قابلیت کے نقوش** | |
| مقبولیت وقابلیت کی چند جھلکیاں | ۱۲۸ |
| خداداد ملکہ | ۱۲۸ |
| وعظ کا انداز | ۱۲۹ |
| تاثیر اور مقبولیت عامہ | ۱۳۰ |
| لوگوں کے مصافحہ کے وقت نیت | ۱۳۰ |

| | |
|---|---|
| میرا کوئی کمال نہیں ہے | ۱۳۱ |
| فراست و قابلیت | ۱۳۲ |
| شانِ محبوبیت | ۱۳۲ |
| شیخ کی بے ادبی کرنے کا نقصان | ۱۳۳ |
| حفاظت کا غیبی انتظام | ۱۳۴ |
| عند اللہ مقبولیت اور بشارتیں | ۱۳۵ |
| اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی امداد میں شریک ہونا | ۱۳۶ |
| اوقات میں برکت | ۱۳۷ |
| بہشتی زیور کی مقبولیت | ۱۳۸ |
| اپنی غلطیوں سے رجوع | ۱۳۹ |
| غیر معمولی قابلیت اور قبولیت | ۱۴۰ |
| حکیم الامت رحمہ اللہ کا جن کے نام خط | ۱۴۴ |
| حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی قبولیت عامہ، برکات وانعامات | ۱۴۵ |
| جناب مولوی حکیم عبدالحق خان صاحب مدظلہم کی تحریر | ۱۴۵ |
| ایک گھڑی کی صحبت کا اثر | ۱۴۵ |
| کلیم اللہ سے سلیم اللہ | ۱۴۵ |
| ایک کند ذہن بچے کا ذہین ہو جانا | ۱۴۶ |
| بچی کیلئے پانی کا انتظام | ۱۴۶ |
| پنشن میں اضافہ | ۱۴۶ |
| آندھی کا اثر دور ہونا | ۱۴۷ |
| حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی قبولیت کے منامی واقعات | ۱۴۸ |

| | |
|---|---|
| مقبولین کے متعلق صدیوں پہلے پیشین گوئی کا عجیب واقعہ | ۱۶۴ |
| کتاب سنسکرت میں حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کا ذکر | ۱۶۵ |
| حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے خلفاء کرام کا ذکر | ۱۶۶ |
| حکیم الاسلام قاری طیب صاحب رحمہ اللہ کا ذکر | ۱۶۶ |
| حکیم الامت سے اس واقعہ کا ذکر اور حضرت کا ارشاد | ۱۶۷ |
| باب 4.... بارگاہِ خداوندی میں قبولیت کا شرف حاصل کرنے والے خوش نصیبوں کا فیضانِ نظر | |
| شیر کا حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کو راستہ بتانا | ۱۶۹ |
| شیخ اندلسی رحمہ اللہ کی آزمائش اور مقبولیت | ۱۶۹ |
| شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی ایک کرامت و مقبولیت | ۱۷۴ |
| مقبول حضرات کی صحبت نے کہاں پہنچادیا | ۱۷۵ |
| مقبولانِ خدا کی ایک نظر | ۱۷۹ |
| قابل حضرات کی دُعا کی برکت | ۱۷۹ |
| مقبولین کی برکات | ۱۸۰ |
| مقبولین کا جنات سے برتاؤ | ۱۸۰ |
| مقبولین کی نگاہِ کرم | ۱۸۱ |
| خواجہ غلام حسن سواک رحمہ اللہ کی نظر کا فیضان | ۱۸۲ |
| حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی نورِ بصیرت | ۱۸۳ |
| یہ ہے قبولیت | ۱۸۴ |
| مقبولین کے وقت میں برکت | ۱۸۴ |
| جنات بھی مقبولین کا ادب کرتے ہیں | ۱۸۵ |

| | |
|---|---|
| جلال الدین قریشی رحمہ اللہ کی قبولیت | ۱۸۶ |
| اللہ والے کیسے مقبول ہوتے ہیں؟ | ۱۸۶ |
| مقبول حضرات کا ایک جملہ بھی کافی ہوتا ہے | ۱۸۶ |
| اللہ تعالیٰ مقبولین کی نقل پر بھی نواز دیتے ہیں | ۱۸۷ |
| وفات کے بعد بھی مقبولین کی برکت وفیضان | ۱۸۹ |
| مقبولین کی صحبت کے کرشمے | ۱۹۰ |
| مقبولِ خدا کی ایک نظر کام کرگئی | ۱۹۲ |
| مقبولِ خدا بندوں کا رُعب | ۱۹۳ |
| مقبولیت والے کا ایک جملہ | ۱۹۴ |
| اہل قبولیت واہل بصیرت کا طرزِ عمل | ۱۹۴ |
| مقبولین کا فیضانِ نظر | ۱۹۵ |
| مقبولین کی چند لمحہ صحبت کی تاثیر | ۱۹۸ |
| **باب 5.... مقبولیت کے اسباب** | |
| (فصل اوّل).... اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کا ایک اہم سبب.... تقویٰ وخشیت | |
| ایک برگزیدہ خاتون کی خدا خوفی | ۲۰۱ |
| عبید بن عمیر رحمہ اللہ کی خدا خوفی | ۲۰۲ |
| خوفِ خدا کا حامل ہی خدا کے نزدیک عالم ہے | ۲۰۴ |
| شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے شاگرد کی خدا خوفی | ۲۰۶ |
| ایک نوجوان کی خدا خوفی | ۲۰۷ |
| ایک نوجوان جو مقبولِ خدا ہوگیا | ۲۰۹ |
| دین کا ایک طالب علم اور خوفِ آخرت | ۲۱۰ |

| | |
|---|---|
| انابت وتقویٰ سے آراستہ اکابر مقبولین | ۲۱۲ |
| نورانی چہرے سے اسلام کی حقانیت | ۲۱۲ |
| ذکرِ خدا سے خوشی | ۲۱۳ |
| دار العلوم کا امتیاز | ۲۱۳ |
| مولانا رفیع الدین رحمہ اللہ | ۲۱۳ |
| مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی رحمہ اللہ | ۲۱۴ |
| شیخ الہند رحمہ اللہ کی تواضع وانابت | ۲۱۵ |
| علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا واقعہ | ۲۱۶ |
| صلحاء کی نقل پر مقبولیت | ۲۱۷ |
| مقبولین کیسے متقین ہوتے ہیں؟ | ۲۱۸ |
| (فصل دوم)....اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کا ایک اہم سبب....اخلاص وللہیت اور تواضع | |
| قبولیت کا شاہکار....دار العلوم دیوبند | ۲۲۱ |
| مقبولین کی تواضع وللہیت | ۲۲۲ |
| حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی کمالِ تواضع | ۲۲۳ |
| حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی تواضع | ۲۲۴ |
| حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی تواضع | ۲۲۴ |
| حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی تواضع کا دوسرا واقعہ | ۲۲۵ |
| حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی خدمت وتواضع | ۲۲۷ |
| علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی تواضع کے واقعات | ۲۲۸ |
| مولانا محمود رحمہ اللہ کی کمال سادگی | ۲۳۵ |
| حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی تواضع وللہیت | ۲۳۶ |

| | |
|---|---|
| حکیم الامت رحمہ اللہ کی تواضع | ۲۳۹ |
| مقبولین کے اِخلاص کی تاثیر | ۲۳۹ |
| کلمہ اِخلاص سے اسلام کی جیت | ۲۴۰ |
| مقبول حضرات کس قدر مخلص ہوتے ہیں | ۲۴۱ |
| حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا کمال اِخلاص | ۲۴۱ |
| مقبولِ خدا کا کایا پلٹ جملہ | ۲۴۲ |
| تواضع اور انابت الی اللہ | ۲۴۳ |
| سید احمد کبیر رفاعی رحمہ اللہ کی تواضع وانکساری | ۲۴۵ |
| حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ کی کمال تواضع اور عبدیت | ۲۴۶ |
| خط مسیح الامت رحمہ اللہ | ۲۴۶ |
| جواب از حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ | ۲۴۸ |
| (فصل سوم)....اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کا ایک اہم سبب سادگی...ادب واحترام اور خدمت | |
| امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا کمال ادب | ۲۴۹ |
| ادب سے قبولیت | ۲۵۰ |
| قابلیت اور فضل وکمال ادب پر ہے | ۲۵۰ |
| ادب کے راستے قبولیت | ۲۵۱ |
| حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی انکساری وخاکساری | ۲۵۱ |
| حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی مقبولیت اور سادگی | ۲۵۳ |
| ایک مقبولِ خدا کی خدمت خلق | ۲۵۴ |
| تواضع اور جذبہ خدمت کا عجیب واقعہ | ۲۵۵ |

| | |
|---|---|
| شیخ الہند رحمہ اللہ کی خدمت وادب | ۲۵۶ |
| ایک درزی جو مقبولِ خدا ہو گیا | ۲۵۷ |
| خدمت کی فضیلت واہمیت | ۲۵۸ |
| مقبولین کی ترقی | ۲۵۹ |
| خدمت سے خدا ملتا ہے | ۲۶۰ |
| اساتذہ اور اکابر کے احترام سے مقبولیت | ۲۶۳ |
| اُستاد کی خدمت پر قبولیت | ۲۶۴ |
| سادگی اور مخلوق خدا کا خیال | ۲۶۶ |
| بوڑھے کی خدمت کا عجیب واقعہ | ۲۶۶ |
| لوگوں کے کام آنا | ۲۶۷ |
| کمال سادہ طرزِ زندگی | ۲۶۷ |
| ہمسایوں کی رعایت | ۲۶۸ |
| نعمت کی قدردانی | ۲۶۹ |
| مخلوق کی رعایت | ۲۷۰ |
| امیر خادم کے روپ میں | ۲۷۰ |
| حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی کمال بے نفسی | ۲۷۱ |
| ادب سے قبولیت اور قابلیت | ۲۷۲ |
| خدمت وادب سے مقبولیت | ۲۷۲ |
| تواضع سے قبولیت | ۲۷۳ |
| (فصل چہارم)....مقبولیت کے حامل افراد کا حکمت وبصیرت پر مبنی اندازِ تبلیغ | |
| مختصر بات ذریعہ اِصلاح بن گئی | ۲۷۵ |

| | |
|---|---|
| ایک جملہ ذریعہ اِصلاح بن گیا | ۲۷۶ |
| ایک صاحب علم کی اِصلاح کا واقعہ | ۲۷۷ |
| جگر مراد آبادی کا واقعہ | ۲۷۸ |
| مخلصانہ طرزِ گفتگو | ۲۷۹ |
| (فصل پنجم)....مقبولِ خدا بندوں کا اپنے مخالفین سے مثالی برتاؤ....صبر وتحمل....اور عفو ودرگزر | |
| حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا شیطان سے مکالمہ | ۲۸۱ |
| مقبولین کی آہ رائیگاں نہیں جاتی | ۲۸۲ |
| سعید بن جُبیر رحمہ اللہ حجاج بن یوسف کے رُوبرو | ۲۸۳ |
| اللہ تعالیٰ کیسے مقبولین کی ثابت قدمی کا سامان فرماتے ہیں | ۲۸۸ |
| مقبولین اپنے مخالفین کو حکمت سے زیر کرتے ہیں | ۲۸۹ |
| مقبولین کو حکمت بھی القاء کردی جاتی ہے | ۲۹۰ |
| حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا مخالف سے برتاؤ | ۲۹۱ |
| اللہ تعالیٰ مقبولین کی حفاظت فرماتے ہیں | ۲۹۳ |
| اکابرین مقبولین کا اپنے مخالفین سے سلوک | ۲۹۴ |
| مخالفین کے معاملہ میں احتیاط | ۲۹۴ |
| حق پرست مقبولین کا طرز | ۲۹۴ |
| غیر مسلم مہمان کا اکرام | ۲۹۵ |
| گستاخ لوگوں سے معاملہ | ۲۹۵ |
| حکیم الامت رحمہ اللہ کا عجیب واقعہ | ۲۹۶ |
| اہل بدعت سے معاملہ | ۲۹۹ |
| صبر وتحمل اور حلم ودرگزر سے مقبولیت | ۳۰۰ |

(فصل ششم)....اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کا ایک اہم سبب....
زہد وقناعت....اور توکل واستغناء


| | |
|---|---|
| سید الطائفہ رحمہ اللہ کا توکل واستغناء | ۳۰۲ |
| مقبولین کی یوں دستگیری کی جاتی ہے | ۳۰۴ |
| حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا زہد | ۳۰۵ |
| حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کا استغناء | ۳۰۶ |
| حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا توکل واستغناء | ۳۰۶ |
| مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا توکل واستغناء | ۳۰۹ |
| حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کا کمال توکل | ۳۱۰ |


باب 6....غیر مقبول لوگوں کے چند عبرتناک واقعات


| | |
|---|---|
| سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے | ۳۱۲ |
| مقبولین کو ستانے کا انجام | ۳۱۲ |
| اُستاذ کی شان میں گستاخی کرنے سے علم سلب ہو جاتا ہے | ۳۱۴ |
| بے اَدبی وگستاخی کا انجام | ۳۱۴ |
| بے ادبی پر قابلیت کام نہ آئی | ۳۱۴ |
| گستاخی نے قبولیت سے محروم کر دیا | ۳۱۶ |
| گناہ غیر مقبول بنا دیتا ہے | ۳۱۷ |
| مقبولین کی اہانت پر خدائی سزا | ۳۱۷ |
| کفار سے محبت پر غیر مقبولیت | ۳۱۹ |
| بے ادبی کی سزا | ۳۲۰ |

باب 1

# قابلیّت اور مقبُولیّت

فرق.....ترجیح.....
قابلیت کے مقابلے میں
مقبولیت کی فضیلت اور ضرورت
اسلامی تاریخ کی روشنی میں واقعات

# انبیاء علیہم السلام میں قابلیت اور قبولیت کامل درجہ کی ہوتی ہے

حدیث میں واقعہ فرمایا گیا کہ جب غزوۂ بدر ہوا تو غزوۂ بدر میں کفار کی تعداد ایک ہزار تھی اور مسلمان تین سو تیرہ تھے مگر مسلمانوں کو معلوم نہیں تھا کہ دشمن کی تعداد کتنی ہے۔ جب جنگ کے لیے گئے اس وقت پتہ نہیں تھا، بعد میں پتہ چلا تو مشرکین مکہ یعنی دشمن کے کیمپ سے کوئی آدمی راستہ بھول کر صحابہ رضی اللہ عنہم کے لشکر میں آ نکلا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے اُسے پکڑ لیا اور کہا بتا تمہارے لشکر کی تعداد کتنی ہے؟ تو وہ ہوتی ہے کہ بھئی دشمن کی تعداد، سامان اور طاقت کتنی ہے؟ اس کا اندازہ ہو جائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس سے پوچھا، وہ ہوشیار اور اپنے لشکر کا خیر خواہ تھا، اس نے تعداد نہیں بتلائی یوں کہا کہ "وَاللّٰہِ لَکَثِیْرٌ" خدا کی قسم بڑی بھاری جمعیت اور بڑا جتھہ ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے اُسے ستانا شروع کیا، مارا، ڈانٹا ڈپٹا۔ غرض صحابہ رضی اللہ عنہم نے ساری تدبیریں کرلیں مگر وہ بول کے نہیں دیا۔ یوں کہتا رہا کہ "وَاللّٰہ لَکَثِیْرٌ" یہ جو آوازیں اُٹھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمے سے نکلے، فرمایا یہ شور کیسا؟ لوگوں نے عرض کیا کہ دشمن کے کیمپ کا ایک آدمی آ پھنسا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم اس سے لشکر کی تعداد معلوم کرنا چاہتے ہیں تاکہ دشمن کی قوت کا پتہ چل جائے، وہ بتاتا نہیں۔

فرمایا چھوڑ دو، کیوں پریشان کرتے ہو، اسے یہاں لاؤ، وہ آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِدھر اُدھر کی باتیں شروع کیں، یہ نہیں پوچھا کہ تعداد کتنی ہے، فرمایا، تمہارے لشکر میں گوشت تو ہوتا ہوگا؟ اس نے کہا جی ہاں روز ہوتا ہے۔

فرمایا کتنے اونٹ ذبح ہوتے ہیں، اس نے کہا دس، فرمایا، بس معلوم ہو گیا ایک ہزار آدمی ہے۔ اس لیے کہ ایک اونٹ میں سو آدمی کھانا کھا سکتے ہیں۔ منٹ بھر میں پتا چلا لیا کہ ایک ہزار کی تعداد ہے تو سارے صحابہ رضی اللہ عنہم عاجز آ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پل بھر میں اس سے بات نکلوالی۔ یہ وحی سے نہیں بلکہ عقل سے پتہ چلا لیا تو انبیاء علیہم السلام کا جیسے علم اور دین کامل ہوتا ہے ایسے ہی ان کی عقل کامل ہوتی ہے کوئی عقل مند ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور انہی کی عقل کے اوپر علم کی وحی اُترتی ہے۔ (دعوات العلم جلد۲)

# اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کی قدر و قیمت

بنی اسرائیل میں ایک شخص بہت زیادہ صدقہ خیرات کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ جب اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوں تو اللہ سے عرض کیجئے کہ آپ کے ہاں میرا مقام کیا ہے؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اللہ سے ہمکلام ہوئے تو یہ بات بھی عرض کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کے خرچ کیے ہوئے کثیر مال میں سے ہم نے صرف ایک اٹھنی قبول کی ہے۔

یہ بات سن کر وہ شخص بڑا رنجیدہ ہوا اور کہنے لگا کہ جب آپ دوبارہ اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوں تو عرض کیجئے گا کہ میری وہ اٹھنی بھی واپس کر دیجئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملاقات پر یہ گزارش بھی پیش کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک اٹھنی دی اور فرمایا کہ یہ اسے دے دینا اور کہنا کہ جب بازار میں کوئی چیز خریدنے جانا تو تول کیلئے ترازو میں یہ اٹھنی رکھ دینا۔ ایک دن وہ بازار گیا اور اسی اٹھنی کے ذریعے کوئی چیز وزن کرانے لگا تو جتنی مقدار کی بھی چیز رکھی گئی اٹھنی والا پلہ جھکا رہا حتیٰ کہ بڑے سے بڑے ترازو میں رکھ کر بھی اسے تولنے کی کوشش کی گئی لیکن بے سود حتیٰ کہ وہ اٹھنی جادو کی اٹھنی مشہور ہو گئی۔

جب وہ عاجز آ گیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اس کے مقابلہ میں ساتوں زمین و آسمان بھی رکھ دیئے جائیں تب بھی یہ ان پر وزنی رہے گی کیونکہ یہ میری قبول کردہ ہے۔ اب تم اس کو صدقہ کر دو اور حسب سابق صدقہ خیرات کرتے رہو۔

اللہ ہم سب کو حُسنِ عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

## عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی قابلیت وقبولیت

صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے..... آپ نے فرمایا: مجھے بتلاؤ وہ کون سا درخت ہے جو مسلمان کے مشابہ ہے، جس کے پتے جھڑتے نہیں، نہ جاڑوں میں نہ گرمیوں میں، جو اپنا پھل ہر موسم میں لاتا رہتا ہے..... عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں آیا کہ کہہ دوں کہ وہ درخت کھجور کا ہے، لیکن میں نے دیکھا کہ مجلس میں حضرت ابوبکر ہیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں اور وہ خاموش ہیں تو میں بھی چپ رہا..... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے.....

جب یہاں سے اٹھ کر چلے تو میں نے اپنے والد (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے یہ ذکر کیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: پیارے بیٹے! اگر تم یہ جواب دے دیتے تو مجھے تمام چیزوں کے مل جانے سے بھی زیادہ محبوب تھا..... (ابن کثیر: ۳/۲۶)

## حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خداداد قابلیت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ میں میراث کے مسائل کے سب سے زیادہ جاننے والے علی رضی اللہ عنہ تھے.... ایک عورت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئی کہ آپ کے قاضی صاحب نے مجھے میراث میں ایک دینار دیا ہے.... حالانکہ میرے بھائی نے چھ سو دینار ترکہ چھوڑا ہے....

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سوچا پھر اس خاتون سے آپ نے کچھ سوالات پوچھے کہ مرحوم بھائی کی دو بچیاں بھی ہیں.... عورت نے ہاں میں جواب دیا فرمایا 2/3 وہ لے گئیں یعنی چھ میں سے چار سو دینار پھر پوچھا کہ مرحوم کی ماں بھی زندہ ہیں....

عورت نے ہاں میں جواب دیا فرمایا 1/6 وہ لے گئی.... یعنی چھ سو میں سے ایک سو پھر پوچھا کہ مرحوم کی بیوی بھی زندہ ہے.... عورت نے ہاں میں جواب دیا فرمایا 1/8 وہ لے گئی

.....یعنی چھ سو میں سے 75 دینار پھر پوچھا کہ بی بی کیا تمہارے بارہ بھائی بھی ہیں.....

اس نے ہاں میں جواب دیا فرمایا 24 دینار وہ لے گئے تو آپ کا ایک دینار بنتا ہے اور قاضی صاحب کا فیصلہ صحیح ہے.....(الطرق الحکمیہ)

## قابلیت بھی نعمت ہے

ایک بزرگ کسی شہر میں پہنچے۔ بڑا شہر تھا اور قلعہ بند تھا۔ دیکھا کہ سارے دروازے بند ہیں اور ہزاروں مال گاڑیاں ادھر رکی ہوئی کھڑی ہیں اور ہزاروں مال گاڑیاں اندر رکی ہوئی کھڑی ہیں۔ دن کا وقت ہے اور شہر میں بالکل آمدورفت نہیں ہے۔

انہیں بڑی حیرت ہوئی کہ اتنا بڑا تجارتی شہر ہے کروڑوں کا بیوپار ہے۔ اس میں اور دروازے بند ہیں انہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ بھائی یہ شہر کے دروازے کیوں بند ہیں لوگوں نے جواب دیا کہ صاحب! بادشاہ کا باز گم ہوگیا ہے (باز ایک شکاری پرندہ ہوتا ہے) اس لئے بادشاہ نے کہا ہے کہ شہر کے دروازے بند کردو کہیں باہر نہ جاسکے اور پھر ڈھونڈتے پھریں بزرگ بڑی حیرت میں رہ گئے کہ بادشاہ بے وقوف ہے کہ ایک پرندے کے لئے دروازے بند کئے ہیں۔ بھلا وہ اڑ کر نہیں جاسکتا ہے۔

چھتوں کے اوپر سے؟ دل ہی دل میں کہا کہ بادشاہ بڑا بے وقوف ہے اور اللہ میاں سے عرض کیا کہ خدایا تیری قدرت کہ کندۂ ناتراش کو تو نے بنادیا بادشاہ جسے اتنی بھی عقل نہیں کہ جانور کو روکنے کے لئے جال ڈالنے کی ضرورت ہے یا شہر پناہ کے دروازے بند کرنے کی۔ اسے تو ملک دے دیا اور ہم جیسا فاضل جوتیاں چٹخاتا پھر رہا ہے، جس کے اندر علم بھی ہے۔

معرفت بھی اور کمالات بھی بھرے ہوئے ہیں۔ ہمیں کوئی پوچھنے والا بھی نہیں ایک وقت کھالیا اور ایک وقت فاقہ ہے۔ تو جس میں یہ دولت موجود ہے وہ جوتیاں چٹخاتا پھرے اور جو ایسے احمق اور کندۂ ناتراش ہیں وہ تخت سلطنت پر بیٹھ جاویں آپ کی عجیب قدرت ہے یہ گویا ایک سوال اور ایک خلجان اللہ کے سامنے پیش کیا۔ وہاں سے جواب آیا کہ اچھا کیا؟ تم اس پر راضی ہو کہ تمہارا علم تمہاری معرفت تمہارا ایمان چھین کر اس بادشاہ کو دے

دیں اور اس کی ساری سلطنت تمہیں دیدیں تیار ہو؟ انہوں نے کہا نہیں اس پر تیار نہیں ہوں معلوم ہوا کہ ایمان کی قوت زیادہ تھی اور توکل کی قوت زیادہ تھی دولت سے ورنہ راضی ہو جاتے کہ میں نے علم بھی دیا ایمان بھی دیا لایئے مجھے تخت سلطنت دیجئے نہیں بلکہ تخت سلطنت پر لات ماردی اور ایمان وعلم اور معرفت نہیں چھوڑی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت بڑی دولت ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کسی کو دونوں دولتیں دے دے کہ مال کی دولت بھی ہو اور ایمان کی قوت بھی ہو اور اللہ پر بھروسہ بھی ہو تو اس کے پاس اللہ نے دین ودنیا دونوں کو جمع کردیا ہے۔

یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے دے دے تو بہرحال دولت دنیا بھی ایک نعمت ہے اور دولت دین اس سے بڑھ کر نعمت ہے اور اگر جمع ہوجاویں تو سب نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہے۔ دونوں کے بچاؤ کی صورت یہ ہے کہ مالداری کے اندر آدمی غرور میں نہ پڑے اور ہر وقت شکر گزار رہے۔ اپنے پروردگار کا اس لئے کہ جو کچھ اسے ملا ہے وہ اس کا حق نہیں تھا بلکہ محض عطاء خداوندی ہے۔ اللہ کے اوپر کسی کا حق نہیں جب فضل سے ملے تو شکر واجب ہوتا ہے۔ لہٰذا ملنے پر شکر ادا کرے اور جس کو مفلسی دی ہے وہ عدل سے دی ہے گویا حکمت و انصاف کا یہی تقاضا تھا کہ اس کو اس حالت میں رکھا جائے تاکہ وہ صبر کرے کیونکہ دونوں ہی راستے جنت کی طرف جاتے ہیں۔ صبر اپنے راستے سے جنت میں پہنچائے گا اور شکر اپنے راستے سے جنت کی طرف لے جائے گا۔ ہیں دونوں کامیاب اور ناجی اور محبوب خداوندی شاکر بھی ہے اور صابر بھی۔ (خطبات طیب)

## قبولیت کیلئے مقبولین کی صحبت ضروری ہے

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوال کے جواب کے سلسلے میں ارشاد فرمایا کہ میں ایک دفعہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آخر وقت عیادت کے لئے گیا.. بہت پریشان، کروٹیں بدل رہے تھے.. مولانا کی شخصیت بڑی عجیب تھی، زبان صاف نہیں،

طرز بیان بالکل الجھا ہوا، تفہیم وقوت بیان بالکل نہیں مگر ایک دردِ دل تھا جس نے دنیا کی کایا پلٹ دی.. بولنے میں کچھ نہ تھے مگر دردِ دل کام کر رہا تھا.. معلوم ہوا کہ تبلیغ اسی کی اثر کرتی ہے جس میں دردِ دل ہو.. بڑے بڑے واعظ ان کی لمبی تقریریں، صاف اور سریلی آوازیں، زبردست قوت بیان مگر ان کی ساری عمریں گزر گئیں، ہدایت ایک کو بھی نہیں ہوئی.. بات وہی ہے کہ جس میں دردِ دل نہ ہو اسکی بات اثر نہیں کرتی..

ایک مولوی صاحب کوئٹہ میں رہتے ہیں کہنے لگے جب بھی کراچی آتا ہوں.. جمعہ فلاں مولوی صاحب کے پیچھے پڑھتا ہوں.. مگر میرے دل میں ان سے عقیدت نہیں.. یہ دیکھئے عجیب بات ہے کوئٹہ سے آکر جس مولوی کے پیچھے جمعہ ضرور پڑھیں ان سے عقیدت نہیں تو بات یہ ہے کہ خوش الحانی اور لفاظی کا کوئی فائدہ نہیں بس دردِ دل کام کرتا ہے..

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی آخر عمر میں ضعف کی وجہ سے صحیح طور پر آواز لوگوں کو سنائی نہیں دیتی تھی.. مگر جو لوگ آتے تھے وہ کیا پا کر جاتے تھے نہ سمجھنے کے باوجود لوگوں کو کتنا فائدہ ہوتا تھا اس کا اندازہ نہیں..

ایک مولوی صاحب کا تازہ واقعہ ہے.. چونکہ نوجوان ہیں اچھے بولنے والے ہیں ایک خاندان نے بزرگ سمجھ کر ان کو رشتہ دے دیا.. ٹیپ میں ریکارڈ کر کے اس کی تقاریر لڑکی اور اس کی والدہ کو سناتے رہے.. سارا خاندان ہی لٹو ہو گیا کہ یہ تو بڑے بزرگ ہیں.. بس جلدی سے رشتہ دے دیا.. اب (شادی کے بعد) وہ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ بے پردہ رہنا پڑے گا.. مولوی کی ماں کا بھی اصرار ہے کہ بے پردہ ہی رہنا ہوگا.. لڑکی مجھ سے بیعت ہے.. اس کا خط آیا ہے کہ میرے ابا نے استخارہ بھی کیا تھا اور شادی بھی میری شوال میں ہوئی.. میں سمجھتی تھی کہ شوال میں شادی میں برکت ہوگی مگر نتیجہ یہ نکلا، وہ بے پردگی کا حکم دیتے ہیں لڑکی کہتی ہے جی چاہتا ہے کہ بڑے بڑے پوسٹر شائع کر کے لگوا دوں کہ یہ بڑا مکار ہے، عیار ہے.. اس کی لچھے دار تقریریں سن کر بزرگ نہ سمجھنا.. میں نے کہا ایسے پوسٹر لگانے سے کیا فائدہ؟ میں نے لکھا کہ استخارہ کے ساتھ کسی جاننے والے سے استشارہ (یعنی مشورہ) بھی لے لیا ہوتا.. استخارہ کی جتنی اہمیت ہے اس سے کہیں زیادہ اہمیت مشورہ لینے کی ہے..

اتنا بڑا مقرر بے پردگی پر کیوں اصرار کر رہا ہے..اس لئے کہ علم تو ہے لیکن عمل کی قوت موجود نہیں..جو صحبت اہل اللہ سے نصیب ہوتی ہے۔

اسی لئے ایک وعظ میں فرماتے ہیں "کسی بات کا علم رکھنے اور جاننے کے باوجود اس پر عمل کیوں نہیں کرتے..اس کا ایک ہی سبب اور ایک ہی وجہ ہے اور وہ ہے کسی عالم باعمل کی صحبت کا نہ ہونا..بس اس بے عملی کا یہی علاج ہے کہ کسی ایسے علم والے کے پاس بیٹھا جائے جس کا عمل اس کے علم کے عین مطابق ہو وہ جو کہے اس پر خود بھی عمل کرے..اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحبت صالح کی اہمیت اور توفیق عمل نصیب فرمائے..آمین..

## مقبولیت اعلیٰ صفات سے ملتی ہے

حضرت یحییٰ معاذ رازی رحمہ اللہ کے ایک بھائی تھے وہ مکہ معظمہ میں جا کے وہاں کے مجاور ہو گئے تھے انہوں نے حضرت یحییٰ معاذ رحمتہ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ مجھ کو تین چیزوں کی آرزو تھی دو ان میں سے مجھ کو حاصل ہوئیں ایک باقی ہے آپ دعا کیجئے تا کہ وہ بھی حاصل ہو جائے اور اُن تینوں آرزوؤں سے ایک یہ ہے کہ میں اپنی اخیر عمر تک ایک مبارک جگہ میں رہوں....چنانچہ اب میں خانہ کعبہ میں پہنچ گیا ہوں کہ یہ سب سے بڑھ کر مبارک جگہ ہے یہ آرزو پوری ہوئی....

دوسری آرزو: یہ کہ میرا ایک خادم ہوتا کہ میری خدمت کرے اور میرے وضو کے واسطے پانی تیار کرے سو وہ خدا تعالیٰ نے پوری کر دی کہ ایک خادم مجھ کو عطا کیا....

تیسری آرزو: یہ کہ موت سے پہلے آپ کو دیکھوں تو اُمید ہے کہ حق تعالیٰ پوری کرے گا...

حضرت یحییٰ معاذ رحمہ اللہ نے جواب تحریر فرمایا: جو آپ نے لکھا ہے کہ میں بہترین جگہ کی آرزو رکھتا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ آپ خود بہترین مخلوق بنئے اور پھر جس جگہ میں بھی رہنا پسند ہو رہئے....یاد رکھئے کہ جگہ مَردوں سے بزرگ اور عزیز بنا کرتی ہے نہ کہ مرد جگہ سے....

اور آپ نے لکھا ہے کہ مجھے خادم کی آرزو تھی اور وہ پوری ہو گئی اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آپ میں مروت اور جوانمردی ہوتی تو آپ حق تعالیٰ کے خادم کو اپنا خادم نہ بناتے اور حق تعالیٰ کی خدمت سے اس کو باز نہ رکھتے اور اپنی خدمت میں مشغول نہ کرتے آپ کو تو خود

خادم بننا چاہئے نہ کہ آپ مخدومی کی آرزو کرتے ہیں.... یاد رکھئے کہ مخدومی حق تعالیٰ کی صفات سے ہے اور خادمی بندہ کی صفات سے پس بندہ کو بندہ ہی رہنا چاہئے اور جبکہ بندہ حق تعالیٰ کے صفات کی آرزو کرے ایسا جاننا چاہئے کہ فرعونی کرتا ہے....

تیسرے یہ کہ آپ نے لکھا ہے کہ مجھ کو تیرے دیدار کی آرزو ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپ خدا تعالیٰ سے غافل ہیں اگر آپ خدا تعالیٰ سے باخبر ہوتے تو میں آپ کو ہرگز یاد نہ آتا آپ کو لازم ہے کہ حق تعالیٰ کے ساتھ اس طرح صحبت رکھو کہ کبھی آپ کو بھائی کی یاد نہ آئے کہ وہاں فرزند کی قربانی کرنا چاہئے بھائی کا کیا ذکر ہے اور بھائی بے چارہ کس شمار میں ہے....کون ہے اور اگر آپ نے اسکو پالیا تو پھر مجھے کیا کریں گے اور اگر اسکو نہ پایا تو مجھ سے آپ کو کیا فائدہ ہوگا.... (قلمی ملفوظات مولانا عبدالمجید بچھرانویؒ خلیفہ حضرت تھانویؒ)

# قابلیت اور قبولیت کا فرق

ایک مرتبہ شیخ طریقت حضرت حافظ محمد ناصر الدین خاکوانی مدظلہم نے قریبی زمانہ کے بزرگوں میں سے کسی بزرگ کا واقعہ سنایا کہ ان کی خدمت میں ایک بڑی صاحب علم شخصیت بغرض بیعت حاضر ہوئی۔ بزرگ نے انہیں عملیات چھوڑ دینے کی شرط پر بیعت فرمالیا اور کچھ عرصہ بعد خلافت سے بھی نواز دیا۔

ایک مرتبہ وہ صاحب علم حاضر خدمت ہوئے تو بزرگ نے پوچھا کہ آپ نے عملیات کا کام ابھی تک نہیں چھوڑا؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت!! میں نے تو عملیات کا کام چھوڑ دیا ہے۔

بزرگ نے فرمایا ابھی تو تمہارے موکل ہمزاد جن نے مجھ سے مصافحہ کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے عملیات کا کام نہیں چھوڑا۔

پھر ان بزرگ نے صاحب علم سے خلافت بھی واپس لے لی۔

پس معلوم ہوا کہ صاحب علم کے پاس کمال علم اور قابلیت تو تھی لیکن قبولیت کی تلاش میں وہ اللہ والے بزرگ کی خدمت میں گئے تھے۔ دوسری طرف بزرگ کے پاس شاید اتنی علمی قابلیت تو نہ تھی لیکن خداداد مقبولیت تھی جس کی برکت سے انہیں عالم صاحب کے

زیر تابع جنات نے مصافحہ کیا۔ سچ ہے کہ

خاصانِ خدا خدا نباشد لیکن از خدا جدا نباشد

جب مقبولیت حاصل ہو جاتی ہے تو بڑے بڑے قابلیت کے حامل تابع فرمان ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ہر قدم پر اللہ کے ہاں مقبولیت کی فکر کرنی چاہیے۔ (از مرتب)

## علمی کمال کی پانچ وجوہات

حصول علم میں ادب اور تقویٰ کو بڑا دخل ہے... چناں چہ ایک شخص نے مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا... حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی وہی کتابیں پڑھی تھیں... جن کو سب پڑھتے ہیں... پھر ان کو اتنا علم کہاں سے آیا؟

مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس میں کئی چیزوں کو دخل ہے...

ایک تو مولانا طب کی رو سے معتدل مزاج تھے...

دوسرے یہ کہ ان کو استاذ بڑے کامل ملے... یعنی مولانا مملوک علی رحمۃ اللہ علیہ جن کا علم وفضل کسی سے مخفی نہیں...

تیسری یہ بات کہ متقی اعلیٰ درجہ کے تھے...

چوتھی بات یہ کہ ان میں استاذ کا ادب، بہت زیادہ تھا...

پانچویں بات یہ کہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جیسے کامل پیر تھے...

(اسلاف کے حیرت انگیز واقعات)

## اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو کیسے نوازتا ہے

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ امت کے ان عظیم محسنوں میں سے ہیں، جن کے احسانات سے اس امت کی گردن ہمیشہ جھکی رہے گی.. خاص طور پر فقہ حنفی کے پیرووں کے لئے ان کی خدمات نا قابل فراموش ہیں.. انہوں نے نہ صرف بحیثیت فقیہ اپنے شیخ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے علوم کو امت کی طرف منتقل کیا، بلکہ قاضی القضاۃ کی حیثیت سے

اس فقہ کو محض نظریاتی حیثیت سے نکال کر جیتی جاگتی زندگی میں عملاً نافذ فرمایا۔۔

حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے والد ابراہیم ان کے بچپن ہی میں انتقال کر گئے تھے، ان کی والدہ نے فکر معاش کی وجہ سے انہیں ایک دھوبی کے حوالے کر دیا، لیکن انہیں پڑھنے کا شوق تھا، یہ جا کر امام ابو حنیفہؒ کے درس میں بیٹھنے لگے۔۔والدہ کو علم ہوا تو انہوں نے منع کیا، اور اس بناء پر وہ کئی روز امام ابو حنیفہؒ کے درس میں نہ جا سکے۔۔ذہین اور شوقین طالب علم کی طرف استاذ کی توجہ طبعی بات ہے۔۔جب کئی دن کے بعد وہ درس میں پہنچے تو امام صاحبؒ نے غیر حاضری کی وجہ پوچھی۔۔انہوں نے سارا ماجرا بیان کر دیا۔۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ نے درس کے بعد انہیں بلایا، ایک تھیلی حوالے کی جس میں سو درہم تھے۔۔اور فرمایا کہ: ''اس سے کام چلاؤ، اور جب ختم ہو جائیں تو مجھے بتانا۔'' حضرت امام ابو یوسفؒ خود فرماتے ہیں کہ اس کے بعد کبھی مجھے امام صاحب کو یہ بتانے کی نوبت نہیں آئی کہ تھیلی ختم ہو چکی ہے، ہمیشہ جب پیسے ختم ہو جاتے، امام صاحب رحمہ اللہ خود ہی مزید پیسے عطا فرما دیتے، جیسے انہیں ختم ہونے کا الہام ہو جاتا ہو۔۔

ان کی والدہ شاید یہ سمجھتی ہوں گی کہ یہ سلسلہ کب تک چل سکتا ہے؟ کوئی مستقل ذریعہ معاش ہونا چاہئے۔۔اس لئے ایک مرتبہ انہوں نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے کہا کہ یہ یتیم بچہ ہے میں چاہتی ہوں کہ کوئی کام سیکھ کر کمانے کے لائق ہو جائے، اس لئے آپ اسے اپنے درس میں شریک ہونے سے روکئے۔۔لیکن حضرت امام ابو حنیفہؒ نے جواب دیا کہ: ''یہ تو پستے کے گھی میں فالودہ کھانا سیکھ رہا ہے۔۔'' والدہ نے اسے مذاق سمجھا اور چلی گئیں۔۔

لیکن امام ابو یوسف رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی علم کی بدولت وہ قدر و منزلت عطا فرمائی کہ میں قضاء کے منصب تک پہنچا، اور اس دوران بکثرت خلیفہ وقت ہارون رشید کے دستر خوان پر کھانا کھانے کا اتفاق ہوتا تھا۔۔ایک روز میں ہارون رشید کے پاس بیٹھا تھا کہ اس نے ایک پیالہ مجھے پیش کیا، اور بتایا کہ ''یہ بڑی خاص چیز ہے، جو ہمارے لئے بھی کبھی کبھی بنتی ہے۔۔'' میں نے پوچھا: ''امیر المؤمنین! یہ کیا ہے؟

'' کہنے لگے کہ: '' یہ پستے کے روغن میں بنا ہوا فالودہ ہے۔'' یہ سن کر مجھے حیرت کی وجہ

سے ہنسی آ گئی.. ہارون رشید نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو میں نے اسے سارا قصہ سنایا، وہ بھی حیرت زدہ رہ گیا اور کہنے لگا کہ ''اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر رحم فرمائے، وہ اپنی عقل کی آنکھ سے وہ کچھ دیکھتے تھے جو چشم سر سے نظر نہیں آ سکتا..'' (تاریخ بغداد)

اللہ تعالیٰ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی صحبت کی برکت سے علم وفقہ میں وہ مقام بخشا جو بہت کم کسی کو نصیب ہوتا ہے، فقہ کے علاوہ علم حدیث میں بھی ان کا مقام مسلم ہے، یہاں تک کہ جن حضرات نے غلط فہمیوں کی بناء پر حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ پر علم حدیث میں جرح کی ہے، وہ بھی امام ابو یوسف کو حدیث میں ثقہ مانتے ہیں.. (کتاب الثقات، لابن حبان رحمہ اللہ) بلکہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے علم حدیث حاصل کرنا چاہا تو سب سے پہلے قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کے پاس گیا، اس کے بعد دوسرے مشائخ سے علم حاصل کیا.. (تاریخ بغداد)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وفات کے بعد تقریباً سترہ سال آپ قاضی کے منصب پر فائز رہے، اور اسلام میں ''قاضی القضاۃ'' کا لقب سب سے پہلے آپ ہی کے لئے استعمال ہوا.. لیکن حضرت یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ منصب قضاء کی زبردست مصروفیات کے باوجود آپ یہ عہدہ سنبھالنے کے بعد دن اور رات میں ملا کر دو سو رکعتیں یومیہ پڑھا کرتے تھے.. (مرآۃ الجنان للیافعی)

حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو سب سے پہلے خلیفہ موسیٰ بن المہدی نے قاضی بنایا تھا.. اتفاق سے اسی کا ایک عام شہری سے ایک باغ کے سلسلے میں کچھ تنازعہ پیش آ گیا، اور مقدمہ قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کے پاس آیا.. خلیفہ موسیٰ کی طرف سے اس کی ملکیت پر گواہ پیش ہو گئے.. اور گواہوں کی گواہی کی بناء پر بظاہر فیصلہ خلیفہ ہی کے حق میں ہونا تھا، لیکن امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو کچھ شبہ ہو گیا کہ شاید حقیقت اس کے خلاف ہے جو گواہوں کی گواہی سے ظاہر ہو رہی ہے، اس لیے انہوں نے موسیٰ بن المہدی کو عدالت میں طلب کر کے ان سے کہا کہ ''امیر المؤمنین! آپ کے فریق مخالف کا مطالبہ ہے کہ آپ سے یہ قسم لی جائے کہ آپ کے گواہوں نے سچی گواہی دی ہے..''

عام قاعدے کی رُو سے مدعی اگر اپنے دعوے پر قابل اعتماد گواہ پیش کر دے، تو مدعی کو قسم کھانے پر مجبور نہیں کیا جاتا، اس لیے موسیٰ نے پوچھا

''کیا آپ کی رائے میں اس طرح مدعی سے قسم لینا درست ہے؟''

امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے جواب دیا، ''قاضی ابن ابی لیلیٰؒ کا مسلک یہی تھا کہ وہ مدعی سے قسم لینے کو جائز سمجھتے تھے..'' خلیفہ کو کسی مادی تنازعے میں قسم کھانا گوارا نہ تھا، اس لئے خلیفہ نے کہا: ''میں باغ سے مدعا علیہ کے حق میں دستبردار ہوتا ہوں..''

چنانچہ باغ مدعا علیہ کو دلوا دیا گیا.. (تاریخ بغداد)

سترہ سال قضاء کی نازک ذمہ داریاں ادا کرنے کے بعد جب وفات کا وقت آیا تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ ''الحمدللہ، میں نے جان بوجھ کر کسی مقدمے میں ناحق فیصلہ نہیں کیا.. ہمیشہ کتاب وسنت کی روشنی میں فیصلہ کرنے کی کوشش کی.. اور جس مسئلے میں کبھی کوئی مشکل پیش آئی، اس میں امام ابو حنیفہؒ کے قول پر اعتماد کیا، کیونکہ میرے علم کے مطابق وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے بہترین شارح تھے..''

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ امام ابو یوسفؒ کے ہمعصر تھے، ایک دن انہوں نے اپنے متوسلین میں سے کسی سے کہا کہ: ''امام ابو یوسفؒ آج کل بیمار ہیں، اگر ان کا انتقال ہو جائے تو مجھے ضرور بتانا..'' (مقصد یہ تھا کہ ان کی نماز جنازہ میں شرکت کریں..)

وہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں امام ابو یوسفؒ کی حالت معلوم کرنے کے لئے ان کے گھر پہنچا تو وہاں سے جنازہ باہر نکل رہا تھا، میں نے سوچا کہ اب اتنا وقت نہیں ہے کہ حضرت معروف کرخیؒ کو اطلاع کی جائے اور وہ جنازے میں شریک ہوسکیں، اس لئے میں خود ان کی نماز جنازہ میں شامل ہوگیا اور بعد میں حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ کو سارا واقعہ بتایا.. حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ بار بار اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھتے رہے اور جنازے میں شرکت نہ کر سکنے پر بہت افسوس کا اظہار کرنے لگے..

جو عالم سترہ سال تک قضاء کے سرکاری منصب پر فائز رہا ہو، اس کے بارے میں معاصرین کو اگر بدگمانیاں پیدا نہ ہوں تو کم از کم ان کی بزرگی اور ورع وتقویٰ کا ایسا احساس

باقی نہیں رہتا کہ حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ جیسے صوفی بزرگ ان کے جنازے میں شریک نہ ہونے پر رنجیدہ ہوں.. شاید اس لئے ان صاحب نے حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ''ان کے جنازے میں شرکت نہ کرنے پر آپ کو اتنا افسوس کیوں ہے؟

حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے (غالباً خواب میں) دیکھا ہے کہ جیسے میں جنت میں گیا ہوں، وہاں ایک محل بن کر تیار ہوا ہے، اس کے دروازوں پر پردے لٹکائے گئے ہیں؟ میں نے پوچھا کہ: یہ محل کس کا ہے؟

مجھے جواب ملا کہ یہ قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کا ہے.. میں نے پوچھا کہ ان کو یہ مرتبہ کس عمل کی بدولت ملا؟ جواب دیا گیا کہ: وہ لوگوں کو بھلائی کی تعلیم بھی دیتے تھے، اور خود بھی اس کے حریص تھے، اور لوگوں نے انہیں تکلیفیں بھی بہت پہنچائیں..'' (تاریخ بغداد)

## مقبولین کی مبارک تمنائیں

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں عبدالملک بن مروان، عبداللہ بن زبیر اور ان کے دونوں بھائی مصعب بن زبیر اور عروہ بن زبیر ایک مرتبہ مسجد حرام میں مل بیٹھے تو ان میں سے کسی نے کہا کہ آج آپس میں اپنی اپنی خواہشات کا اظہار کرنا چاہئے۔

عبداللہ بن زبیر نے ابتدا کرتے ہوئے کہا کہ میری خواہش ہے کہ میں حرمین پر قبضہ کر کے خلافت حاصل کرلوں۔

مصعب بن زبیر نے کہا کہ میری آرزو ہے کہ دونوں عراقوں پر قبضہ کرلوں اور قریش کی دو شریف زادیوں سکینہ بنت حسین اور عائشہ بنت طلحہ کو اپنے عقد نکاح میں لے آؤں۔

عبدالملک بن مروان نے کہا میری خواہش ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا جانشین بن جاؤں اور ساری دنیا پر بادشاہت کروں۔

جب سب اپنی خواہشات کا اظہار کر چکے تو حضرت عروہ بن زبیر نے کہا کہ تمہاری خواہشات تمہیں مبارک، میری تو صرف یہ تمنا ہے کہ دنیا سے بے رغبتی اور آخرت میں جنت کا پروانہ مل جائے اور مجھ سے اس علم (یعنی علم حدیث) کا فیضان جاری ہو جائے۔

نیرنگیٔ تقدیر دیکھئے کہ ہر ایک کی خواہش وتمنا کی تکمیل ہوگئی اور ہر ایک نے اپنی آرزو کو پالیا۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو علم حدیث میں اللہ تعالیٰ نے جو مقام عطا فرمایا اوران کا جو فیض جاری ہوا وہ اہل علم جانتے ہیں۔ ان کی یہ ایک تمنا تو برآئی دوسری تمنا جنت کی تھی۔ عبدالملک بن مروان کہا کرتا تھا جو شخص کسی جنتی کو دیکھنا چاہتا ہے تو عروہ بن زبیر کو دیکھے (کیونکہ انہوں نے جنت کی خواہش کی تھی)۔ (وفیات الاعیان)

# علم وقابلیت کے ساتھ

# نورِ نبوت اور قبولیت بھی حاصل کیجئے

مؤرخ اسلام علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ جب حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے بیعت ہوئے تو کسی نے پوچھا کہ آپ کے پاس تو پہلے ہی بہت علم تھا... اس بیعت سے آپ کو کیا ملا؟ فرمایا میرے پاس پہلے علم نبوت تھا.... اب مجھے نور نبوت حاصل ہوا ہے...

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے شاہ معین الدین صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:...

''حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات اور مواعظ رشد و ہدایت کا گنجینہ... حکمت و معرفت کا خزانہ اور طالبین دین کیلئے ایک نعمت عظمیٰ ہے جن سے خلق اللہ کو بڑا فائدہ پہنچا ہے... انکے مطالعے سے ایمان میں تازگی اور روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے اس لیے ہر مسلمان کو اس سے فائدہ اُٹھانا چاہیے۔''

ایک مجلس میں فرمایا ''بزرگوں سے تعلق بڑی نعمت ہے... لوگ اس کی قدر نہیں کرتے مجھ کو تو اس لیے بھی اس کی خاص قدر ہے کہ میرے پاس تو سوائے بزرگوں کی دُعا کے اور کچھ نہیں ہے... نہ علم ہے نہ عمل ہے اگر ہے تو صرف یہی ایک چیز ہے...'' (افاضات)

فرمایا: ''یہ صحبت میرے نزدیک اس زمانے میں فرض عین ہے... بڑے ہی خطرے کا وقت ہے جو چیز مشاہدہ سے ایمان کی حفاظت کا سبب ہو... اس کے فرض عین ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے؟''

فرمایا: ''اگر کتابی علم کامل ہو اور تربیت نہ ہو تو چالاکی اور دھوکا دہی کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے'' اور فرمایا: ''نیک صحبت نہ ہونے کی وجہ سے اس وقت یہ حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ استادوں کے ساتھ استہزاء... قرآن و حدیث میں تحریف (کی جانے لگی ہے) اس وقت کمالات کی انتہا لوگوں کے نزدیک یہ ہو گئی ہے کہ تقریر اور تحریر ہو اور اپنے کو اپنے اُستادوں اور بزرگوں کے برابر خیال کرنے لگے۔''

فرمایا: ''صاحب کمال ہونے کی علامتیں یہ ہیں کہ ایک تو بقدر ضرورت علم دین جانتا ہو... دوسرے شریعت پر پوری طرح کاربند ہو... تیسرے اس میں یہ بات ہو کہ جس امر کو خود نہ جانتا ہو علماء سے رجوع کرتا ہو علماء سے اس کو وحشت نہ ہو... چوتھے یہ کہ اس میں روک ٹوک کی عادت ہو... مریدین اور متعلقین کو ان کی حالت پر نہ چھوڑ دیتا ہوں...

پانچویں یہ کہ اس کی صحبت میں یہ برکت ہو کہ اسکے پاس بیٹھنے سے دُنیا کی محبت کم ہوتی جائے... چھٹے یہ کہ اس کی طرف صلحاء اور دین کو سمجھنے والے لوگ زیادہ متوجہ ہوں اور یہ کمال کی بڑی علامت ہے... جس شخص میں یہ علامتیں پائی جائیں وہ مقبول اور کامل ہے... اسکے پاس جایئے اور اس کی صحبت سے مستفیض ہو جایئے۔''

فرمایا: ''صحبت اولیاء اللہ میں ایک خاص بات قلب میں ایسی پیدا ہو جاتی ہے کہ جس سے خروج عن الاسلام کا احتمال نہیں رہتا... خواہ گناہ اور فسق و فجور بھی اس سے وقوع میں آئیں... لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائے... مردودیت کی نوبت نہیں پہنچتی... برخلاف اس کے ہزاروں سال کی عبادت میں بھی بذات خود یہ اثر نہیں کہ وہ کسی کو مردودیت سے محفوظ رکھ سکے... چنانچہ شیطان نے لاکھوں برس عبادت کی لیکن وہ اس کو مردودیت سے نہ روک سکی... یہی معنی ہیں اس شعر کے:

یک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

فرمایا: ''کتب درسیہ کی فراغت کے بعد آپ کے ذمے واجب العمل ہے کہ اگر ظاہری علوم کی تحصیل میں دس سال ختم کیے تو باطن کی درستی میں فی سال ایک ماہ ہی خرچ کر دیجئے... یعنی کم از کم دس مہینے کسی کامل کی خدمت میں صرف کیجئے اور اس کے ارشاد کے

مطابق عمل کیجئے... خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ اس کی برکت سے دولت خشوع عطا فرماتے ہیں اور علم کا اثر قلب کے اندر پیوست ہو جاتا ہے.." (دعوات عبدیت 13/42)

## مقبولین ہی کا فیض عام وتام ہوتا ہے

اکابر واسلاف جن سے اللہ تعالیٰ نے دین کا بیش بہا کام لیا ہے یہ وہی اکابر تھے جنہوں نے علوم ظاہری پر کبھی بھی اکتفا نہیں کیا.. بلکہ ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد باطنی اصلاح کے لئے انہوں نے وقت کے کسی نہ کسی شیخ کامل سے رجوع فرمایا.. علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں.. "ہندوستان میں جن بزرگوں کے دم قدم سے اسلام کی روشنی پھیلی وہ حقیقت میں وہی تھے جن کی ذات میں مدرسہ اور خانقاہ کے کمالات کی جامعیت تھی کہ وہ اسوۂ نبوت سے قریب تر تھے.. اس لئے ان کا فیض بعید سے بعید تر حصہ تک پھیلتا گیا.. شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ سے لے کر شاہ اسماعیل رحمہ اللہ تک آپ ایک ایک کر کے دیکھیں تو ظاہر و باطن کے علوم والوں کی یکجائی کا نظارہ آپ کو ہوگا.. وہ علوم وتدریس کے وقت **یعلمھم** الآیۃ کا جلوہ دکھاتے اور حجروں میں بیٹھ کر **یزکیھم** کی جلوہ ریزی فرماتے تھے.. صحابہ اور ان کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین کے تین زمانوں تک یہ دونوں ظاہری و باطنی کام اسی طرح برابر جاری رہے.. جو استاذ تھے وہ شیخ تھے اور جو شیخ تھے وہ استاذ تھے..

اس کے بعد وہ دور آنا شروع ہوا جس میں مسند ظاہری کے درس گو، باطن سے کورے اور باطن کے روشن دل ظاہر سے عاری ہونے لگے.. اور عہد بہ عہد ظاہر و باطن کی یہ خلیج بڑھتی ہی چلی گئی.. جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدارس سے علماء دین کی جگہ علماء دنیا نکلنے لگے اور باطن کے مدعی علم شریعت کے اسرار وکمالات سے جاہل ہو کر رہ گئے.. (ص ۱۲)

حضرت سید سلیمان ندوی ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ اہل علم مدارس سے علم نبوت تو حاصل کر لیتے ہیں لیکن نور نبوت کے حاصل کرنے کیلئے کسی شیخ کامل سے وابستگی ضروری ہے..

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ علماء کرام علوم ظاہرہ کی تکمیل کیلئے مدارس میں آٹھ سال لگاتے ہیں.. اگر باطنی اصلاح کیلئے صرف آٹھ ماہ بھی کسی

شیخ کامل کے ہاں گزار دیں تو علم عمل میں ڈھل جائے گا..

حضرت امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ نے اپنے خلیفۂ خاص حکیم الامت حضرت تھانویؒ رحمہ اللہ سے فرمایا کہ میرے پاس کتب دینیہ کا معتد بہ ذخیرہ ہے..اسے بھی ہندوستان اپنے ساتھ لے جاؤ.. حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت کتابوں میں کیا رکھا ہے..کچھ اپنے سینے سے عطا فرمایئے یہ بات وہی ہے جو اس شعر میں مولانا روم نے فرمائی ہے..

صد اوراق کتب در نار کن سینہ را از نور حق گلزار کن

حکیم الامت کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جب تک باطنی اصلاح نہ ہوئی ہو تو محض کتابوں کا علم معلومات کا ڈھیر تو بن جاتا ہے لیکن عمل کی شکل اختیار نہیں کرتا..اور جو علم..عمل کیلئے نہ ابھارے وہ بروز قیامت اسکے خلاف حجت بن جائیگا..اسلئے حصول علم کے بعد شیخ کامل سے اصلاح ضروری ہے..

دور حاضر کے مشہور اکابر جن کا فیض عام اور جاری وساری ہے تحقیق کے بعد یہی معلوم ہوگا کہ ان کا کسی نہ کسی شیخ کامل سے اصلاحی تعلق قائم ہے سچ کہا اکبر الہ آبادی مرحوم نے ؎

نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

اس لئے ہر شخص کیلئے بالعموم اور اہل علم کے لئے بالخصوص یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی علوم کے لئے کسی شیخ کامل سے تعلق جوڑلیں..اس سے ان شاءاللہ نہ صرف جن دینی خدمات میں آپ مشغول ہیں وہ موثر ہوجائیں گی بلکہ اس راہ سے تعلق مع اللہ کی دولت بھی نصیب ہوجائے گی اور یہ مسلم حقیقت ہے کہ فیض انہی اکابر کا پھیلا ہے جن کا کسی نہ کسی بزرگ سے اصلاحی تعلق رہا ہے..اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ دولت نصیب فرمائے..آمین..

## قابلیت تو یہ ہے

افلاطون نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ اگر آسمان کی کمان ہو اور حوادث تیر ہوں اور زمین نشانہ ہو تو آدمی کہاں جائے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تیرانداز کے پاس جاکر کھڑا ہوجائے.....افلاطون بولا کہ یہ جواب بجز نبی کے کوئی نہیں دے سکتا.....کیسی ہی پریشانی ہو ذکر اللہ ایسی دولت ہے کہ اس سے سب بھاگ جاتی ہے.....(حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

# نیکی قبولیت کا ذریعہ بنتی ہے

شیخ المشائخ حضرت شبلی نور اللہ مرقدہٗ سے نقل کیا گیا ہے کہ میرے پڑوس میں ایک آدمی مرگیا.... میں نے اس کو خواب میں دیکھا، میں نے اس سے پوچھا، کیا گزری؟ اس نے کہا شبلی بہت ہی سخت پریشانیاں گزریں اور مجھ پر منکر نکیر کے سوال کے وقت گڑبڑ ہونے لگی.... میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یا اللہ یہ مصیبت کہاں سے آرہی، کیا میں اسلام پر نہیں مرا؟ مجھے ایک آواز آئی کہ یہ دنیا میں تیری زبان کی بے احتیاطی کی سزا ہے....

جب ان دونوں فرشتوں نے میرے عذاب کا ارادہ کیا تو فوراً ایک نہایت حسین شخص میرے اور ان کے درمیان حائل ہوگیا....اس میں سے نہایت ہی بہتر خوشبو آرہی تھی.... اس نے مجھ کو فرشتوں کے جوابات بتادیئے، میں نے فوراً کہہ دیئے.... میں نے ان سے پوچھا، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے، آپ کون صاحب ہیں؟

انہوں نے کہا، میں ایک آدمی ہوں جو تیرے کثرت دُرود سے پیدا کیا گیا ہوں، مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں ہر مصیبت میں تیری مدد کروں....(فضائل دُرود شریف ۹۷)

# اللہ تعالیٰ کا اپنے مقبول بندوں سے معاملہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نقل کیا گیا ہے کہ آدمی دنیا کی ضروریات میں سے کسی ضرورت کو حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں سے اوپر اس کا تذکرہ کرتے ہیں اور فرشتوں سے فرماتے ہیں، اے میرے فرشتو! میرا یہ بندہ دنیا کی ضروریات میں سے فلاں ضرورت کو حاصل کرنے کی کوشش میں لگا ہوا تھا، اگر میں اس کے لئے اس ضرورت کے پورا ہونے کا دروازہ کھول دوں، تو میں اس کے لئے جہنم کا ایک دروازہ کھول دوں گا، لیکن میں اس نعمت کو بندے سے دور کر دیتا ہوں اور میرا بندہ غصے میں مبتلا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کس نے مجھے دھوکہ دیا؟ کس نے میرے خلاف کوشش کی؟ حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے اور حق تعالیٰ اس بندے پر نازل فرماتے ہیں.....(دل کی باتیں)

# خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا کمال ایمان اور قبولیت

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیر کمان مسلمانوں کا لشکر مختلف ممالک میں فتوحات اسلامی کے ڈنکے بجارہا تھا اور اللہ تعالیٰ کی فتح ونصرت کے پرچم اُڑارہا تھا... اسی سلسلہ میں شہر حیرہ کے باغی وطاغی کافروں کی شرارت وعہد شکنی کی خبر پاکر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حیرہ کا رُخ کیا... بہادرانِ اسلام کی آمد کی خبر سنتے ہی اہل حیرہ اپنے قلعوں میں گھس کر قلعہ میں بند ہو گئے...

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب قلعوں کو چاروں طرف سے محصور کرلیا اور کئی ایک شب وروز تک قلعوں کو گھیرے رکھا اور لڑائی اس لیے نہ چھیڑی کہ شاید یہ لوگ راہ راست پر آجائیں... لیکن جب ان کی طرف سے کوئی ایسی تحریک نہ دیکھی... تو حضرت خالد نے حملہ کر کے شہر کی آبادی اور اس کے اندر کے دیروں اور کنیسوں پر قبضہ کرلیا... قبضہ کر لینے کے بعد عمرو بن عبدالمسیح جو کہ نہایت بوڑھا پیر فانی تھا... اپنے قلعہ سے نکل آیا... مسلمانوں نے اسے حضرت خالد کے سامنے پیش کیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن المسیح کی طرف توجہ فرمائی... اور دریافت کیا... تمہاری عمر کتنی ہے؟... عمرو نے کہا: سینکڑوں برس... بوڑھے کے ہمراہ ہی خادم کے پاس ایک زہر کی پڑیا نکلی... اس پر حضرت خالد نے پوچھا اسے ساتھ کیوں لائے ہو؟... اس نے کہا... اس خیال سے کہ اگر تم نے میری قوم کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا... تو میں اسے کھا کر مرجاؤں اور اپنی قوم کی ذلت وتباہی نہ دیکھوں...

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پڑیا سے زہر نکال کر اپنی ہتھیلی پر رکھا اور اس سے کہا! بے موت کوئی نہیں مرتا... اگر موت کا وقت نہ آیا ہو تو زہر بھی اپنا کچھ اثر نہیں کرسکتا... یہ کہہ کر حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے...

بسم اللہ خیر السماء رب الارض والسماء الذی لایضر مع اسمہ داء الرحمٰن الرحیم...

یہ کلمات ادا کر کے وہ زہر پھانک لیا... اس بوڑھے کافر نے یہ اعتقاد اور خدا پر اعتماد کا منظر دیکھا... تو ششدر رہ گیا... اور وہ تمام لوگ بھی حیران رہ گئے جو قلعوں سے نکل آئے تھے... اور عمرو بن المسیح کی زبان سے تو یہ کلمہ بے اختیار نکل گیا کہ:... جب تک تمہاری شان کا ایک شخص بھی تم میں موجود ہے... تم اپنے مقصد میں ناکام نہیں رہ سکتے... (تاریخ اسلام)

## اللہ تعالیٰ کی ذات قدرداں ہے

ایک بزرگ تھے... وہ سفر پر جا رہے تھے... راستہ میں انہیں ایک عیسائی ملا... اس نے کہا کہ مجھے بھی سفر پر جانا ہے چلیں ہم اکٹھے سفر کریں چنانچہ اکٹھے سفر پر چل پڑے... راستہ میں ان کے پاس کھانے پینے کی جو اشیاء تھیں وہ ختم ہو گئیں... فاقے شروع ہو گئے... آگے چلے تو سوچا کہ اب کیا کریں... ان بزرگ (مسلمان) نے مشورہ دیا کہ آج میں دعا مانگتا ہوں اور اللہ تعالیٰ جو رزق دیں گے وہ ہم کھا لیں گے اور کل آپ دعا مانگنا... اس نے کہا' بہت اچھا... چنانچہ پہلے دن مسلمان نے دعا مانگی کہ اے اللہ! میں مسلمان ہوں' اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی حقانیت کو ظاہر فرما دے اور میری لاج رکھ لے...

میری لاج رکھ لے میرے خدا یہ تیرے حبیب ﷺ کی بات ہے

ابھی دعا مانگی ہی تھی کہ تھوڑی دیر کے بعد ایک آدمی کھانے کی بھری ہوئی ایک بڑی سی طشتری لے کر آ گیا... مسلمان دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ الحمدللہ' اللہ تعالیٰ نے میری لاج رکھ لی... پھر سوچنے لگے کہ آج تو اسلام کی برکت سے کھانا مل گیا ہے' اب دیکھیں گے کہ کل عیسائی کے ساتھ کیا معاملہ ہوتا ہے...

کل کا دن آ گیا... اب عیسائی کی باری تھی... چنانچہ وہ بھی ایک طرف چلا گیا... اس نے ایک مختصر سی دعا مانگی اور واپس آ گیا... تھوڑی دیر کے بعد ایک آدمی دو بڑی بڑی طشتریوں میں بھونا ہوا گوشت لے کر حاضر ہو گیا...

جب مسلمان بزرگ نے دیکھا تو حیران ہوئے کہ میں نے کل اسلام کی برکت سے دعا مانگی تو ایک طشتری میں کھانا ملا اور آج اس عیسائی نے دعا مانگی تو اس کی دعا پر دو طشتریوں

میں کھانا آ گیا... یہ کیا معاملہ ہوا؟ ادھر عیسائی بڑا خوش ہے... اس نے دستر خوان بچھایا اور کہنے لگا' جناب! آ کر کھانا کھا لیجئے... مسلمان بزرگ بجھے دل کے ساتھ کھانا کھانے کے لیے بیٹھے... کھانے کو جی نہیں چاہ رہا تھا... کھانا زہر لگ رہا تھا... عیسائی نے کہا' مجھے آپ کا دل پریشان سا نظر آتا ہے انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں واقعی پریشان ہوں کہ یہ کیا معاملہ ہوا...

وہ کہنے لگا' آپ تسلی سے کھانا کھائیں' میں آپ کو دو خوشخبریاں سناؤں گا... وہ فرمانے لگے' نہیں' میں کھانا نہیں کھا سکتا کیونکہ میرا دل غمزدہ ہے... تم خوشخبری پہلے سناؤ تب کھانا کھاؤں گا... وہ عیسائی کہنے لگا... جب میں وہاں گیا تو میں نے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ! یہ تیرا عزت والا مومن بندہ ہے... تو اس کی برکت سے میرے لیے دو طشتریوں میں کھانا بھیج دے... اللہ تعالیٰ نے تیرا واسطہ دینے پر دو طشتریوں میں کھانا بھجوا دیا...

لہٰذا پہلی خوشخبری تو یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہیں اور دوسری خوشخبری یہ ہے کہ میں کلمہ پڑھتا ہوں اور مسلمان ہوتا ہوں... اللہ اکبر (خطبات فقیر ج ۳)

## قابلیت بھی خداداد ہوتی ہے

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مامون کے زمانے میں معتزلہ غلبہ پا گئے اور انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ دیدارِ خداوندی محال ہے، عقلاً ممکن نہیں ہے۔ واقعتہً تو ہوگا ہی نہیں، عقل بھی قبول نہیں کر سکتی۔ اس کے انہوں نے دلائل بیان کیے۔ مسلمان فتنے میں گرفتار ہونا شروع ہوئے، علماء نے جوابات دینا شروع کیے مگر مشکل مسئلے کا اعتراض جلد سمجھ میں آ جاتا ہے اور جواب دیر سے سمجھ میں آتا ہے۔ دقیق مسئلہ تھا تو اعتراض تو سب کی سمجھ میں آ گیا۔ جواب سمجھ میں نہ آئے، فتنہ بڑھتا رہا، علماء عاجز آ گئے۔

آخر اس زمانے کے شیخ ہیں۔ حضرت شیخ شبلی رحمہ اللہ ان کی خدمت میں علماء کا ایک وفد حاضر ہوا کہ حضرت! جتنا ہمارے امکان میں تھا ہم جوابات دے چکے مگر وہ جوابات علمی ہیں اور عوام علم کی باتیں سمجھتے نہیں، اس واسطے شبہات تو ان کے دلوں میں بیٹھ گئے، جوابات نہیں بیٹھتے مگر اب ہم کیا کریں، اب تو اہل اللہ کچھ قلبی تصرف و توجہ سے کام کریں تو یہ فتنہ رفع

ہو، محض علم سے رفع نہیں ہوگا۔ حضرت شیخ شبلی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اچھا! اعلان کردو کہ ہم معتزلہ سے مناظرہ کریں گے۔ اعلان ہو گیا اور جامعہ بغداد میں لاکھوں آدمی جمع ہوئے۔

اوّل تو اس لیے کہ شیخ شبلی رحمہ اللہ اور وعظ کہیں، کبھی نہیں وعظ فرماتے تھے، ایک نئی چیز معلوم ہوئی کہ شیخ رحمہ اللہ کبھی مجمع میں وعظ کہنے کے لیے نہیں آتے تھے، آج وعظ فرمائیں گے تو لاکھوں لوگ جمع ہوئے۔

دوسرے یہ کہ نام مناظرہ کا تھا اور مناظرہ درحقیقت جھگڑا ہے، چاہے وہ علمی ہی سہی، عوام کو جھگڑوں سے زیادہ دلچسپی ہے، کوئی سکون کی بات ہو کوئی نہیں جائے گا اور جھگڑا ہو تو ہزاروں وہاں پہنچ جائیں گے تو لوگوں نے کہا کہ آج مناظرہ اور بحث ہوگی، بڑا تماشہ ہوگا۔ غرض لاکھوں آدمی جمع ہوگئے۔ منبر بچھایا گیا۔

حضرت شبلی رحمہ اللہ بیٹھ گئے۔ معتزلہ کے جتنے علماء تھے وہ قطار باندھ کر سامنے بیٹھ گئے تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا تمہارا دعویٰ کیا ہے؟ معتزلہ نے کہا کہ "دعویٰ ہمارا یہ ہے کہ اللہ کا دیکھنا ناممکن و محال ہے، کبھی نہیں ہوسکتا، عقل گوارا نہیں کرتی، عقلاً محال ہے۔"

تو اہل اللہ پر حقائق روشن ہوتے ہیں۔ وہ لفظوں کی گرفت سے تھوڑا ہی گرفت کرتے ہیں، وہ لمبی تقریریں تھوڑا ہی کرتے ہیں، وہ چٹکی میں ضمیر کو تھام لیتے ہیں۔ شیخ رحمہ اللہ نے دو منٹ میں فیصلہ کردیا، سارے مناظرے ختم ہوگئے۔ معتزلہ سے پوچھا کہ تمہارے دلائل اپنی جگہ ہیں، ہمیں اس سے بحث نہیں، ہم تمہارے دل سے بات پوچھنا چاہتے ہیں کہ تمہارا دل بھی چاہتا ہے اللہ کو دیکھنے کو؟ سب نے کہا دل تو چاہتا ہے۔

فرمایا: یہ دلیل ہے کہ دیکھا جانا ممکن ہے، اس لیے کہ محال کو دیکھنے کی تمنا کبھی قلب کے اندر نہیں آسکتی، اسی چیز کی دیکھنے کی تمنا آئے گی جس کا دیکھا جانا ممکن ہو، کبھی آدمی تمنا نہیں کرے گا کہ میں کان سے دیکھ لوں۔ اس لیے کہ کان کے اندر دیکھنے کی قدرت ہی نہیں، آنکھ سے ہی دیکھنے کی تمنا کرے گا، کبھی یہ تمنا نہیں کرے گا کہ میں زبان سے آواز سن لوں، زبان چکھنے کے لیے ہے، آواز سننے کے لیے نہیں، اس کے لیے کان ہیں، تو کان سے سننے کی اور آنکھ سے دیکھنے اور زبان سے چکھنے کی تمنا کرے گا، یہ نہیں کرسکتا کہ آنکھ کا کام زبان

سے لینے لگے اور زبان کا کام آنکھ سے لینے لگے، یہ دل میں آتا ہی نہیں۔

تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب تمہارے دل میں تمنا ہے کہ ہم اللہ کو دیکھیں تو تمنا اور دل کے اندر رہنا اس کی دلیل ہے کہ دیکھا جانا ممکن ہے جس کا دیکھا جانا محال ہو کبھی اس کے دیکھنے کی تمنا دل میں نہیں آسکتی۔ تو امکان تمہارے ضمیر سے ثابت ہو گیا اور وقوع پیغمبر کی خبر سے ثابت ہے، اب بتلاؤ تمہارا کیا اعتراض ہے؟ اب وہ چپ چاپ بیٹھے وہ تو ان کا دل پکڑا گیا، سارا قصہ ختم ہو گیا، ساری بحث ختم ہوئی اور فتنہ ایک منٹ میں ختم ہو گیا۔

(خطبات حکیم الاسلام، وعظ تاثیر الاعمال جلد 6)

## مقبولیت سے آراستہ اُستاد شاگرد

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام شافعی رحمہ اللہ کی ولادت مصر میں مقام غزاء میں ہوئی ہے اور ابتدائی زمانہ بھی مصر ہی میں گزرا ہے، اور عمر کا بہت سا حصہ مکہ مکرمہ میں گزرا ہے اور ان کی فقہ بھی وہیں پھیلی ہے۔ اس لئے کثرت سے حجازی لوگ شوافع ہیں اور جہاں جہاں تک اثرات پہنچے شافعی بن گئے اخیر زمانہ میں مصر تشریف لائے وہیں وفات ہوئی۔ مصر میں ہی مقام قاہرہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ پر جب بڑھاپا غالب آیا اور چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تو ان کے شاگردوں میں امام احمد بن حنبل ہیں امام وقت ہیں اور ایک جلیل القدر امام کے شاگرد ہیں تو امام احمدؒ کو لکھا کہ میں تو بوڑھا ہو گیا ہوں اب سفر کے قابل نہیں رہا۔ تم سے ملے عرصہ ہو گیا ہے ملنے کو جی چاہتا ہے اگر تم تکلیف کر کے مصر کا سفر کر لو تو تمنا پوری ہو جائے گی۔

امام شافعی رحمہ اللہ استقبال کے لئے مصر سے کئی میل دور باہر نکل گئے اور جب وہ نکلے تو مصر کے تمام علماء ان کے ساتھ نکلے اور جب تمام علماء ساتھ نکلے تو تمام فوجی حکام بھی ساتھ ہو لئے اور جب وہ ساتھ ہوئے تو بادشاہ وقت نے بھی کہا کہ میں بھی ساتھ چلتا ہوں۔ مصر کی حکومت اور قوم سب مل کر امام احمدؒ کے استقبال کو کئی میل آگے بڑھے اور بڑے تزک واحتشام کے ساتھ امام احمد کو لے کر آئے اور امام شافعیؒ کے یہاں مہمان ہوئے۔

حضرت امام احمد رحمہ اللہ نے لکھا کہ حضرت میں حاضر ہو رہا ہوں اور تاریخ متعین کر کے لکھ دی کہ فلاں تاریخ کو مصر پہنچوں گا۔ جب وہ تاریخ آئی تو امام شافعیؒ کے گھر میں خوشی ہی خوشی ہے۔ بچیاں اچھلتی کودتی پھر رہی ہیں کہ ایک امام وقت ہمارے یہاں مہمان ہوگا۔ امام وقت آنے والا ہے۔اور تمام مصر میں خوشی ہی خوشی ہو رہی ہے۔

## امام شافعی رحمہ اللہ کی مہمان نوازی

امام شافعی رحمہ اللہ کی مہمان نوازی ضرب المثل ہے اس قدر مہمان نواز کہ یوں چاہتے تھے کہ سارا گھر مہمان کے پیٹ میں داخل کر دوں۔ انتہائی مدارات اور تکریم کی۔ بہت سی قسم کے کھانے پکوائے۔ اب شام کا وقت ہوا۔ دستر خوان بچھا کر امام احمد کو بلایا گیا امام احمد نے اس طرح گر پڑ کر کھایا جیسے کوئی سات وقت کا بھوکا کھانا کھا رہا ہو۔ اتنا زیادہ کھایا کہ دوسرے لوگوں کو تحیر پیدا ہوا کہ اتنا کھانا تو متقی کی شان سے بعید ہے کہ آدمی اپنے کو حد تک بھر لے۔

جب امام شافعی رحمہ اللہ گھر میں پہنچے تو چونکہ فقہ و تقویٰ کا زمانہ تھا بچیوں نے امام شافعیؒ کا دامن پکڑا کہ یہ کیسا امام ہے جو پیٹ بھر کر کھانا کھاتا ہے۔ یہ تو متقیوں کی شان سے بعید ہے۔ یہ کس قسم کا امام ہے جس کی آپ تعریف کرتے تھے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے جواب نہ بن پڑا اس لئے کہ مجھے خود ناگوار ہو رہا تھا۔ تو بچیوں سے فرمایا کہ یہ خلجان میرے دل میں بھی ہے کہ احمد بن حنبل نے امام وقت ہوتے ہوئے اتنا کیوں کھایا مگر میں بول نہیں سکتا تھا۔ اس لئے کہ میں میزبان ہوں۔ اگر میں کہتا کہ تم کم کھاؤ تو اس کا مطلب ہے کہ میں اپنا کھانا بچانا چاہتا ہوں۔ میرا موقعہ نہ تھا مگر دل میں میرے بھی خلجان ہے۔ اس لئے چپ ہو گئے۔

## عشاء تہجد اور فجر ایک وضو سے

اس کے بعد دونوں امام عشاء کی نماز کے لئے تشریف لے گئے۔ امام شافعیؒ کی صاحبزادیوں نے بستر کیا اور چار پائی کے قریب لوٹا پانی کا بھر کر رکھا تا کہ اخیر شب میں اٹھنے میں وضو وغیرہ کرنے میں دشواری نہ ہو۔ عشاء سے فراغت پر دونوں امام آ کر اپنے

اپنے مقام استراحت پر آرام فرما ہوئے۔ صبح کا وقت ہوا تو دونوں حضرات صبح کی نماز کو مسجد میں تشریف لے گئے۔ صاحبزادیوں نے آ کر بستر لپیٹا تو دیکھا کہ لوٹا اسی طرح پانی سے بھرا ہوا رکھا ہے اب تو ان کے غصہ کا پارہ اور تیز ہو گیا۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ نماز فجر سے فراغت پر جب گھر تشریف لائے تو بچیوں نے دامن پکڑ کر کہا یہ کیسا امام ہے پیٹ بھر کر یہ کھاتا ہے رات کا تہجد اسے نصیب نہ ہو۔ وضو اس نے نہیں کیا۔ یہ کیسا امام ہے جس کی آپ تعریف کر رہے تھے۔

یہ امام کی شان نہیں یہ تو ایک معمولی مسلمان کی شان ہے کہ بہت سے بہت پانچ وقت کی نماز پڑھ لی امام کا رتبہ تو بہت بلند ہے۔

## امام شافعی رحمہ اللہ کا سوال تحیر

امام شافعیؒ سے صبر نہ ہو سکا بہر حال استاد تھے۔ امام احمدؒ بن حنبل سے آ کر کہا کہ اے احمد بن حنبل یہ تغیر تم میں کب سے پیدا ہوا۔ کھانا کھانے بیٹھے تو تم نے انشٹھ کھایا۔

میرے بولنے کا موقع نہ تھا مگر دل میں خلجان ضرور رہا اس کے بعد لوٹا بھرا رکھا رہا' معلوم ہوا کہ تم تہجد کے لئے نہیں اٹھے۔

## امام احمد رحمہ اللہ کا رفع خلجان

امام احمد بن حنبل مسکرائے اور فرمایا حضرت واقعہ وہ نہیں ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں واقعہ کچھ اور ہے۔ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ کیا واقعہ ہے۔ امام احمدؒ نے فرمایا کہ جب کھانا چنا گیا تو اس کھانے پر اس قدر انوار و برکات کی بارش تھی کہ میں نے دنیا میں اتنی حلال کمائی آج تک نہیں دیکھی تھی جتنا آپ کے گھر کا کھانا تھا۔ اس لئے میں نے چاہا کہ جتنا کھا سکتا ہوں کھا لوں چاہے بعد میں سات دن روزہ رکھنے پڑیں مگر یہ کھانا پھر مجھے نہیں ملے گا۔ یہ وجہ تو زیادہ کھانا کھانے کی ہے کہ میں نے اس کھانے کو زیادہ کھا لیا پھر اس پر انوار و برکات کی بارش دیکھی اور اتنا بابرکت اور حلال لقمہ میں نے عالم میں آج تک نہیں دیکھا اور فرمایا کہ اس کی دو برکتیں ظاہر ہوئیں۔ ایک علمی اور ایک عملی۔ علمی برکت تو یہ ظاہر ہوئی کہ رات

چارپائی پر لیٹ کر قرآن کی ایک آیت سے فقہ کے سو مسئلے استخراج کیے میرے اوپر علم کا ایک دروازہ کھل گیا اور عملی برکت یہ کہ عشاء کے وضو سے تہجد پڑھا اور اسی وضو سے نماز فجر پڑھی۔ اس لئے جدید وضو کی ضرورت پیش نہیں آئی۔

امام شافعی رحمہ اللہ پھولے نہ سمائے۔ امام شافعی کھل گئے اور بچیوں سے کہا کہ دیکھا ہمارے یہاں امام وقت مہمان ہے۔ بچیوں کی خوشی کی بھی انتہا نہ رہی۔ یہ بات اس پر یاد آئی تھی کہ اکل حلال سے قلب میں نور اور معرفت پیدا ہوتی ہے اور مشتبہ غذا سے ظلمت اور تاریکی پیدا ہوتی ہے۔ اس سے نیکی کی توفیق بھی سلب ہو جاتی ہے کہ آدمی نیکی کرنا چاہتا ہے مگر توفیق نہیں ہوتی جیسے غالب نے کہا ہے۔

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد پر طبیعت ادھر نہیں آتی غالب

یہ تو معلوم ہے کہ یہ کام عمدہ ہے لیکن کرنے کو جی نہیں چاہتا اور جی اس لئے نہیں چاہتا کہ اندر لقمۂ حرام اور مشتبہ ہے تو توفیق اس سے سلب ہو جاتی ہے۔

عمل صالح کی طرف توجہ باقی نہیں رہتی اور لقمۂ حرام میں یہ اثر ہے کہ توفیق بھی چھن جاتی ہے اور قلب میں کدورت بھی پیدا ہوتی ہے۔ (خطبات طیب)

## دین کی برکت سے قابلیت

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبند تشریف لائے۔ بڑے جوش میں تھے تمام اساتذہ دارالعلوم کو جمع فرمایا پھر ایک میواتی دیہاتی کو جو آپ کے ساتھ تقریر کے لئے کہا، اس نے معذرت کی۔

حضرت کے مقرر فرمانے پر وہ کھڑا ہوا، اور کہا دیکھو جی تقریر تو مجھے کرنی آتی نا، حضرت کا حکم ہے وہ امیر ہیں اور امیر کی اطاعت ضروری، اس لئے کھڑا ہو گیا ہوں ایک بات تم سے کہتا ہوں۔ وہ یہ کہ اگر کسی زمیندار کے دو چھورے ہوں ایک بڑا چھورو ایک چھوٹا چھورو اور وہ بڑے کو کہے کہ یہ مٹکی مکھن کی تقسیم کر دو اور وہ یہ کہہ دے میں تو کام میں لگا ہوا ہوں مجھے فرصت نا، اور واقعۃً ہے بھی وہ کام میں لگا ہوا، پھر وہ چھوٹے چھورو کو کہے جس سے اس مٹکی کا

اٹھنا مشکل ہے اور وہ اٹھا کر لائے مگر ہاتھ سے درمیان میں چھوٹ کر گر پڑے اور پھوٹ جائے تو تم بتاؤ زمیندار کس پر خفا ہو گا؟

ظاہر ہے کہ بڑے چھورو پر خفا ہو گا کہ کام اس کے کرنے کا تھا...... اسی طرح آپ لوگ بڑے چھورو ہو اور ہم چھوٹے چھورو ہیں اب یہ دین کی مٹکی تم اٹھاتے نا...... عذر کرتے ہو کہ ہمیں فرصت نا...... ہم دوسرا کام کر رہے ہیں، ہم کمزوروں نے اٹھالی ہے گرے گی تو پکڑ تمہاری ہو گی ہم سے تو وہ خراب ہی ہو گی۔

## مولانا رفیع الدین رحمہ اللہ کی کمال قابلیت و مقبولیت

حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمہ اللہ ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ آئے.... وہیں ان کی وفات بھی ہوئی.... انہیں یہ حدیث معلوم تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیبی خاندان کو بیت اللہ کی کنجیاں سپرد کی ہیں.... مکہ میں چاہے سارے خاندان (خدانخواستہ) اجڑ جائیں مگر شیبی کا خاندان قیامت تک کے لئے باقی رہے گا....

یہ ان کا ایمان تھا...... مولا نا کو عجیب ترکیب سوجھی.... واقعی ان بزرگوں کو داد دینی چاہئے کہاں ذہن پہنچا.... مولانا نے ایک حمائل شریف اور ایک تلوار.... یہ دونوں لیں اور امام مہدی کے نام ایک خط لکھا کہ: "فقیر رفیع الدین دیوبندی مکہ معظمہ میں حاضر ہے اور آپ جہاد کی ترتیب کر رہے ہیں.... مجاہدین آپ کے ساتھ ہیں جن کو وہ اجر ملے گا جو غزوۂ بدر کے مجاہدین کو ملا تو رفیع الدین کی طرف سے یہ حمائل تو آپ کی ذات کے لئے ہدیہ ہے اور یہ تلوار کسی مجاہد کو دے دیجئے کہ وہ میری طرف سے جنگ میں شریک ہو جائے اور مجھے اجر مل جائے جو غزوۂ بدر کے مجاہدین کو ملا"

یہ خط لکھ کر تلوار اور حمائل شیبی کے سپرد کی جوان کے زمانہ میں شیبی تھا اور کہا کہ مہدی کے ظہور تک یہ امانت ہے تم جب انتقال کرو تو جو تمہارا قائم مقام ہو اسے وصیت کر دینا اور یہ کہہ دینا کہ جب اس کا انتقال ہو تو وہ اپنی اولاد کو وصیت کرے کہ "رفیع الدین" کی یہ تلوار اور حمائل شریف خاندان میں چلتی رہے یہاں تک کہ امام مہدی کا ظہور ہو جائے تو جو اس زمانے میں شیبی ہو وہ میری طرف سے امام مہدی کو یہ دونوں ہدیے پیش کر دے.... (خطبات حکیم الاسلام)

# اللہ والوں کی علمی قابلیت کا عجیب واقعہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں مفتی الٰہی بخش صاحب کے متعلق ایک عجیب قصہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ دہلی میں بعض علماء کے درمیان بعض مسائل میں بحث ہوگئی اور آپس میں طے نہ کر سکے۔ شاہ دہلی نے اس کو قلم بند کرا کر ایک شتر سوار کے ہاتھ کاندھلہ مفتی صاحب کے پاس بھیجا‘ شتر سوار مغرب کے وقت پہنچا اور مفتی صاحب کی خدمت میں وہ سوالات پیش کیے۔

مفتی صاحب نے اسی مجلس میں برجستہ ان کے جواب مع حوالہ کتب تحریر فرما کر طلبہ کے حوالے کیے کہ ان حوالوں کو اصل کتب سے ملالیں اور خود کھانا کھانے اندر تشریف لے گئے۔ اتنے میں حضرت مفتی صاحب کھانا کھا کر تشریف لائے‘ طلبہ نے حوالوں کا کتابوں سے مقابلہ کرلیا تھا اور اسی وقت جوابی لفافہ میں بند کر کے شتر سوار کے حوالہ کردیا... شتر سوار نے عرض کیا کہ حضور شاہی حکم یہ ہے کہ جواب ملنے تک ٹھہرنا اس کے بعد دیر نہ کرنا حضور میں صبح کا چلا ہوا ہوں۔

تھک رہا ہوں‘ حضور جواب صبح کو عطاء فرمادیں... چنانچہ مفتی صاحب نے صبح کو عطاء کیا اور وہ شام تک دہلی پہنچ گیا اور جب ان جوابات کو علماء کرام کے سامنے رکھا گیا تو سب نے ان کی صحت کو تسلیم کیا اور حیران رہ گئے کہ ایسے مغلق مسائل کا اتنا مدلل جواب اس تھوڑے سے وقت میں کس طرح لکھا گیا...

# اللہ والوں میں کیسی قابلیت ہوتی ہے؟

امام ابوداؤد رحمہ اللہ بہت بڑے محدث ہیں۔ وہ دریا کے کنارے کھڑے تھے اور کنارے پر پانی کم تھا۔ ایک جہاز دو تین سو قدم کے فاصلے پر کھڑا ہوا تھا، کنارے تک آ نہیں سکتا تھا، جہاز میں ایک شخص کو چھینک آئی اور اس نے الحمدللہ کہا اور اتنے زور سے کہا کہ ان کے کان میں آواز آئی تو مسئلہ یہ ہے کہ اس کا جواب یرحمک اللہ کہہ کر دینا چاہیے مگر یہ مسئلہ مجلس سے متعلق ہے۔

یہ نہیں کہ اگر کوئی بازار میں الحمدللہ کہے تو تم گھر سے جواب دینے جاؤ۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ کے کان میں الحمدللہ کی آواز پڑی، یہ لوگ چونکہ نیکیوں کے حریص تھے، چھوٹی سی

نیکی ملنے کا امکان ہو تو چھوڑنا نہیں چاہتے، نیکی اور خیر کی ہوس پیدا ہو جاتی ہے، جہاز دور تھا، آواز پہنچ نہیں سکتی تھی، تین درہم میں کشتی کرایہ پر لی، اس میں بیٹھ کر جہاز کے اوپر چڑھے، وہاں جا کر کہا یرحمک اللہ۔ ترجمہ نگار لکھتے ہیں کہ غیب سے آواز کان میں آئی کہ اے ابی داؤد! آج تین درہم میں تو نے جنت کو خرید لیا حالانکہ امام کتنے بڑے محدث، کتنی حدیثیں لکھیں، کتنے تہجد پڑھے، کتنے جہاد کیے ہوں گے مگر جنت کی خریداری میں بڑے بڑے اعمال کا ذکر نہیں بلکہ ذکر آیا تو ''یرحمک اللہ'' کہنے کا جو بظاہر بہت چھوٹا اور معمولی سا عمل تھا مگر کیوں آیا؟ اس لیے کہ ایسے اخلاص سے عمل کیا کہ اس چھوٹے سے عمل میں اتنا وزن پیدا ہوا کہ بڑے سے بڑے عمل میں اتنا نہ ہوگا اور اللہ کے ہاں عمل کی صورت نہیں، وزن دیکھا جاتا ہے۔ کشتی لے کر جہاز پر جا کر یرحمک اللہ کہنا نہ فرض تھا، نہ واجب، مگر یہ لوگ آداب پر عمل کے حریص ہوتے ہیں۔ (وعظ ادب اور اختلاف رائے جلد سوم)

# تاریخ کے ممتاز ترین 4 مقبول افراد

یہ اللہ کا بہت بڑا فضل تھا، اور اس امت کی اقبال مندی کا اس کار عظیم (تدوین حدیث، تدوین فقہ، فن اسماء الرجال، صحاح ستہ وغیرہ) کے لئے ایسے لوگ میدان میں آئے جو اپنی ذہانت، دیانت، اخلاص اور علم میں تاریخ کے ممتاز ترین افراد ہیں، پھر ان میں سے چار شخصیتیں امام ابوحنیفہ (م ۱۵۰ھ) امام مالک (م ۱۷۹ھ) امام شافعی (م ۲۰۴ھ) امام احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) رحمہم اللہ تعالیٰ جو فقہ کے چار دبستان فکر کے امام ہیں، اور جن کی فقہ اس وقت تک عالم اسلام میں زندہ اور مقبول ہے، اپنے تعلق باللہ، للّٰہیت، قانونی فہم، علمی انہماک اور جذبہ خدمت میں خاص طور پر ممتاز ہیں۔

ان حضرات نے اپنی پوری زندگی اور اپنی ساری قابلیتیں اس بلند مقصد اور اس اہم خدمت کے لئے وقف کر دی تھیں، انہوں نے دنیا کے کسی جاہ و اعزاز اور کسی لذت و راحت سے سروکار نہیں رکھا تھا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو دوبارہ عہدۂ قضا پیش کیا گیا، اور انہوں نے انکار کیا یہاں تک

کہ قید خانہ ہی میں آپ کا انتقال ہوا۔

امام مالک رحمہ اللہ نے ایک مسئلہ کے اظہار میں کوڑے کھائے اور ان کے شانے اُتر گئے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے زندگی کا بڑا حصہ عسرت میں گذارا، اور اپنی صحت قربان کردی۔

امام احمد رحمہ اللہ نے تن تنہا حکومت وقت کے رجحان اور اس کے ''سرکاری مسلک'' کا مقابلہ کیا اور اپنے مسلک اور اہل سنت کے طریقہ پر پہاڑ کی طرح جمے رہے، ان میں سے ہر ایک نے اپنے موضوع پر تن تنہا اتنا کام کیا اور مسائل و تحقیقات کا اتنا بڑا ذخیرہ پیدا کر دیا، جو بڑی بڑی منظم جماعتیں اور علمی ادارے بھی آسانی سے نہ پیدا کر سکتے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے تراسی ہزار مسائل اپنی زبان سے بیان کیے، جن میں سے اڑتیس ہزار عبادت سے تعلق رکھتے ہیں، اور پینتالیس ہزار معاملات سے۔ شمس الائمہ کردری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے جس قدر مسائل مدون کیے ان کی تعداد چھ لاکھ ہے۔ المدونہ میں جو امام مالک رحمہ اللہ کے فتاوی کا مجموعہ ہے چھتیس ہزار مسائل ہیں۔

کتاب الأم جو امام شافعی کے افادات کا مجموعہ ہے، سات ضخیم جلدوں میں ہے۔

ابوبکر خلال رحمہ اللہ (م ۳۱۱ھ) نے امام احمد رحمہ اللہ کے مسائل چالیس جلدوں میں جمع کیے۔ (تاریخ دعوت عزیمت)

## ابن مبارک رحمہ اللہ کے استقبال کیلئے پورا شہر ٹوٹ پڑا

ایک بار عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ رقہ (خلفائے عباسیہ عموماً رقہ گرمی گزارتے تھے یہ مقام نہایت ہی سرسبز و شاداب ہے) آئے اس کا علم ہوا تو پورا شہر استقبال کے لیے ٹوٹ پڑا۔ ہارون رشید کی ایک لونڈی محل سے یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔

اس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے اسے بتایا کہ خراسان کے ایک عالم عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ یہاں آئے ہیں انہی کے استقبال کے لیے یہ

مجمع اُمڈ آیا ہے اس نے بے ساختہ کہا کہ:

''حقیقت میں خلیفۂ وقت یہ ہیں، ہارون نہیں، اس لیے کہ اس کے گرد کوئی مجمع بغیر پولیس، فوج اور اعوان وانصار اکٹھا نہیں ہوتا۔'' (سیر صحابہ)

## مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ کی ایک حسی کرامت

غلام محمد صاحب نے صدق جدید لکھنو مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۹۵۶ء کے حوالہ سے لکھا ہے:
مکارم احسن (مولانا کے چھوٹے بھائی) کا بیان ہے کہ مرض الموت میں اکثر یہ فرماتے تھے کہ جنت میں کوئی بوڑھا نہ جائے گا.... ہر شخص جوان ہو کر جائے گا....

چنانچہ جیسے وہ اپنے وقت موعود قریب ہوتے جا رہے تھے....ان میں جوش ومسرت بڑھتا جا رہا تھا.... یہاں تک کہ جس رات سفر آخرت طے تھا اس میں تو فرط انبساط سے بے قابو ہوتے جا رہے تھے....اور اسی عالم فرحت میں بظاہر سو بھی گئے.....جب صبح ان کی روح پرواز کر چکی تھی....تو چہرہ پر گوشت تر و تازہ تھا....سفید داڑھی بالکل سیاہ تھی....اور لاغر و نزار جسم بالکل گداز تھا....اس منظر کو مکارم احسن صاحب ہی نے نہیں دیکھا بلکہ ہر شریک جنازہ نے حیرت کی آنکھ سے دیکھا اور اس میں لذت روحانی محسوس کی....مولانا کے جنتی ہونے کی اس سے زیادہ واضح نشانی اور کیا ہو سکتی ہے۔ (حیات مولانا گیلانی رحمہ اللہ)

## خداداد مقبولیت ومحبوبیت

حافظ اللہ بخش صاحب بیان کرتے ہیں کہ جن دنوں میں شیخ القراء حضرت قاری رحیم بخش صاحب رحمہ اللہ مدینہ منورہ میں مقیم تھے سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگ شیخ ظفر احمد صاحب مدظلہ (ملتان) نے حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات کی اور اپنا یہ خواب ذکر کیا۔
پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی کہ آپ کی خدمت میں امت کی طرف سے بھیجے ہوئے ہدایا وتحائف پیش کیے جا رہے ہیں...اسی دوران سونے کی چادر میں لپٹی ہوئی کوئی چیز آپ کے سامنے پیش کی گئی... پوچھنے پر عرض کیا گیا کہ قاری رحیم بخش صاحب

نے ہدیہ بھیجا ہے جب اس کو کھول کر دیکھا گیا تو اس میں قرآن مجید تھا یہ مبارک خواب سننے کے بعد قاری صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرا یہ معمول ہے کہ میں جب بھی یہاں مدینہ منورہ میں آتا ہوں مواجہ شریف کے سامنے مکمل قرآن تلاوت کرتا ہوں ... میں نے کل قرآن کریم کا ختم کر کے دعا کی تھی کہ اس کی تلاوت کا ثواب بارگاہ رسالت میں قبول ہو جائے ... اللہ تعالیٰ نے آپ کے خواب کے ذریعے اس کی قبولیت دکھادی...

شیخ القراء حضرت قاری رحیم بخش صاحب رحمہ اللہ تحریک ختم نبوت کیلئے کچھ عرصہ جیل رہے تو واپسی پر درسگاہ کے جن طلباء کی شکایت ملی انہیں درس گاہ سے نکال دیا گیا... حافظ اللہ بخش صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان طلبا میں میرا نام بھی شامل تھا... یہ صورت حال میں نے اپنے والد صاحب کو بتائی جو حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ کے خادم خاص تھے... وہ مجھے حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا کہ حضرت میں آپ کو مجبور نہیں کرتا لیکن آپ پہلی مرتبہ اس کو معاف کر دیں تو یہ آپ کا احسان ہوگا... حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ نے شفقت فرماتے ہوئے مجھے ان تین شرائط کے ساتھ داخلہ دیدیا کہ یومیہ کام مکمل ہو... نماز باجماعت ہو اور آئندہ کبھی شکایت نہ آئے... اللہ تعالیٰ حضرت قاری صاحب کو کروٹ کروٹ رحمت نصیب فرمائے آمین...

**نوٹ:**... باذوق قارئین.... حضرت قاری رحیم بخش صاحب پانی پتی رحمہ اللہ کے مفصل حالات کیلئے ادارہ کی مطبوعہ کتاب ''تذکرۃ الشیخین'' کا مطالعہ فرمائیں...

## حکیم الاسلام رحمہ اللہ کی مقبولیت

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب میں پہلی مرتبہ بمبئی گیا تو میرے خلاف مخالف مسلک والوں نے قد آدم پوسٹر لگائے اور عوام کو بتایا گیا کہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کا مرید ہے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا مجاز ہے... حضرت علامہ انور شاہ رحمہ اللہ کا مخصوص شاگرد ہے اور حضرت قاسم العلوم نانوتوی رحمہ اللہ کا سگا پوتا ہے اس لیے اس میں ساری کفریہ نسبتیں جمع ہیں... ہمارے مسلک کے بھائیوں کو چاہیے کہ اس کی

صورت بھی نہ دیکھیں ورنہ ایمان کے ختم ہو جانے کا خطرہ ہے...

عجیب اتفاق یہ پوسٹر ہی اس جلسہ میں جس میں حکیم الاسلام کی تقریر ہونیوالی تھی لوگوں کی غیر معمولی حاضری کا سبب بن گیا' لوگوں نے کہا کہ دیکھنا تو چاہیے کہ آخر اتنے بڑے ''کافر'' کی صورت شکل کیسی ہوگی اور وہ کیا کیا کفریہ باتیں لوگوں کو تلقین کرے گا۔

لیکن خلاف توقع اس دن وعظ میں اتنا بڑا اجتماع ہوا کہ بمبئی کی تاریخ میں اتنا بڑا مجمع لوگ کہتے ہیں کہ دیکھنے میں نہیں آیا تھا' لوگوں کا محتاط اندازہ ہے کہ تیس چالیس ہزار انسانوں کا اجتماع تھا... ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سارا بمبئی ٹوٹ پڑا ہے اس دن آپ کا وعظ تقریباً تین گھنٹے ہوا... مجمع پر سکوت طاری تھا آپ اپنے دستور کے مطابق مثبت انداز میں تقریر فرمارہے تھے آیات قرآنی اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے اکابر اولیاء اللہ کے واقعات اور اپنے اسلاف واکابر کی خدمات کا تذکرہ بڑے مؤثر انداز میں بیان فرمارہے تھے...

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سامعین نے غیر معمولی اثر لیا اور پورے بمبئی میں مشہور ہوگیا کہ اگر علماء دیوبند ایسے ہوتے ہیں پھر ان سے بہتر تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا اور نتیجہ یہ نکلا کہ ان محلوں سے تقریر کی دعوتیں آنا شروع ہوگئیں جو خاص مخالفین کے محلے کہلاتے تھے اور پھر انتیس دن تک مسلسل یومیہ آپ کی تقریریں بمبئی کے مختلف محلوں میں ہوتی رہیں جن میں عوام وخواص کی بہت بڑی تعداد حاضر ہوتی رہی...

اسی کے پیش نظر ''فاتح بمبئی'' کا خطاب عطا فرمایا... (مجالس حکیم الاسلام)

## روحانیت وتاثیر

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے درس حدیث کے شرکاء بتاتے ہیں کہ جس وقت آپ مسند حدیث پر تشریف فرما ہوتے تو روحانیت کا ایک سیلاب ہوتا تھا کہ الفاظ اس کیفیت کو بیان کرنے سے قاصر ہیں..

یاد رکھنا چاہئے کہ محض مضامین بیان کرنا' نادر ونایاب علوم اور نوادرات کی بارش کر دینا' یا لطائف وقصص کے ذریعہ سامعین کے دلوں کو موہ لیتا اور انہیں واہ واہ پر مجبور کر دینا کوئی

بڑی بات نہیں ہے.. بڑی بات یہ ہے کہ قوت عمل اور ذوق عبادت کی بنا پر اللہ تعالیٰ سے اتنا قوی اور مضبوط تعلق ہو کہ اس کی طرف سے تاثیر اور حکمت کے دروازے کھل جائیں اور ہماری ذات سے اللہ تعالیٰ دین کی اشاعت وحفاظت کا کام لے لیں۔ اس لئے اس ضروری اور اہم نکتہ کی طرف پوری توجہ اور سنجیدگی کے ساتھ دھیان دینے کی ضرورت ہے...

# پس مرگ مقبولین کا فیضان

مولوی حافظ محمد اسماعیل صاحب مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کے شاگرد اور مرید وخلیفہ تھے اور ان کے مسلک کے زبردست مناد اور مبلغ تھے اور دیوبند کے شدید مخالف تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں شیخ الاسلام حضرت مدنی نوراللہ مرقدہ کی علمیت... احسان وسلوک میں ممتاز حیثیت کا شہرہ سنا تو اپنے بیٹے ضمیر احمد کو پہلے دارالعلوم دیوبند کی شاخ مدرسہ مدرالاسلام شاہ گنج میں داخل کیا پھر تکمیل کیلئے حضرت مدنی رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کردیا دارالعلوم کی زمانہ طالب علمی میں مولوی ضمیر احمد کو اپنڈکس کا شدید درد اٹھا جسے رشتہ داروں اور متعلقین نے دیوبند کی نحوست قرار دیا اور ان کے والد مولوی محمد اسماعیل صاحب کو فوراً دیوبند پہنچنے کا مشورہ دیا... چنانچہ مولوی محمد اسماعیل صاحب اپنے بیٹے کی تیمارداری اور واپس لے جانے کی غرض سے دیوبند پہنچے اور صرف اپنے بیٹے ہی کے پاس قیام کو محصور کردیا...

بفضلہٖ تعالیٰ مولوی ضمیر احمد صاحب روبصحت ہونے لگے تو ایک دن آپ نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ والد صاحب کو مزار قاسمی پر لے جاؤ کیونکہ آپ اب تک کی زندگی میں ان ہی بزرگوں کو برا بھلا کہتے رہے تھے اس لئے بڑی ردوقدح اور اصرار کے بعد ان کے مزاروں پر حاضری کیلئے تیار ہوئے وہاں پہنچنا تھا کہ عجیب وارفتگی کا حال ہوا.. مراقب ہوئے اور دیر تک بیٹھے رہے... عصر اور مغرب کی نمازیں وہیں مزار سے متصل مسجد میں ادا کیں...

مغرب کے بعد واپس آئے تو عجیب حال ہو رہا تھا آنسوؤں کا سیلاب امڈ چلا آرہا تھا... استغفار کے کلمات ورد زبان تھے... توبہ توبہ کی رٹ تھی کہ ہائے ہم نے ان علماء حق اور بزرگان دین کو بہت برا بھلا کہا تھا مگر یہاں تو ان کی قبریں اس قدر منور ہیں اور اس

قدر کشش والے یہ انسان ہیں کہ اپنے علماء حتی کہ احمد رضا خان وغیرہ میں بھی
بالکل نہیں ہے... آخر میں یہی مولوی اسماعیل صاحب حضرت شیخ الاسلام مدنی
مرقدہ سے بیعت ہوئے...(چراغ محمد)

# اکابر دیوبند کی قابلیت ومقبولیت

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ
حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہم اللہ اور بھی دو چار علماء حضرات منبر ومحراب کا
میں شرکت کرنے کیلئے ریاض (سعودی عرب) گئے تھے........

وہاں بہت بڑا سٹیج بنا تھا اور سٹیج پر شاہ فیصل وہاں کے کچھ اہل ... کے سا
بیٹھا ہوا تھا اور ہمارے علماء کو نیچے عوامی نشستوں پر جگہ دی گئی تھی..... تھ
ہمیں بھی دعوت نامہ دے کر بلایا گیا ہے اور یہاں جگہ دی ہے تو حضر ...
رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ لوگ فکر نہ کریں جب علم کا موقع آئے گا تو ہم
ہونگے.....وہاں ایک مسئلہ سجدہ تعظیم کا چل پڑا تو وہاں کے تمام اہل علم ڈ
کہ یہ کفر ہے..... حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ
ہو جائیں ہمیں اس مسئلہ کا رد کرنا ہے تو حضرت مولانا سید یوسف بنوری رحمہ
اور حضرت رحمہ اللہ کا حافظہ بھی غضب کا تھا اور عربی مادر زاد تھی حضرت رحمہ اللہ
میں تیار ہوں..... چنانچہ ان حضرات نے سٹیج پر ایک پرچی بھیجی کہ یہ مسئلہ اب تک
ہو رہا ہے اور ہمیں موقع دیا جائے..... جب یہ پرچی سٹیج پر پہنچی تو شاہ فیصل نے پوچھا
حضرات کہاں بیٹھے ہیں تو کہا گیا کہ نیچے نشستوں پر تو شاہ فیصل غصہ ہو گئے اور کہا کہ علماء
نیچے بٹھایا ہے اور جاہلوں کو سٹیج پر اور پھر فوراً ان حضرات ...

حضرت مولانا بنوری رحمہ اللہ نے تقریر فرمائی.....یہ ...
رحمہ اللہ نے تمام دنیا کو اور خاص طور پر عربوں کو اپنی عربی کا لوہا ...
رحمۃ اللہ علیہم رحمۃ واسعۃ (عجب وغریب ...)

# حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت

مفتی صاحب کے ایک شاگرد مفتی مہدی حسن صاحب جو دارالعلوم دیوبند کے بھی مفتی تھے..ان کا دہلی ہسپتال میں آنکھوں کا آپریشن ہو گیا تھا..ان کے پاس خدمت کے لیے دو طالب علم ہوتے تھے..ایک طالب علم سے مفتی مہدی حسن صاحب نے مغرب کے وقت پوچھا کہ ہمارے استاذ محترم مفتی کفایت اللہ صاحب جو بیمار ہیں ان کے مزاج کیسے ہیں؟ طالب علم نے جواب میں کہا کہ آج صبح میں انہیں ملنے گیا تھا..الحمدللہ پہلے سے بہتر ہیں..

مفتی مہدی حسن صاحب سو گئے..رات دس بجے اٹھے اور طالب علم سے فرمایا کہ مفتی صاحب کا انتقال ہو گیا ہے..فرمایا کہ ابھی خواب دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس لگی ہوئی تھی..تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مفتی کفایت اللہ صاحب آ گئے؟ تو لوگوں نے دائیں بائیں دیکھا پھر کہا جناب! وہ آ گئے..

تو وہ آ گئے سے مطلب یہ ہے ان کا انتقال ہو گیا ہے..کہ علیین میں آپ کی روح پہنچ گئی ہے..طالب علم سے فرمایا جلدی جاؤ اور پتہ کر کے آؤ..تھوڑی دیر کے بعد وہ طالب روتا ہوا آیا کہ ابھی دس بجے ان کا انتقال ہو گیا ہے..(مفتی کفایت اللہ کا نمبر بینات)

# بقی بن مخلد رحمہ اللہ کا تحصیل علم

اندلس کے علاقے سے چلنے والا ایک مسافر بقی بن مخلد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے حدیث سننے کی غرض سے بغداد کا رخ کرتا ہے اگر کوئی تیز رفتار کار پر سفر کر کے اندلس سے بغداد آنا چاہے تو شاید مہینہ بھر میں پہنچ سکے گا مگر وہ علم دین کا شیدائی پیدل پا سفر کرتا ہے.. بغداد پہنچنے کے لئے نہ جانے کتنی راتیں تن تنہا کھلے آسمان کے نیچے گرمی سردی کے بچاؤ کے بغیر گزاری ہوں گی..سچ ہے کہ

عزائم جنکے پختہ ہوں نظر جنکی خدا پر ہو  طلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

اس دور دراز کے سفر کو طے کرنے کے بعد بغداد پہنچنے پر پتہ چلا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ

اللہ مسئلہ خلق قرآن کے اختلاف کی پاداش میں گھر میں نظر بند ہیں کسی کو ملاقات کی اجازت نہیں..ذرا سوچئے کہ اس پُر مشقت سفر کرکے آنے والے کے دل پر کیا گزری ہوگی؟

لیکن دل میں سچی تڑپ ہو تو منزل مل ہی جایا کرتی ہے..بقی بن مخلد روزانہ صبح کے وقت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے دروازے پر کپڑا بچھا کر بیٹھ جاتے کہ شاید کسی وقت امام صاحب سے ملاقات ہو جائے تو کم از کم آنے کا مقصد ہی بتلا دوں گا..ایک دن گھر سے باندی نکلی..بقی بن مخلد نے اس کو اپنا تعارف کرایا اور آنے کا مقصد بتلا کر کہا کہ ذرا امام صاحب کو میرا پیغام پہنچا دیجئے..چنانچہ امام صاحب نے پیغام سن کر باندی سے فرمایا کہ کسی طریقے سے اس کو اندر لے آؤ آخر اندر پہنچ گئے ملاقات کے بعد امام صاحب نے فرمایا کہ حالات تو آپ نے دیکھ لئے..اس لئے کوئی صورت نکالیں کہ آپ کے آنے کا مقصد بھی حاصل ہو جائے اور کسی کو ہماری ملاقات کا علم بھی نہ ہو..

چنانچہ یہ صورت طے ہوئی کہ بقی بن مخلد فقیرانہ بھیس میں روزانہ دروازے پر آ کر بھیک مانگنے کی صدا لگائیں گے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بذات خود بھیک دینے کے بہانے دروازے پر تشریف لائیں گے اور ایک حدیث جلدی سے سنا دیا کریں گے..

چنانچہ اسی صورت پر عمل شروع ہو گیا اور تین سو ساٹھ دن تک وہ طالب علم فقیرانہ لباس میں آ کر ایک ایک حدیث حاصل کرتا رہا اور سال گزرنے کے بعد واپس وطن کی راہ لی..آج بھی اس راہ علم کے مسافر کی یادگار ''مسند بقی بن مخلد دنیا کو علم دین سے سیراب کر رہی ہے اور صاحب کتاب دنیا کی ہر تکلیف سے آزاد ہو کر جنت کی نعمتوں سے ان شاء اللہ لطف اندوز ہو رہے ہوں گے..(حکمت و نصیحت کے حیرت انگیز واقعات)

# مقبولین سے کیسے کام لیا جاتا ہے؟

سلطان نور الدین زنگی جس کے تصور سے یورپ کے بہادر زیر زمین اپنے کفن کے اندر اب تک کانپ جاتے ہیں۔انہوں نے ۵۵۷ھ میں جبکہ وہ عیسائیوں کے ساتھ صلیبی جنگوں (صلیبی جنگوں کا دور ۱۰۹۹ء سے ۱۱۸۷ء رہا) میں مشغول تھے۔ایک رات نماز تہج

کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو گربہ چشم (نیلی آنکھوں والے) آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمار ہے ہیں۔ "نجنی انقذنی من ھذین" (نجات دو خلاصی کرو میری ان دونوں سے) سلطان گھبرا کر اُٹھ بیٹھے فوراً وضو کیا نوافل پڑھے اور لیٹ گئے آنکھ اسی وقت لگ گئی پھر یہی خواب دیکھا پھر اٹھے وضو کیا نوافل پڑھے اور ابھی لیٹے ہی تھے کہ فوراً آنکھ لگ گئی اور تیسری بار پھر یہی خواب دیکھا تو اٹھ کر بیٹھ گئے اور کہا اب نیند کی گنجائش نہیں اسی وقت اپنے وزیر جمال الدین اصفہانی کو طلب کر کے سارا واقعہ بیان کیا۔ وزیر نے کہا تاخیر نہ کیجئے فوراً مدینہ طیبہ چلئے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کیجئے۔ یہ خیال کر کے مدینہ طیبہ میں ضرور کوئی حادثہ پیش آیا ہے اور جلد از جلد وہاں پہنچنا چاہیے اپنے وزیر بیس ارکان مجلس اور دو سو سپاہیوں کو ہمراہ لیکر بہت زرو جواہر کے ساتھ نہایت تیز رو سانڈنیوں پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔

رات دن سفر کر کے سولہ روز میں شام سے مدینہ طیبہ پہنچے۔ اس زمانہ میں عرب سلطان کے زیر اثر آچکا تھا۔ سلطان کی اچانک آمد سے مدینہ والے حیران ہوئے۔ امیر مدینہ نے اچانک تشریف آوری کی وجہ دریافت کی تو سلطان نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ سلطان سے کہا اگر آپ ان دو شکلوں کو دیکھ کر پہچان لیں تو میں انعام و اکرام کے بہانے تمام اہل مدینہ شریف کو آپ کے سامنے سے گزروادوں۔ پس منادی کرائی کہ سلطان وقت تمام اہلیان مدینہ منورہ کو انعام و اکرام سے نوازنا چاہتے ہیں۔ اس لیے یہاں کا رہنے والا کوئی محروم نہ رہے اور ہر شخص سلطان کے حضور حاضر ہو کر انعام حاصل کرے جب ہر شخص اس لالچ میں سلطان کی خدمت میں حاضر ہوتا تو سلطان انعام دیتے وقت متجسسانہ نظر اس پر ڈالتے۔

یہاں تک کہ مدینہ پاک کے تمام لوگ ختم ہو گئے۔ سلطان حیران تھے کہ جن لوگوں کی صورت خواب میں دکھائی گئی تھی وہ نظر نہ آئے۔ بالآخر والی مدینہ منورہ اور حاضرین دربار سے مخاطب ہو کر دریافت کیا کہ آبادی میں کیا اب کوئی اور انعام لینے والا باقی نہیں رہا؟

خدام نے عرض کیا بادشاہ سلامت صرف دو اہل مغرب جو نہایت ہی صالح تھی۔ متدین عفیف عبادت گزار اور گوشہ نشین ہیں باقی رہ گئے ہیں نہایت خدا پرست ہیں۔ جنت

البقیع میں پانی پلانے کی خدمت انجام دیتے ہیں۔ سلطان نے ان کو طلب کیا جونہی وہ سلطان کے روبرو پیش ہوئے سلطان نے ان کو پہچان لیا مگر تفتیش سے پہلے کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا۔ چنانچہ ان سے مصافحہ کیا عزت سے بٹھایا ان سے باتیں کیں پھر گفتگو کرتے ہوئے ان کے حجرے میں جا نکلے حجرے کے فرش پر ایک معمولی چٹائی بچھی ہوئی تھی۔ طاق میں قرآن پاک کا ایک نسخہ وعظ و پند کی چند کتابیں اور فقراء مدینہ شریف پر صدقہ و خیرات کرنے کے لیے ایک گوشے میں تھوڑا سا سامان۔ بس یہ کل کائنات تھی۔ سلطان سخت حیران تھے یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے۔ مایوس ہو کر واپس جانے ہی والے تھے کہ ان کو چٹائی کے نیچے ہلتی ہوئی کوئی چیز محسوس ہوئی۔ چٹائی کو ہٹایا تو ایک تختہ نظر آیا جس کو اٹھایا گیا تو ایک سرنگ نظر آئی جو روضہ ءرسول علی صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً کی طرف کھودی جا چکی تھی۔

اسی وقت ان دونوں لعینوں کو گرفتار کر لیا اور ان سے ساری کیفیت دریافت کی گئی۔ دونوں نے اقبال جرم کر لیا اور اعتراف کیا کہ وہ رومی عیسائی (نصرانی) ہیں۔ ہم کو عیسائی بادشاہ نے بہت سا مال دیا ہے اور بہت کچھ دینے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ ہم مغربی حجاج کا بھیس بدل کر یہاں آئے تھے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک نکال کر روم لے جائیں ہے تاکہ مسلمانوں کا مرکز ختم ہو جائے اور ان کا شیرازہ بکھر جائے۔

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے دشمنان مصطفےٰ سے

ہم نے جب حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دین داری کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم تو صرف اس لیے ترک وطن کر کے یہاں آئے ہیں کہ جوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رہیں تو مدینے والے بھی ہماری بے پناہ عقیدت اور داد و دہش دیکھ کر ہم پر ریجھ گئے اور روضہ ءاطہر علی صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً کے بالکل متصل رہنے کے لیے ہم کو حجرہ دے دیا۔ ہم نے چپکے چپکے روضہ ءمبارک علی صاحبہا صلوٰۃ وسلاماً کی طرف سرنگ کھودنا شروع کر دی۔ رات بھر کھودتے اور صبح سویرے چمڑے کے دو تھیلوں میں بھر کر وہ مٹی جنت البقیع میں فاتحہ کے بہانے جا کر ڈال آتے اور دن میں ارد گرد کے نخلستانوں اور قباء وغیرہ کی زیارت گاہوں میں گھوم پھر کر پانی پلاتے۔ برس ہا برس کی محنت کے بعد آج ہم جسد مبارک (علیہ افضل

الصلوۃ والتسلیمات ) کے پاس پہنچ گئے تھے ( کہتے ہیں جس رات یہ سرنگ جسد اطہر کے قریب پہنچنے والی تھی اسی رات ابر و باراں وبجلی کا طوفان اور زبردست زلزلہ آیا جس کی وجہ سے لوگ سخت وحشت زدہ اور پریشانی میں مبتلا رہے )۔

یہ واقعات سن کر سلطان پر رقت طاری ہوگئی۔ وہ زاروقطار رونے لگے اور اسی وقت حجرہ کے متصل ان لعینوں کے سرتن سے جدا کردیئے۔ سجدہ شکر بجالائے اور اس کے بعد روضہ شریف کے اردگرد اتنی گہری خندق کھدوائی کہ پانی نکل آیا۔ پھر اس خندق میں سطح زمین تک رصاص ( سیسہ ) پگھلا کر پلوادیا کہ آئندہ ایسے خطرے کا کوئی امکان ہی نہ رہے۔

## حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی مقبولیت

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کو امیروں سے لیکر غریبوں تک میں ہردلعزیزی اور مقبولیت حاصل تھی.... اکبر کے عہد حکومت میں ارباب شیعہ کا بہت زور ہوگیا تھا.... جہانگیر کے تخت نشین ہونے کے بعد اس کی بیوی نور جہاں بیگم کی وجہ سے اس فرقہ کو اور بھی ترقی ہوئی اور رقص وبدعات کی رسمیں عام مسلمانوں میں جاری ہونے لگیں....

حضرت کو جب ان امور کی اطلاع ہوئی تو اس فتنہ کے مقابلہ کیلئے تیار ہوگئے اور فرمایا کہ جب تک میں اپنے نفس پر تکلیف نہ اٹھاؤں گا.... دین کی تجدید کما حقہ نہ ہوگی....

چنانچہ آپ مکاتب ورسائل تحریر فرمانے لگے.... اس پر امراء دربار ( جو اکثر روافض تھے ) برافروختہ ہوگئے.... اسی اثنا میں حضرت مجدد نے ایک عریضہ اپنے پیرومرشد کی خدمت میں بھیجا تھا جس میں عروج مقامات کا ذکر سلوک تھا....

ظاہر ہے موقعہ پرست علماء اور امراء دربار کو اچھا موقعہ ہاتھ آیا اور شہنشاہ جہانگیر کے پاس شکایت کی اور اس کو اس حد تک آمادہ کرلیا کہ وہ آپ کو سخت سزا دے....

چنانچہ بادشاہ نے حکم دیا کہ حضرت مجدد کو ہماری خدمت میں پیش کیا جائے.... حضرت کو آگرہ لایا گیا.... بادشاہ نے حضرت مجدد سے پوچھا کہ کیا تم اپنے آپ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بہتر بتاتے ہو....

آپ نے فرمایا کہ جس طرح اہل سنت میں علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل جاننے والا اہل سنت سے نکل جاتا ہے.... اسی طرح فرقہ صوفیاء میں اگر کوئی شخص اپنے آپ کو کتے سے جو کہ مخلوقات میں سب سے پلید ہے، بہتر سمجھے وہ بھی اس فرقہ سے نکل جاتا ہے اور وہ صوفی نہیں ہوتا چہ جائیکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اپنے آپ کو افضل سمجھے .... الغرض آپ نے اپنے مکتوبات کے رموز پر روشنی ڈالتے ہوئے بادشاہ کو مطمئن کر دیا بادشاہ کے مطمئن ہونے کے بعد بھی بدباطن حاسد اور جاہ پرست علماء اور شیعہ امراء طرح طرح سے جہانگیر کو حضرت کے خلاف ابھارتے رہے....

ایک روز موقعہ پا کر بادشاہ سے کہا کہ شیخ احمد کے ہزاروں مرید ہیں اور لشکر سلطانی میں بھی ان کے بہت سے مرید ہیں اور معتقد ہیں ایسا نہ ہو کہ شیخ احمد بادشاہ سے بغاوت کر دیں اور تمام اس کا ساتھ دیں.... لہٰذا اس فتنہ کا بندوبست کرنا چاہئے.... شیخ احمد آپ کا بھی باغی ہے .... آپ کو آزمانے کی ترکیب یہ ہے کہ اس کو آپ کے روبرو بلایا جائے اور سجدہ تحیت کیلئے مجبور کیا جائے.... اگر وہ سجدہ کرے تو بہتر ہے ورنہ باغی تصور کیا جائے....

بادشاہ نے ایسا ہی کیا.... آپ نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور صاف صاف فرمایا کہ اللہ کے سوا کسی کو بھی کسی قسم کا سجدہ جائز نہیں آپ کا انکار کرنا تھا کہ حاسدوں اور معاندوں نے ایک شور برپا کر دیا اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے .... غرضیکہ بادشاہ جہانگیر کے حکم سے آپ کو قلعہ گوالیار میں قید کر دیا گیا.... آپ نے قلعہ گوالیار میں مقید ہونے کے باوجود رشد و ہدایت کا سلسلہ قید خانہ میں بھی جاری رکھا جس کے نتیجہ میں تمام غیر مسلم قیدی مسلمان ہو گئے اور حضرت کے ہاتھ پر بیعت سے مشرف ہوئے....

حضرت مجدد رحمہ اللہ نے یہ اہتمام کر رکھا تھا کہ کوئی سنت انبیاء علیہم السلام بھی ہاتھ سے نہ جائے.... تقدیر الٰہی نے آپ کو سنت حضرت یوسف علیہ السلام پر عمل کرنے کا موقعہ عطا کیا....

حضرت کے مقید ہو جانے کی وجہ سے اگرچہ افغانستان سے لیکر ہند تک آپ کے لاکھوں معتقدوں میں بادشاہ کے خلاف سخت جوش پیدا ہو گیا تھا لیکن ان کو صبر کی تلقین فرماتے رہے....

آپ کے مکاتیب اس پر شاہد ہیں کہ آپ کو قید خانہ میں دو سال ہوئے تھے کہ جہانگیر

کو پتہ چلا کہ اس نے علماء کے غلط مشورہ پر حضرت کے ساتھ ظلم اور ناانصافی کی وہ بے حد شرمندہ اور نادم ہوا اور نہایت اعزاز کے ساتھ قلعہ سے رہا کیا اور اپنے بلوانے پر معذرت چاہی.... خود بھی مرید ہو گیا اور شہزادہ خرم (شاہجہان) کو بھی حضرت کا مرید کرایا....

آپ آٹھ سال تک جہانگیر کے ہمراہ رہے اور اس کی فوج میں اصلاح و تربیت کا کام کیا جس سے ایک خاموش انقلاب برپا ہو گیا جس کے اثرات کما حقہ.... سلطان عالمگیر کے عہد حکومت میں ظاہر ہوئے.... (تذکرہ اولیائے پاک و ہند)

## مقبولِ خدا سے تعلق نے اسلام سے نواز دیا

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں

جرمنی سے ایک صاحب کا میرے پاس ایک خط آیا جو پاکستانی تھے اور جا کر جرمنی میں مقیم ہو گئے تھے' کہ میں پاکستان سے روزگار کی تلاش میں جرمنی آ گیا تھا اور اس وقت نہ کوئی دین کا خیال تھا اور نہ کوئی فکر تھی' نہ نماز' نہ روزہ' نہ کچھ بس پیٹ پالنے کی خاطر پاکستان چھوڑ کر جرمنی چلا گیا اور جرمنی میں جا کر مقیم ہو گیا' وہاں رہتے رہتے میرے ایک لڑکی سے تعلقات ہو گئے' یہ جرمن لڑکی تھی' عیسائی تھی' ہوتے ہوتے تعلقات ایسے بڑھے کہ میں نے اس سے شادی کر لی اور بے فکری سے وقت گزرتا رہا اور بچے ہو گئے۔

### میرے اندر کا مسلمان بیدار ہو گیا

جب میرا بچہ بڑا ہوا اور پڑھنے لکھنے کے لائق ہوا تو میں نے دیکھا کہ میری بیوی جو عیسائی ہے وہ میرے بچے کو عیسائی مذہب کی تعلیم دے رہی ہے اس وقت اچانک میرے اندر کا مسلمان بیدار ہوا اور میرے اندر سے غیرت نے مجھے للکارا کہ یہ تیرا بیٹا ہے اور عیسائی بن رہا ہے اس کو ماں عیسائیت کی تعلیم دے رہی ہے اس دن سے میرے دل میں انقلاب پیدا ہوا اور میں نے سوچا کہ میں اسے روکوں۔

میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے' تم اسکو عیسائیت کی تعلیم نہیں دے سکتی' بیوی نے کہا کہ کیوں نہ دوں؟ یہ میرا بھی بیٹا ہے اور میں جس چیز کو حق سمجھتی ہوں اور صحیح

سمجھتی ہوں' اسی کے مطابق میں اپنے بیٹے کو تعلیم دوں گی' آپ کو روکنے کا کوئی حق نہیں۔
میں نے کہا کہ نہیں تمہارا مذہب حق نہیں ہے ہمارا مذہب حق ہے' اس نے کہا کہ کیوں حق ہے بتاؤ؟ اب جب بات کرنی شروع کی تو مجھے زیادہ معلومات نہیں تھیں۔
نتیجہ یہ ہوا کہ جب بھی میں بحث کرتا تو وہ جیت جاتی اور میرے پاس جواب نہ بن پاتا' یہ سب کچھ ہوتا رہا' اس کشمکش کی وجہ سے میں تھوڑا سا نماز' روزہ کی طرف بھی متوجہ ہو گیا۔ لیکن جب بھی بحث کرتا ہوں تو میں اس کو قائل نہیں کر پاتا' وہ میرے بچوں کو خراب کر رہی ہے' عیسائی بنا رہی ہے' خدا کیلئے میری مدد کیجئے۔
یہ اس مسلمان کے خط کا مضمون تھا میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی یا اللہ! بیچارہ اس مشکل میں مبتلا ہے ایسی کوئی تدبیر میرے دل میں ڈال دیجئے کہ اس کا مسئلہ حل ہو جائے۔

## دو باتوں پر اس کو راضی کر لو

میں نے ان کو خط میں لکھا کہ اس سے آپ خود تو بحث کرنا چھوڑ دو' بحث سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا' بالخصوص جب آپ کو دین کا کچھ پتہ ہی نہیں۔ البتہ اس کو دو باتوں پر کسی طرح راضی کر لو ایک یہ کہ یہ کتاب بھیج رہا ہوں جو میری لکھی ہوئی ہے اردو میں ''عیسائیت کیا ہے'' اور انگریزی میں What is Chrisianity کے نام سے چھپی ہوئی ہے۔ اس کا یہ مطالعہ کرے اور دوسری بات یہ کہ اس سے کہو کہ تم بھی اللہ پر ایمان رکھتی ہو اور میں بھی اللہ پر ایمان رکھتا ہوں تم روز رات کو بیٹھ کر یہ دعا کیا کرو یا اللہ اگر عیسائی مذہب برحق ہے تو میں عیسائی مذہب پر قائم رہوں اور اگر دین اسلام برحق ہے تو اس کی سچائی میرے دل میں ڈال دیجئے اور اس کی حقانیت کا مجھے قائل کر دیجئے۔ یہ دعا کیا کرے اس پر اس کو آمادہ کر لو۔
تھوڑے دن بعد جرمنی سے اس کا خط آیا کہ وہ راضی ہو گئی ہے اور آپ کی کتاب کا مطالعہ کر رہی ہے اور ساتھ میں وہ رات کے وقت میں یہ دعا بھی کرتی ہے
لیکن ابھی تک کوئی فرق نہیں آیا جیسی تھی' ویسی ہی ہے اسلام کی طرف کوئی میلان پیدا نہیں ہوا۔ میں نے خط دوبارہ لکھا کہ گھبراؤ نہیں اور اس سے کہو کہ یہ کام کرتی رہے' چھوڑے نہیں۔ میں نے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ تو دل میں ڈال دیجئے وہ برابر دعا کرتی رہی۔

## اللہ تعالٰی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا

تیسرا جو خط آیا اس میں اس نے لکھا تھا مولانا آپ نے اللہ تعالٰی کو دلیل سے پہچانا ہوگا میں نے اللہ تعالٰی کو آنکھوں سے دیکھ لیا اور اس نے یہ لکھا کہ یہ کل کا واقعہ ہے کہ وہ لڑکی کسی یونیورسٹی کے اندر کوئی امتحان دے رہی تھی تو اس امتحان کی وجہ سے یونیورسٹی اس کو جانا تھا' میں بھی اس کے ساتھ گیا ہوا تھا۔ ہم نے یونیورسٹی کا کام کیا۔

وہاں سے واپس آرہے تھے اور وہ گاڑی ڈرائیو کر رہی تھی' گاڑی ڈرائیو کرتے کرتے اس نے اچانک گاڑی بائیں طرف کنارے کھڑی کر کے روک دی' گاڑی کے اسٹیرنگ کی طرف منہ ڈال دیا اور رونے لگی' میں سمجھا کہ خدانہ کرے کوئی دل کی تکلیف ہوئی ہے' کوئی اس کو دورہ پڑا ہے جو اچانک گاڑی روکی اور رونے لگی۔

میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے تو اس کو اتنا رونا آرہا تھا کہ وہ بول بھی نہیں پارہی تھی تو میں نے اس سے پوچھا بھئی کیا بات ہے؟ کوئی تکلیف ہے؟ کوئی پریشانی ہے؟

## مجھے مسلمان کرلو

تو اس نے روتے روتے مشکل سے یہ جملہ ادا کیا کہ مجھے تکلیف نہیں ہے' بس مجھے کسی جگہ لے جا کر مسلمان کرلو مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا کہ یہ وہی عورت ہے' جو مجھ سے بحث کیا کرتی تھی اور آج یہ کہہ رہی ہے کہ مجھے لے جا کر مسلمان کرلو' میں نے فوراً گاڑی سنبھالی اور خود ڈرائیو کر کے جو قریب ترین اسلامک سنٹر تھا وہاں اس کو لے گیا اس کو کلمہ پڑھایا' دین کی بات سمجھائی اور وہ مسلمان ہوئی' الحمدللہ اور آج جب رات کو واپس آئے تو رمضان کے دن تھے تو آج ہم سحری میں دونوں اٹھے ہوئے ہیں اور پہلا دن ہے کہ ہم دونوں روزہ رکھ رہے ہیں اور اس میں آپ کو خط لکھ رہے ہیں ایک خط اس کا تھا اور دوسرا خط اس عورت کا تھا۔

میرے نام اس نے لکھا تھا کہ میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے ایک ایسا طریقہ بتایا کہ جس نے مجھ پر حق کا راستہ کھول دیا اور اب بتائیے کہ میں آگے کس طرح چلوں؟

تو آپ دیکھیں کہ اللہ تعالٰی سے کوئی چیز مانگی جائے خاص طور پر ہدایت مانگی جائے، اگر دین پر عمل مانگا جائے اور اللہ تعالٰی کی رضا کے مطابق زندگی مانگی جائے تو وہ ضرور عطا فرماتے ہیں۔

# ایک مقبولِ خدا شخصیت عبدالغفور جودھپوری رحمہ اللہ

ایک غریب گمنام اَن پڑھ آدمی جو حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی صحبت بابرکت میں جا کر مقبولِ خدا بن گئے... یہاں تک کہ حکیم الامت رحمہ اللہ سے خلافت پائی اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ جیسے جلیل القدر عالم نے اُن سے بھرپور استفادہ کیا اور اُن کے حالات قلمبند کیے۔ مولانا کی کتاب تحدیث نعمت سے حضرت جودھپوری رحمہ اللہ کے چند مبارک حالات و واقعات نقل کیے جاتے ہیں جن میں ہم سب کیلئے عظیم سبق ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کی صحبت سے کس طرح ایک گمنام اور اَن پڑھ آدمی کیلئے بھی قبولیت کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ ہاں انابت اور خلوص شرط ہے۔ (مدیر)

حضرت نعمانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: جہاں تک یاد ہے جودھپور میں میرے خاص داعی حکیم محمد صدیق صاحب غوری تھے... حکیم صاحب موصوف کے والد ماجد حضرت حاجی عبدالغفور صاحب مدظلہ سے واقفیت ہوئی... اس وقت وہ ٹھیکیداری کا کام کرتے تھے اور اپنے کاموں میں کافی مشغول رہتے تھے... دو ہی چار دن کے اس قیام میں ان کی جو باتیں سنیں اور زندگی کا جو طرز دیکھا اس سے اندازہ ہوا کہ اللہ کا یہ بندہ اگرچہ بقول خود "بے پڑھا" ہے، اردو کی بس کچھ شدبد ہے، ایک خط بھی اپنے ہاتھ سے نہیں لکھ سکتا ہے لیکن دین کا فہم سینکڑوں پڑھے لکھوں بلکہ بہت سے فارغ التحصیل عالموں سے بھی اچھا ہے اور عملی زندگی بھی ہم جیسوں کے لیے بڑی سبق آموز ہے...

ایک چھوٹا سا محلہ بنایا جو "اشرف منزل" کے نام سے موسوم ہے جس میں ایک مسجد اور ایک مدرسہ کے علاوہ امکانات اور چند دکانیں ہیں...

دیکھنے میں ایسے سادے اور لباس اتنا معمولی کہ اگر کوئی ناواقف ان کو "اشرف منزل" کے بڑے دروازے کے پاس بیٹھا دیکھے، جہاں وہ کبھی کبھی بیٹھتے ہیں تو زیادہ سے زیادہ ان کو وہاں کا دربان سمجھے... لباس کے علاوہ ان کے کسی ڈھنگ سے کوئی آدمی یہ نہیں سمجھ سکتا کہ دنیا یا دین کسی لحاظ سے بھی یہ شخص کوئی بڑا آدمی ہے...

## مزید دنیوی ترقی کے حالات خود حاجی صاحب کی زبانی سنئے

گھر میں گھانی کا (یعنی کولھو سے تیل نکالنے کا) کام ہوتا تھا، چونکہ غربت بہت تھی اس لیے جب میں کولھو کے بیل کے پیچھے چلنے کے لائق ہوا۔

اسی وقت سے گھر کے اس کام میں لگ گیا...... جب کچھ اور بڑا ہوا تو گوبر بینے کا کام بھی کرنے لگا، دادی میرے سر پر ٹوکری رکھ دیتی تھیں اور میں چرائی کے لیے جنگل جانے والے جانوروں کے پیچھے پیچھے ان کا گوبر بیننے کے لیے چلا جاتا تھا، جب وہ ٹوکری بھر جاتی تو میں گھر واپس آجاتا، اور دادی کے ساتھ اُپلے بھی پاتھتا...

بچپن میں مجھے سیپارہ پڑھنے کے لیے ایک مکتب میں بٹھایا گیا تھا، بس عم یتساءلون کی چند سورتیں پڑھی تھیں کہ پڑھانے والے صاحب نے ایک دن اتنا مارا کہ میرا پاجامہ خراب ہوگیا، گھر آیا، دادی نے نہلایا دھلایا اور بس اسی پر پڑھائی ختم ہوگئی...

چونکہ گھر کے کام گھانی میں پورا نہیں پڑتا تھا، بڑی تنگی سے گزارہ ہوتا تھا اس لیے جب میں باہر نکل کے مزدوری کرنے کے لائق ہوا تو مکانوں کی تعمیر میں مزدوری کرنے لگا، مجھے یاد ہے کہ پانچ پیسے یومیہ مجھے ملا کرتے تھے...

شہر میں ایک دو صاحب حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رکھنے والے بھی تھے اور تھانہ بھون کے کچھ باشندے بھی ریاست میں ملازم تھے.... دینی رجحان پیدا ہونے کے بعد مزدوری سے پیسے بچا بچا کر ان حضرات کے مشورے سے دینی کتابیں منگواتا تھا اور پڑھوا کر سنا کرتا تھا... اس اثناء میں، میں نے خود بھی اردو کی کچھ شد مد حاصل کرلی اور مناسبت کی وجہ سے چند ہی روز میں دینی کتابیں پڑھنے اور سمجھنے لگا...

اللہ تعالیٰ نے چونکہ دیانت دی تھی اور ذہانت بھی اس لیے مزدوری کی لائن میں بھی برابر ترقی کرتا رہا اور بات یہاں تک پہنچی کہ عمارتی کاموں والے خود مجھے تلاش کرنے لگے اور مزدوری کے ساتھ اپنے کاموں کی نگرانی کا کام بھی مجھ سے لینے لگے اور اس سے میری آمدنی بھی بڑھ گئی، اس کے علاوہ گھر پر گھانی کا کام بھی کچھ چالو رہا...

## ''تارک الدنیا'' بننے کا غلط شوق

فرمایا: کچھ عرصہ کے بعد شدت سے یہ داعیہ طبیعت میں پیدا ہوا کہ دنیا اور اس کے سارے بکھیڑوں کو چھوڑ چھاڑ کے بس ''فقیر'' بن جائیں، بیوی تھی، کئی بچے بھی پیدا ہو چکے تھے، دادی اور ماں بھی موجود تھیں، اس لیے دل میں خود سوال پیدا ہوتا تھا ان سب کا کیا ہوگا؟ ایک دن یہ جواب دل میں آیا کہ روزی دینے والا اور پرورش کرنے والا تو تھوڑا ہی ہے اللہ تعالیٰ ہے، وہی اب پرورش کر رہا ہے، وہی ان کی روزی کا کوئی انتظام کریگا، اگر آج تو مر جائے تو کیا ہوگا، یہ بات دل میں جم گئی اور سب کو چھوڑ چھاڑ کے تھانہ بھون بھاگ جانے کا ارادہ کر لیا...

ایک دن سحر کے وقت گھاٹی کرتے کرتے (یعنی کولہو چلاتے چلاتے) سب کو سوتا چھوڑ کے بس ایک چادر اور ایک دو کتابیں ساتھ میں لے کے چل دیا، گھر میں چالیس روپے رکھے تھے، کرایہ وغیرہ کے لیے ان میں سے بس ۷ یا ۸ روپے لئے، اور دلی کا راستہ لیا، اس خیال سے کہ جودھپور میں اگر کسی نے ریل پر سوار ہوتا دیکھ لیا تو گھر والوں کو پتہ چل جائے گا اور تعاقب کیا جائے گا، ۴۰ میل پیدل چل کر پی پاڑ سے ریل میں بیٹھا، یاد ہے کہ دہلی تک راستہ میں (گویا ۲۴ گھنٹہ یا اس سے بھی کچھ زیادہ میں) بس ایک پیسہ کی مولی خرید کے کھائی تھی...

دہلی پہنچ کر رات کو پہاڑ گنج میں ٹھہرا صبح کو شاہدرہ آیا جہاں سے تھانہ بھون کو ٹرین چلتی تھی، معلوم ہوا کہ اب شام کو ٹرین ملے گی، دن گزارنے کے لیے وہاں ایک مسجد میں پڑ گیا اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی ''کلیات امدادیہ'' جو ساتھ تھی اسی کا مطالعہ کرنے لگا... اس میں ایک ''تارک الدنیا'' درویش کا یہ قصہ پڑھا کہ میرے ہی جیسے کسی صاحب کو ''ترک دنیا'' (دنیا چھوڑنے) کا شوق ہوا، بیچاری بیوی کو طلاق دے کے اور بچوں کو چھوڑ کے نکل گئے اور درویشی اختیار کر لی بیوی نے مجبور ہو کر کہیں اور نکاح کر لیا، عرصہ کے بعد یہ درویش صاحب کہیں گھومتے پھرتے اس کے گھر کی طرف سے نکلے اور اپنی کسی ضرورت سے گھر پر صدا دی، گھر والی (جو ان کی مطلقہ بیوی تھی) نکلی، انہوں نے تو اس کو نہیں پہچانا۔

لیکن خاتون نے ان کو پہچان لیا اور کہا میاں صاحب یہیں ٹھہر جاؤ آرام کر لو، انہوں نے قبول کر لیا اور اپنی جھولی وہیں رکھ کے بیٹھ گئے، اس نے ان سے اجازت لے کے ان کی جھولی کھولی، اس

میں عام ضرورت کی کچھ چیزیں تھیں، مثلاً سوئی، دھاگہ، قینچی، نمک مرچ، آٹا، کچھ پیسے۔

اس نے ایک ایک کو پوچھا کہ یہ کیا ہے اور کس لیے ہے؟ یہ میاں صاحب بتاتے رہے کہ یہ یہ ہے اور اس لیے ہے، آخر میں اس نے ایک دھول رسید کی اور کہا کہ بس دنیا میرا ہی نام تھا اور یہ سب جو جھولی میں لیے پھرتے ہو یہ دنیا نہیں ہے...

(حاجی صاحب نے فرمایا) یہ قصہ پڑھ کے عقل کام کرنے لگی... پھر یہ بھی سوچا کہ جب کل کو تھانہ بھون پہنچوں گا تو سب سے پہلا سوال وہاں یہ ہوگا کہ کیوں آئے ہو؟ اور اگر گھر سے کوئی تار وار پہنچا تو یہ بھی ممکن ہے کہ خوب ڈانٹ پڑے اور کل ہی واپسی کا حکم ہو... بس یہ سوچ سمجھ کے واپسی کا فیصلہ کر لیا اور وہیں سے سیدھے جودھپور چلے آئے... یہاں آ کر معلوم ہوا کہ بیوی نے تین دن سے کچھ کھایا ہے نہ پیا ہے، بس روتا ہے اور اللہ سے دعا ہے، اس وقت اندازہ ہوا کہ سب اس کی دعاؤں کا کرشمہ تھا...

## حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی زیارت اور بیعت

حضرت رحمہ اللہ کی کتابوں کے ذریعہ اور تھانہ بھون کے حضرات سے حالات سُن سُن کے حضرت رحمہ اللہ سے عقیدت ہو چکی تھی۔ ایک دفعہ سنا کر فلاں دن حضرت پی پاڑ تشریف لا رہے ہیں، وہاں وعظ بھی ہوگا... میں زیارت اور وعظ سننے کے شوق میں پیدل چل کے پی پاڑ (پی پاڑ جودھپور سے قریباً ۴۰ میل کی مسافت پر ایک قصبہ ہے) پہنچا۔

حضرت کی زیارت پہلی بار وہیں ہوئی، وعظ بھی سنا اور الحمد للہ دل پر بہت اثر ہوا... موقع پا کر میں نے حضرت کے قریب جا کر عرض کیا میں جودھپور کا رہنے والا ہوں، محنت مزدوری کرتا ہوں، حضرت سے بیعت ہونا چاہتا ہوں۔

حضرت نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ اچھا فلاں وقت میرے پاس آ جانا، میں اس وقت حاضر ہوا حضرت نے میرے کچھ حالات دریافت فرمائے اور بیعت فرما لیا، اور اس کے بعد سے حضرت سے تعلق قائم ہو گیا... مجھے سب سے زیادہ مناسبت ''مناجات مقبول'' کی دعاؤں سے تھی، اس کے اردو اشعار کا کافی حصہ حفظ ہو گیا تھا، گھانی کرتے ہوئے بھی خوب مزے سے پڑھا کرتا تھا... (فرمایا) مجھے تو جو کچھ ملا ہے اسی سے ملا ہے...

## دین کا صحیح فہم اور اعتدال

حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں... یہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ حاجی صاحب ''تعلیم یافتہ'' نہیں ہیں، دینی ذوق اور دینی شعور پیدا ہونے کے بعد بس قرآن مجید پڑھ لیا ہے اور اردو کتابیں پڑھنے اور سمجھنے کی صلاحیت پیدا کر لی ہے، خط و کتابت کا دائرہ اگر چہ بہت وسیع ہے لیکن اپنے خطوط عموماً دوسروں سے لکھاتے ہیں خود غالباً دو سطریں بھی نہیں لکھ سکتے ہیں لیکن اس ''نا تعلیم یافتگی'' کے باوجود اللہ تعالیٰ نے فہم دین کی ایسی دولت نصیب فرمائی ہے کہ بس اللہ کی شان نظر آتی ہے...

ایک دفعہ ایک علمی اور دینی موضوع پر ناچیز راقم سطور اور رفیق محترم مولانا سید ابوالحسن علی نے ایک عرصہ تک غور کیا اور ایک نتیجہ پر پہنچے کچھ دنوں بعد میرا جودھ پور جانا ہوا، میں نے ایک سلسلہ گفتگو میں حاجی صاحب سے اس موضوع کا ذکر کیا... حاجی صاحب نے اپنی سیدھی سادی بالکل غیر علمی زبان میں وہی بات فرمائی، جس پر ہم دونوں کافی غور کے بعد پہنچ سکے تھے، ایسے ہی حضرات کے بارہ میں عارف رومی نے فرمایا ہے ؎

بنی اندر خود علوم انبیاء  بے کتاب و بے معید و اوستا

اس صحیح فہم دین ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ اپنے مرشد حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے صادق عشق اور نہایت عمیق عقیدت کے باوجود اس طرح کا غلو بالکل نہیں ہے کہ جو اس تعلق میں اکثر پیدا ہو جاتا ہے، بلکہ اس طرح کے غلو کی اصلاح ان کا خاص موضوع ہے، حاجی صاحب کی گفتگو کا خاصا حصہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ہوتا ہے لیکن بڑے سادے انداز میں بس مرحوم یا زیادہ سے زیادہ حضرت مرحوم کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور ذکر کے ساتھ برابر دعائے مغفرت کرتے جاتے ہیں...

## بیٹی کی شادی میں رسوم سے انکار

میں نے اپنی بیٹی کے نکاح کا ارادہ کیا، اور یہ بھی فیصلہ کیا کہ برادری کی رسموں کی پابندی بالکل نہیں کروں گا، بس شریعت وسنت کے مطابق سیدھا سادہ نکاح کروں گا اور بچی کو رخصت

کر دوں گا، جو لوگ برادری میں بڑے تھے پہلے ان سے بات چیت کی تاکہ کوئی ہنگامہ اور ناگواری پیش نہ آئے، انہوں نے کہا کہ ناچ باجے کے لیے تو ہم تجھے مجبور نہیں کرتے۔

لیکن برادری کی فلاں فلاں رسمیں تو تجھے ضرور ہی کرنی پڑیں گی...

میں نے بہت سمجھایا، لیکن وہ کسی طرح نہ مانے، اب میں نے لڑکے والوں سے بات چیت کی کہ میرا ایسا ارادہ ہے، اگر تم پختگی سے اس کے لیے تیار ہو تو فلاں دن بعد مغرب نکاح ہوگا اور اگر تم بھی اس کے لیے تیار نہ ہو تو پھر خوشی سے اپنے لڑکے کے لیے کوئی دوسری لڑکی تجویز کرلو مجھے کوئی شکایت نہ ہوگی۔

انہوں نے آمادگی اور استقامت ظاہر کی، اور میں نے دن مقرر کر دیا، یہ بھی کہہ دیا کہ آپ حضرات مغرب کی نماز اپنی مسجد میں پڑھ کے آئیں اور نکاح اور رخصتی سے فارغ ہو کے عشاء اپنی مسجد میں جا کے پڑھ لیں، بس اتنا ہی وقت نکاح اور رخصتی میں لے گا...

برادری والوں نے پنچایت بلائی اور خود میرے بھائی کی زبان سے میرے بائیکاٹ اور برادری سے خارج کئے جانے کا اعلان کرایا...

. مقررہ دن آ جانے پر میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ آج بعد مغرب بیٹی کا نکاح اور رخصتی ہے، جو کچھ ضرورت ہو بتا دو اور ضروری سامان کر دو، والدہ کو میری اس بات سے تعجب بھی ہوا اور اس وقت رنج بھی ہوا لیکن پھر میرے کہنے سننے سے وہ راضی اور آمادہ ہو گئیں، بعد مغرب لڑکے والے آئے اور میں نے نکاح کر کے اسی وقت بچی کو رخصت کر دیا...

پھر اللہ نے برادری والوں کا وہ سارا بائیکاٹ بھی ختم کرا دیا اور سب سیدھے ہو گئے...

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی صحبت کی برکت سے اللہ پاک نے ظاہری علوم سے محروم ایک شخص کو کس طرح دنیاوی نعمتوں اور دین کی صحیح فہم سے نوازا کہ بڑے بڑے علماء اس شخص کی مجلس میں بیٹھنا اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے...

حضرت حاجی عبدالغفور جودھپوری رحمہ اللہ دنیا و آخرت کی سعادتوں کو سمیٹتے ہوئے اور دینی ترقی کی طرف تیز رفتاری سے منازل طے کرتے ہوئے بالآخر جولائی 1970ء میں واصل بحق ہوئے... اللهم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه (ماخوذ از تحدیث نعمت)

# بارگاہِ رسالت میں

# اُسوۂ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبولیت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے محبوب خلیفہ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحئی عارفی صدیقی رحمہ اللہ کی مقبول عام تالیف "اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم" جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشرتی زندگی کے اسوہ حسنہ پر نہایت جامع و مستند کتاب ہے...

یہ مُبارک کتاب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور کس طرح مقبول ہوئی اس سلسلہ میں محترم جناب سید محمد ممتاز عارفی صاحب جو کہ حضرت عارفی رحمہ اللہ کے خادم اور محبّ صادق ہیں اور حضرت کے بیانات ریکارڈ کرنے کی خدمت سرانجام دیا کرتے تھے اور اب بھی حضرت کے ریکارڈ شدہ بیانات کی اشاعت کی مُبارک فکر میں رہتے ہیں...

وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت صبح آٹھ بجے مطب تشریف لے آتے تھے اور میں بھی حسب معمول صبح آٹھ بجے حضرت کے مطب پر پہنچ جاتا...ایک دن میں حاضر خدمت ہوا چند دیگر احباب بھی جمع تھے بعض اوقات اکابر حضرات میں سے بھی بعض حضرات تشریف لے آتے...ایک دن کی مجلس کا واقعہ ہے حضرت کی کتاب اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ رسالت میں قبولیت کی بات ہو رہی تھی... کہ جناب نصرت علی صدیقی صاحب تشریف لائے جو مکہ مکرمہ کے محلہ غزوہ کے رہائشی تھے... اور بڑے بزرگ تھے حضرت عارفی رحمہ اللہ کے خلیفہ اور سلسلہ اشرفیہ کے بڑے حضرات میں شمار کئے جاتے تھے...

حضرت عارفی رحمہ اللہ نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور ہم حاضرین سے فرمایا یہی وہ صاحب ہیں جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی جس میں اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبولیت دکھائی گئی پھر حضرت عارفی رحمہ اللہ نے صدیقی صاحب سے فرمایا آپ نے جو دیکھا وہ ان حضرات کے سامنے بیان فرمائیے...

محترم نصرت علی صدیقی صاحب نے بیان کیا کہ جب میں حرمین شریفین جانے لگا تو

حضرت عارفی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عنایت فرمائی اور فرمایا کہ اس کتاب کو دربار رسالت میں پیش کر دینا... میں روضۂ مبارک پر پہنچا... اشراق کا وقت تھا... کتاب میرے ہاتھ میں تھی میں سوچ رہا تھا کہ میں اس کتاب کو بارگاہ رسالت میں کیسے پیش کروں؟ بالآخر میں نے کتاب سینے سے لگائی اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ کتاب آپ کے ایک امتی اور میرے شیخ و مرشد حضرت عارفی نے مرتب کی ہے اور مجھے آپ کے دربار میں عاجزانہ انداز میں پیش کرنے کا حکم فرمایا...

میں یہ کلمات اپنے دل میں دھرا ہی رہا تھا کہ اسی حالت میں مجھ پر نیند طاری ہوگئی اور میری ظاہری آنکھیں بند ہوئیں اور باطن کی آنکھیں کھل گئیں روضۂ مبارک کے پردے ہٹ گئے اور میں نے دیکھا کہ سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور ساتھ ہی حضرت عارفی بھی کھڑے ہیں اور خود اپنی کتاب اسوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضور کے روبرو پیش کر رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرحاں وشاداں اور چہرہ مبارک پر مسکراہٹ ہے... اسی دوران میری یہ مبارک کیفیت ختم ہوئی... اس واقعہ کے راوی محترم سید محمد ممتاز عارفی بیان کرتے ہیں کہ اس واقعہ کو بیان کرتے وقت نصرت صدیقی صاحب پر عجیب وارفتگی کی کیفیت تھی اور چشم نم آنکھوں سے اس واقعہ کو بیان کر رہے تھے جبکہ حضرت عارفی رحمہ اللہ خاموشی سے یہ واقعہ سن رہے تھے... (ناقل مرتب)

## افلاطون کی قابلیت

ایک بار بادشاہ وقت افلاطون کے پاس آیا اور بعد امتحان اس نے بادشاہ کو اپنے پاس آنے کی اجازت دی.... جب رخصت ہونے لگا تو افلاطون نے کہا کہ میں آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں.... بادشاہ نے دل میں کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ دنوں تک تنہائی میں رہتے رہتے خبط ہوگیا ہے.... یہ جنون ہی تو ہے کہ آپ کی ایسی پھٹی ٹوٹی حالت اور بادشاہوں کی دعوت کرنے کے حوصلے اور بادشاہ اس خیال میں معذور بھی تھا وہ تو اسی متاع کو بڑی چیز سمجھتا تھا... مگر افلاطون کی نظر میں اس کی وہ وقعت تھی جیسے بچے ایک گھر بناتے ہیں

وہاں سہہ دریاں بھی ہیں کمرے بھی ہیں سب کچھ موجود ہے مگر باپ اس کو دیکھ کر ہنس رہا ہے کہ ان حضرات کا سارا گھر میری ایک لات کا ہے.....

بس ایسی ہی متاع ہے عقلاء دنیا کی جیسے ایک نہیارا اپنے سر پر چوڑیوں کا ٹوکرا لئے جا رہا تھا گاؤں والوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب کسی چیز کی بابت انہیں پوچھنا ہوتا ہے اپنی لاٹھی سے آہستہ سے ایک کھودا دیا کرتے ہیں.... کھود کرید کرنے کے لئے اسی طرح دیہاتی نے ان چوڑیوں میں لاٹھی سے کھودا دے کر منہیار سے پوچھا کہ ارے یہ کیا ہے اس نے کہا جی بس ایک دفعہ اور مار دو کچھ بھی نہیں یعنی ایک ضرب سے سب تقسیم تفریق سے مبدل ہو کر کسور تک پہنچ گئی اور کسور بھی صرف کسور عام نہیں بلکہ کسور اعشاریہ بھی غرض سارا حساب یہیں ختم ہو گیا تو اہل دنیا کے نزدیک دنیا کی متاع بڑی چیز ہے.....

اسی بناء پر بادشاہ نے عذر کیا افلاطون کو اس خیال کا ادراک تھا اس لئے افلاطون نے کہا میں آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں یہ سن کر بادشاہ نے دل میں تو یہی کہا کہ واقعی اس کے دماغ میں خلل معلوم ہوتا ہے اس کے پاس ضروری سامان تک نہیں یہ مجھے کھلاوے گا کیا..... لیکن زبان سے یہ بات تو ادب کی وجہ سے کہہ نہ سکا کہ یہ عذر کیا کہ آپ کو فضول تکلیف ہوگی افلاطون نے کہا کہ نہیں مجھے کچھ تکلیف نہیں ہوگی.... میرا جی چاہتا ہے..... جب اصرار دیکھا تو بادشاہ نے دعوت منظور کرلی..... اچھا آجاؤں گا اور ایک آدھ ہمراہی بھی میرے ساتھ ہوگا افلاطون نے کہا کہ نہیں مع لشکر اور وزراء امراء سب کی دعوت ہے.....

غرض ایک ساتھ دس ہزار کی دعوت کردی اور لشکر معمولی نہیں خاص شاہی لشکر بادشاہ نے کہا خیر خبط تو ہے ہی یہ بھی سہی غرض تاریخ معین پر بادشاہ مع لشکر اور امراء کے افلاطون کے پاس جانے کے لئے شہر سے باہر نکلا تو کئی میل پہلے سے دیکھا کہ چاروں طرف استقبال کا سامان کا سامان نہایت تزک و احتشام کے ساتھ کیا گیا ہے ہر شخص کے لئے اس کے درجہ کے موافق الگ الگ کمرہ موجود ہے اور دو طرفہ باغ لگے ہوئے ہیں رات کا وقت تھا ہزاروں قندیل جگہ جگہ ناچ رنگ نہریں اور وہ ایک عجیب منظر پیش نظر تھا اب بادشاہ نہایت حیران تھا کہ یا اللہ یہاں تو کبھی کوئی ایسا شہر تھا نہیں غرض ہر شخص کو مختلف کمروں میں اتارا گیا اور ہر جگہ

نہایت اعلیٰ درجہ کا سامان فرش فروش.... جھاڑ فانوس.... افلاطون نے خود آ کر مدارت کی اور بادشاہ کا شکریہ ادا کیا.... ایک بہت بڑا مکان تھا اس میں سب کو جمع کر کے کھانا کھلایا گیا کھانے ایسے لذیذ کہ عمر بھر کبھی نصیب نہ ہوئے تھے بادشاہ کو بڑی حیرت کہ معلوم نہیں اس شخص نے اس قدر جلد یہ انتظامات کہاں سے کئے۔ بظاہر اس کے پاس کچھ جمع پونجی بھی نہیں معلوم ہوتی یہاں تک کہ جب سب کھا پی چکے تو عیش وطرب کا سامان ہوا ہر شخص کو ایک الگ کمرہ سامان سے آراستہ پیراستہ.... اندر گئے تو دیکھا کہ تمیم لطف اور تکمیل عیش کے لئے ایک ایک حسین عورت بھی ہر جگہ موجود ہے غرض سارے سامان عیش وطرب کے موجود تھے خیر وہ لوگ کوئی متقی پرہیز گار تو تھے نہیں اہل خانقاہ تھوڑے ہی تھے بلکہ خواہ مخواہ کے آدمی تھے جیسے مشہور ہے.... الفریہ خواہ مخواہ مراد آدمی یہ رنگ مہمانی دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور رات بھر خوب عیش اُڑائے کیونکہ ایسی رات انہیں پھر کہاں نصیب ہوتی یہاں تک کہ سو گئے....

جب صبح آنکھ کھلی تو دیکھتے کیا ہیں کہ نہ باغ ہے بلکہ نرا اراغ ہے.... نہ درخت ہیں بلکہ نرے کرخت ہیں یعنی بجائے درختوں کے دیکھا کہ پتھر کھڑے ہوئے ہیں اور ایک ایک پولا سب کی بغل میں ہے اور پاجامہ خراب ہے یہ عورتیں تھیں۔ بڑے شرمندہ ہوئے کہ لاحول ولا قوۃ یہ کیا قصہ ہے بادشاہ کی بھی یہی حالت تھی افلاطون نے بادشاہ سے کہا کہ تم نے دیکھا یہ ساری دنیا جس پر تمہیں اتنا ناز ہے ایک عالم خیال ہے اور حقیقت اس کی کچھ بھی نہیں.... اس قدر قوی تصرف تھا افلاطون کے خیال کا کہ پس اس نے یہ خیال جما لیا کہ ان سب کے متخیلہ میں یہ ساری چیزیں موجود ہو جائیں بس سب کو وہی نظر آنے لگیں جب وہ لوگ سو گئے اس نے اس خیال کو ہٹا لیا پھر صبح اٹھ کر جو انہوں نے دیکھا تو کچھ بھی نہ تھا.... افلاطون مجاہدہ وریاض کئے ہوئے تھا.... اس لئے یہ قوت اس کے خیال میں پیدا ہو گئی تھی یہ تصوف نہیں ہے تصرف ہے....

یہ اور چیز ہے وہ اور چیز ہے۔ بس مزہ سب سرد ہو گیا افلاطون نے کہا کہ جیسے تمہیں ان چیزوں میں مزہ آتا ہے مجھے بالکل نہیں آتا کیونکہ مجھے ان کی حقیقت معلوم ہے تو واقعی جو کچھ نظر آیا وہ عالم خیال تھا مسمریزم میں بھی جو کچھ نظر آتا ہے وہ عالم خیال ہی ہوتا ہے اور یہ جو حاضرات واضرات ہے یہ بھی وہی ہے محض قوت خیالیہ کا اثر ہوتا ہے روح ووح کچھ نہیں ہوتی.... اسی واسطے بچوں پر یہ عمل چلتا ہے.... (دین ودانش)

# ابوریحان کی قابلیت

مشہور حکیم ابوریحان منجم بہت بڑا حکیم گزرا، ستارہ شناس تھا، ستاروں کی مدد سے جو بات کہتا تھا سچ نکلتا تھا..... ایک دن سلطان محمود غزنوی اور منجم ابوریحان دونوں ایک کمرہ میں بیٹھے ہوئے تھے، سلطان نے بغرض امتحان اس سے پوچھا کہ بتاؤ بادشاہ اس نشست کے بعد کس دروازہ سے نکلے گا..... منجم نے اسطرلاب درست کیا اور ستاروں کی تقویم کرنے کے بعد حساب لگا کر جواب ایک پرچہ پر لکھا اور محمود کے سرہانے رکھ دیا.....

اس کے بعد سلطان نے حکم دیا کہ محل کی شرقی دیوار کھود کر ایک دروازہ بنایا جائے، میں اسی راستے سے محل سے باہر جاؤں گا چنانچہ ایسا ہی کیا جب پرچہ اٹھا کے دیکھا وہاں بھی بالکل یہی لکھا تھا..... اس کے بعد سلطان نے منجم سے کہا کہ بتاؤ کہ میں تم سے کیا برتاؤ کروں گا؟ جواب ایک کاغذ پر لکھ کر غلام کو دے دیا، اس کے بعد بادشاہ نے کہا اسے چھت سے نیچے گرادو چنانچہ گرادیا گیا، جب پرچہ اٹھا کر دیکھا تو وہاں بھی یہی لکھا ہوا تھا..... (تاریخ فرشتہ جلد 1)

# قابلیت اور قبولیت کا معرکہ

ایک بزرگ ولی اللہ نے شیخ بوعلی سینا سے فرمایا کہ تو نے علوم عقلیہ اور فلسفہ میں اپنی ساری عمر برباد کی..... آخر کس مرتبہ تک تو پہنچا؟

شیخ بوعلی سینا نے فرمایا کہ دن میں مجھے ایک ایسی گھڑی اور ساعت کا علم ہے کہ اس گھڑی میں لوہا آٹے کی طرح نرم ہو جاتا ہے..... بزرگ نے فرمایا جب وہ ٹائم اور گھڑی آئے تو مجھے بتانا..... چنانچہ شیخ بوعلی سینا رحمہ اللہ نے وہ گھڑی بتادی اور ہاتھ میں لوہا لے کر اس میں انگلی داخل کردی..... تو انگلی اس کے اندر دھنس گئی.....وہ ٹائم اور گھڑی گزر جانے پر اس بزرگ نے شیخ بوعلی سینا سے فرمایا کہ اب پھر اسی طرح لوہے کے اندر انگلی داخل کرو..... شیخ بوعلی سینا نے کہا وہ گھڑی گزر چکی ہے اب ممکن نہیں تو اس بزرگ نے لوہا ہاتھ میں لے کر کرامت سے اپنی انگلی اس میں داخل کردی اور فرمایا کہ عقلمند کے لئے یہ مناسب نہیں ہے

.... کہ وہ اپنی عمر عزیز ایسی بے کار چیزوں میں تباہ کردے یہ کوئی کمال نہیں.... کمال یہ ہے کہ آخرت کے لئے بندہ محنت کرے اور اپنے اللہ کو راضی کر لے....

شیخ بوعلی سینا اس سے بہت متاثر ہوا.... اور اس کی زندگی میں تبدیلی آ گئی.... مرض الموت میں دل سے توبہ کی اپنا مال فقراء پر صدقہ کیا اپنے تمام حقوق ادا کر دیئے.... اور کثرت کے ساتھ تلاوت کرنے لگے.... چنانچہ ہر تیسرے دن ایک قرآن کریم ختم کرتے تھے اور جب اس کا انتقال ہوا تو صحیح بخاری شریف اس کے سینے پر پڑی تھی.... (ظفر المحصلین)

## خداداد قابلیت

جامع سلیمانیہ کی تعمیر کے دوران یورپ کے کسی ملک (غالباً اٹلی) کے ایک کلیسا نے اپنے ملک کے سرخ سنگ مرمر کی ایک بہترین سل تحفے میں بھیجی، اور یہ خواہش ظاہر کی کہ یہ سل اس مسجد کی محراب میں لگائی جائے.... جب سل پہنچی تو زینان معمار نے سلیمان اعظم سے کہا کہ میں یہ سل محراب میں لگانا مناسب نہیں سمجھتا، اگر آپ فرمائیں تو اسے مسجد کے ایک دروازے کی دہلیز میں لگا دیا جائے، سلیمان اعظم نے اس رائے کو پسند فرمایا، اور وہ پتھر دہلیز میں لگا دیا گیا....

زینان کو یہ شبہ بھی تھا کہ ان اہل کلیسا نے اس پتھر میں کوئی شرارت نہ کی ہو، چنانچہ اس نے ایک روز امتحاناً اس پتھر کو کسی خاص مسالے سے گھسا کر دیکھا کہ اس کے اندر کیا ہے؟ گھسنے کے بعد اسی پتھر کے اندر سیاہ رنگ کی ایک صلیب بنی ہوئی نمودار ہوئی.... یہ پتھر آج بھی دروازے کی دہلیز میں نصب ہے، اور اس میں صلیب کا نشان آج بھی نظر آتا ہے، جواب قدرے دھندلا گیا ہے، لیکن پھر بھی خاصا واضح ہے، جو اُن اہل کلیسا کے مکروفریب اور مسجد کے معماروں کی فراست وبصیرت کی گواہی دے رہا ہے.... مسجد کے باہر ایک احاطے میں بہت سی قبریں بنی ہوئی ہیں، جن میں سے ایک قبر سلیمان اعظم کی بھی ہے.... (عالمی تاریخ جلد ۲)

## قابلیت سے زیادہ قبولیت کی فکر چاہیے

درسِ نظامی کی بعض کتابوں کے مشہور شارح مولانا محمد حنیف گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ محقق

طوسی کے تذکرہ میں ان کی زندگی کا ایک واقعہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: منقول ہے کہ ایک مرتبہ نصیرالدین طوسی کسی ولی کی زیارت کے لیے گئے، لوگوں نے تعارف کرایا کہ یہ عالم دُنیا نصیرالدین طوسی ہیں۔ ولی نے دریافت کیا: ''ان میں کون سا کمال ہے؟''

لوگوں نے کہا: ''علم نجوم میں ان کی نظیر نہیں۔''

ولی نے کہا: ''علم نجوم تو اس سے زیادہ گدھا جانتا ہے۔'' یہ سن کر طوسی بہت زیادہ کبیدہ خاطر ہوئے اور مجلس سے اُٹھ کر چلے آئے۔

اتفاق کی بات اسی رات طوسیؒ ایک پن چکی والے کے دروازے پر شب گزاری کے لیے مقیم ہوئے، طحان نے کہا: ''اندر آ جائیے کیوں کہ آج شب میں بہت تیز بارش ہوگی۔ یہاں تک کہ اگر دروازہ بند نہ کیا گیا تو سیلاب میں بہہ جائے گا۔''

طوسی نے اس کی وجہ دریافت کی۔ طحان نے کہا ''میرے یہاں ایک گدھا ہے، جب وہ اپنی دم آسمان کی طرف کر کے تین (۳) بار ہلاتا ہے تو بارش نہیں ہوتی اور جب وہ زمین کی طرف کر کے ہلاتا ہے تو بارش ہو جاتی ہے، یہ سن کر طوسی اپنے عجز کے معترف اور ولی کی صداقت کے قائل ہو گئے۔''

قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید

(ظفر المحصلین باحوال المصنفین: ص۳۸۷)

# قابلیت کا معیارِ فضیلت

سقراط کا ایک بہت بڑا حکیم تھا اور گویا ایک درجہ میں طب کا موجد سمجھا جاتا ہے اور رات دن پہاڑوں میں جڑی بوٹیوں کا امتحان کرتا تھا سارا دن گھومتے گھامتے ایک دن آیا ایک دکان پر بیٹھا دن بھر کا تھکا ہوا تھا اس کے آنکھ لگ گئی پیر تو زمین پر رکھے ہوئے ہیں اور بیٹھا ہوا ہے کان کے تختے پر اور غنودا آ گئی بادشاہ وقت کی سواری نکل رہی تھی نقیب و چوبدار ہٹو بچو کہتے جا رہے ہیں اور اس بیچارے کو کچھ خبر نہیں یہاں تک کہ بادشاہ کی سواری قریب آ گئی تو بادشاہ کو ناگوار گزرا کہ پبلک کا ایک آدمی اور پیر پھیلائے ہوئے بیٹھا ہے۔

نہ بادشاہ کی تعظیم ہے نہ عظمت ہے بڑا بے ادب گستاخ بادشاہ کو اتنا جذبہ آیا کہ سواری سے اتر کر اس کو ایک ٹھوکر ماری زور سے اب سقراط کی آنکھ کھلی اور آنکھ مل کے دیکھنے لگا اور بادشاہ نے کہا کہ جانتا بھی ہے تو کہ میں کون ہوں اس نے کہا جی ہاں میں یہی جاننے کی کوشش کر رہا ہوں کہ آپ کون ہیں اور اب تک اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ شاید آپ جنگل کے کوئی درندے معلوم ہوتے ہیں اس لئے کہ آپ نے ٹھوکر ماری ہے اور وہی ٹھوکر مار کر چلتے ہیں۔ بادشاہ کو اور زیادہ ناگوار گزرا اس سے کہا کہ تو جانتا نہیں کہ میں بادشاہ وقت ہوں۔ میرے ہاتھ میں اتنے خزانے ہیں۔ اتنی فوجیں ہیں اتنے سپاہ ہیں اتنے قلعے ہیں اتنے شہر ہیں میرے قابو میں، سقراط نے بڑی متانت سے کہا کہ بندۂ خدا تو نے اپنی بڑائی کے لئے پیش کیا فوجوں کو، ہتھیاروں کو، خزانوں کو، روپے کو پیسے کو ان میں سے ایک چیز بھی تیرے اندر کی تو نہیں ہے۔ سب باہر ہی باہر کی چیزیں ہیں تیرے اندر کیا کمال ہے جس کی وجہ سے تو دعویٰ کرے کہ تو باکمال ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ روپے پیسے نے تجھے چھوڑ دیا بس تو ذلیل ہو گیا اب تیری عزت ختم ہو گئی تاج و تخت اتفاق سے پاس نہ ہو تو بس تو ذلیل ہو گیا۔ فوجیں اگر کہیں رہ جائیں اور تو شکار میں آگے بڑھ جائے تو ذلیل ہے اس لئے کہ فوج تو ہے ہی نہیں یہ کیا عزت ہوئی کہ اندر کچھ نہیں اور بیرونی چیزوں پر مدار کار رکھے ہوئے ہے۔

تیرے اندر کی کیا چیز ہے نہ فوجیں تیرے اندر کی ہیں نہ تاج و تخت تیرے اندر کا ہے تو اگر اپنا کمال بتلاتا ہے اور بڑائی بتلاتا ہے تو اندر کا کمال پیش کر اگر تیرے اندر واقعی کوئی کمال ہے اب وہ بیچارہ بادشاہ بھی حیران ہوا کہ واقعی بات سچی ہے جواب دے نہ سکا اس نے کہا کہ اگر تجھے کمال دکھلانا ہے تو ایک لنگی باندھ اور کپڑے اتار اور میں بھی لنگی باندھتا ہوں اور کپڑے اتار کر اس دریا میں کودتے ہیں اور وہاں اپنے اپنے کمالات دکھلائیں گے۔

اس وقت معلوم ہو گا کہ تو باکمال ہے یا میں باکمال ہوں تو گویا سقراط نے بتلایا کہ کمال حقیقت میں جس پر آدمی فخر کرے وہ اندرونی کمال ہے اندر تو کمال نہ ہوا اور باہر کی چیزوں پر فخر کرے وہ ہمیشہ جدا ہونے والی چیزیں ہیں وہ جدا ہو گئیں تو بے کمال ہو گیا۔ ذلیل ہو گیا یہ کیا کمال ہے۔ (خطبات طیب)

باب 2

# قابلیت اور مقبولیت کے مثالی واقعات

مقبولیت اور قابلیت کے حامل افراد
کون اور کیسے ہوتے ہیں؟
اسلامی تاریخ سے مثالی واقعات

# امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی خداداد قابلیت

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک شخص تھا اس کی بیوی اس کو منہ نہیں لگاتی تھی اور خاوند سو جان سے اس کا عاشق تھا بیوی کی طبیعت شوہر سے نہیں ملتی تھی اس لئے وہ طلاق لینا چاہتی تھی۔ مگر مرد طلاق نہیں دیتا تھا۔ مرد اس کو یہی نہیں کہ ستاتا نہیں تھا۔ بلکہ محبت کرتا تھا مگر وہ رہنا ہی نہیں چاہتی تھی ایک دن دونوں میاں بیوی بیٹھے ہوئے بات چیت کررہے تھے، بیوی کچھ کہہ رہی تھی۔ مرد نے بھی کوئی جملہ کہا۔

بس وہ چپ ہو کر بیٹھ گئی۔ مرد نے کہا کہ اگر صبح صادق سے پہلے پہلے تو نہ بولی تو تجھ پر طلاق ہے وہ چپ ہو گئی اور ارادہ کر لیا کہ میں خاموش رہوں گی تا کہ اس سے کسی طرح پیچھا چھوٹ جائے وہ بے چارہ پریشان ہوا۔ وہ ہر چند بلانا چاہتا تھا مگر وہ بولتی ہی نہیں تھی اب وہ سمجھ گیا کہ یہ طلاق لینا چاہتی ہے اور اس طرح بیوی مجھ سے جدا ہو جائیگی اب اس نے فقہاء کے دروازے جھانکنے شروع کئے ان سے جا کر اپنا حال کیا۔ انہوں نے یہی کہا کہ اگر وہ چپ رہی تو طلاق پڑ جائے گی۔ یہ تو تیری طرف سے شرط ہے اس کی صورت یہی ہے کہ اس کی جا کر خوشامد کرو اور صبح صادق سے پہلے کسی طرح بلواؤ۔ ورنہ صبح صادق ہوتے ہی وہ تیرے ہاتھ سے نکل جائے گی سب نے یہی جواب دیا۔

پھر وہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پاس پہنچا۔ وہ وہاں کا حاضر باش تھا۔ متفکر اور پریشان بیٹھ گیا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ آج کیا بات ہے۔ پریشان کیوں ہو۔ اس نے کہا کہ حضرت واقعہ یہ ہے کہ بیوی سے میں نے کہہ دیا ہے کہ تو اگر صبح صادق تک نہ بولی تو تجھ پر طلاق۔ اب وہ خاموش ہو کر بیٹھ گئی ہے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ طلاق نہیں پڑے گی مطمئن رہ۔ اب وہ مطمئن ہو کر آ گیا۔ فقہاء نے امام صاحب پر طعن شروع کیا کہ ابو حنیفہؒ

حرام کو حلال بنانا چاہتے ہیں ایک صاف صریح حکم ہے اس کو کہہ دیا کہ طلاق نہیں پڑے گی۔

امام صاحب رحمہ اللہ نے یہ کیا کہ صبح صادق میں جب آدھ گھنٹہ رہ گیا تو مسجد جا کر زور زور سے تہجد کی اذان دینا شروع کردی۔ اس عورت نے جب آذان کی آواز سنی تو سمجھی صبح صادق ہوگئی۔ بس بول پڑی اور کہنے لگی صبح صادق ہوگئی میں مطلقہ ہوگئی۔ میں اب تیرے پاس نہیں رہوں گی۔ جب تحقیق کیا تو معلوم ہوا کہ صبح صادق نہیں ہوئی۔ وہ تہجد کی اذان تھی لوگ قائل ہو گئے کہ واقعی امام صاحب فقیہ بھی ہیں اور مدبر بھی۔ (مجالس حکیم الاسلام)

## امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی قابلیت کا دوسرا واقعہ

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ایک گھر میں چوری ہوئی چور اسی محلے کے تھے چوروں نے گھر والے کو پکڑا اور زبردستی حلف لیا کہ اگر تو کسی کو ہمارا پتہ بتلائے گا تو تیری بیوی پر طلاق۔ اس بیچارے نے مجبوراً طلاق کا حلف لے لیا۔ وہ چور اس کا سارا مال لے کر چلے گئے۔ اب وہ بہت پریشان ہوا کہ اگر میں چوروں کا پتہ بتلاتا ہوں تو مال تو مل جائے گا مگر بیوی ہاتھ سے نکل جائے گی اور اگر پتہ نہیں بتلاتا ہوں تو بیوی تو رہے گی مگر سارا گھر خالی ہو جاتا ہے، تو مال اور بیوی میں تقابل پڑ گیا۔ یا تو مال رکھے یا بیوی رکھے اور کسی سے کہہ بھی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ وہ عہد کر چکا تھا۔ پھر امام صاحب کی مجلس میں حاضر ہوا۔ وہ بہت غمگین اور اداس اور پریشان تھا۔

امام صاحب نے فرمایا کہ آج تم بہت اداس ہو کیا بات ہے۔

اس نے کہا کہ حضرت میں کہہ بھی نہیں سکتا فرمایا کہ کچھ تو کہو۔ اس نے کہا کہ حضرت اگر ہم نے کہا تو نہ جا۔ نے کیا ہو جائے گا۔ پھر فرمایا کہ اجمالاً کہو تو اس نے کہا کہ حضرت چوری ہوگئی ہے اور میں نے یہ عہد کرلیا ہے کہ اگر میں نے ان چوروں کا کسی کو پتہ بتلایا تو بیوی پر طلاق مجھے معلوم ہے کہ چور کون ہیں وہ تو محلے کے ہیں۔

لیکن اگر پتہ بتلاتا ہوں تو بیوی پر طلاق پڑ جائے گی۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ تو مطمئن رہ بیوی بھی ہاتھ سے نہیں جائے گی اور مال بھی مل جائے گا اور تو ہی پتہ بتلائے گا

کوفہ میں پھر شور ہو گیا کہ ابو حنیفہؒ یہ کیا کر رہے ہیں یہ تو ایک عہد ہے جب وہ پورا کریگا تو بیوی پر طلاق پڑ جائے گی۔ یہ امام صاحب نے کیسے کہہ دیا کہ نہ بیوی جائے گی نہ مال جائے گا۔ علماء فقہاء پریشان ہو گئے۔

امام صاحب نے فرمایا کہ کل ظہر کی نماز میں تمہارے محلے کی مسجد میں آ کر پڑھوں گا چنانچہ امام صاحب تشریف لے گئے وہاں نماز پڑھی اور اس کے بعد اعلان کر دیا کہ مسجد کے دروازے بند کر دیئے جائیں کوئی باہر نہ جائے۔ اس میں چور بھی تھے اس مسجد کا ایک دروازہ کھول دیا ایک طرف خود بیٹھ گئے۔ اور ایک طرف اس کو بٹھا دیا اور فرمایا کہ ایک ایک آدمی نکلے گا۔ جو چور نہ ہو اس کے متعلق کہتے جانا یہ چور نہیں ہے۔ اور جب چور نکلنے لگے تو چپ ہو کر بیٹھ جانا۔ چنانچہ جو چور نہیں ہوتے تھے۔ ان کے متعلق کہتا جاتا تھا کہ یہ بھی چور نہیں ہے یہ بھی چور نہیں اور جب چور نکلنے لگتا تو خاموش ہو کر بیٹھ جاتا۔ اس طرح اس نے گو بتلایا نہیں مگر بلا بتلائے سارے چور متعین ہو گئے کہ یہ سب چور ہیں۔ چنانچہ چور بھی پکڑے گئے مال بھی مل گیا اور بیوی بھی ہاتھ سے نہیں گئی یہ تدبیر کی بات تھی۔ (مجالس حکیم الاسلام)

## مقبولین کا روشن کردار

۶۱۵ھ میں چنگیز خاں تاتاریوں کے جس سیلاب کو لے کر عالم اسلام کی جانب بڑھا تھا۔ اس نے ۶۵۶ھ میں خلافت عباسیہ کے آخری نشان کو بھی مٹا دیا۔ ہلاکو خاں نے اسلامی عظمت کے بلند نشان بغداد کو تاراج کر دیا۔ ایک دن میں لاکھوں مسلمان تاتاریوں کی تلوار کے گھاٹ اتر جاتے تھے۔ بے گناہ شہریوں کے خون سے بغداد کے گلی کوچے بھر گئے محلات تاریخی عمارتیں' مساجد اور کتب خانے جلا ڈالے گئے۔ شہر کے اکابر اور معزز لوگ جب صلح کی درخواست لے کر ہلاکو خاں کے پاس گئے تو اس نے سب کو بے دردی سے قتل کر دیا۔ خلیفہ مستعصم باللہ اپنے تمام خاندان والوں اور درباریوں کو لے کر ہلاکو خاں کے پیروں میں جا پڑا۔ لیکن ہلاکو خاں رحم کا نام نہیں جانتا تھا۔ اس کو مسلمانوں کے خون بہانے سے قلبی راحت ملتی تھی۔ اس لئے اس نے خلیفہ کو ایک بوری میں بند کروا کے لاٹھیوں سے اتنا پٹوایا

کہ وہ ہلاک ہوگیا۔ تمام درباریوں کو اور خلیفہ کے خاندان والوں کو بے رحمی سے قتل کرادیا گیا اس کے بعد قتل و غارتگری کا یہ سیلاب شام اور مصر کی طرف بڑھا۔ ہلاکو کے بعد اس کے بیٹوں اور پوتوں نے مسلمانوں سے ایسی دشمنی نکالی کہ کسی کو یقین نہ رہا کہ اب دنیا میں اسلام باقی رہے گا۔ بڑے بڑے عالم بزرگ اور نیک لوگ چن چن کر تہ تیغ کردیئے گئے۔

لیکن ان حالات میں بھی اللہ کے کچھ نیک بندے اس کے احکام کی پابندی اور سنت کی پیروی سے غافل نہ تھے۔ بہت سے بزرگوں نے شہر سے دور اپنی خانقاہیں بنالی تھیں۔ جہاں وہ آبادیوں کے سیاسی ہنگاموں سے دور رہ کر دین کی خدمت اور اپنے رب کی اطاعت کرسکیں۔ ایسے ہی بزرگوں میں ایک سید شرف الدین رحمہ اللہ تھے تھے۔ انہوں نے کاشغر کے سبزہ زار کے ایک طرف اپنی خانقاہ بنارکھی تھی۔ دنیا کے ہنگاموں سے دور یکسوئی کے ساتھ اپنے خالق کو یاد کرتے اسلام کے مبلغین کو تیار کرتے اور ان کو پکا سچا مسلمان بنانے کی کوشش کرتے تھے۔

۶۸۰ھ ۱۲۸۱ء میں ہلاکو خاں کا پوتا تکودار خاں (الغوخاں) بن اباقا خاں نوے ہزار جنگجو تاتاریوں کا لشکر لے کر اس خیال سے نکلا کہ مصر وعرب کو بھی اسی طرح عالم اسلام کا قبرستان بنادیا جائے جیسے باقی کو بنایا جاچکا ہے کاشغر کے قریب ایک سبزہ زار میں اس لشکر نے قیام کیا۔ کچھ ہی فاصلہ پر سید شرف الدینؒ کی خانقاہ تھی تکودار خاں کے سپاہیوں کو کچھ پتہ نہیں تھا کہ کچھ ہی فاصلہ پر کوئی مرد درویش رات کی تنہائیوں میں اسلام کی بقا کے لئے اپنے رب کی بارگاہ میں سجدہ ریز رہتے ہیں۔

تکودار خاں کے لشکر میں رات کو دیر تک شراب و کباب اور عیش و نشاط کی محفلیں برپا رہتیں۔ تکودار خاں بھی رات کو دیر تک ان محفلوں کا لطف لیتا۔ ایک رات جب تکودار خاں بستر پر لیٹا تو اس کو مصر وعرب کی تسخیر کے خیال نے سونے نہ دیا۔ طرح طرح کے منصوبے دل میں آنے لگے۔ اسی طرح رات آخر ہوگئی۔ کچھ غنودگی ہوئی تھی کہ اچانک ایک آواز دور سے فضا میں ارتعاش پیدا کرتی ہوئی سنائی دی کوئی پکار رہا تھا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر...... لا الٰہ الا اللہ۔

یہ آواز سن کر تکودار خاں کی عجیب کیفیت ہوئی۔ اس کے دل نے لذت بھی محسوس کی۔ اس کو حیرت بھی ہوئی کہ اس بیابان میں کون ہے جو اس طرح پکار رہا ہے اور غصہ بھی آیا کہ

شاہی آداب کی پرواہ کئے بغیر کون ہے جو اس بے خوفی سے یہ صدا بلند کر رہا ہے۔ غرض اسی کیفیت میں تکودار پر صبح طلوع ہوئی ایک عجیب صبح۔

وہ سحر جس سے لرزتاں ہے شبستانِ وجود ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

(اقبال رحمہ اللہ)

صبح کو بستر سے اٹھ کر تکودار خاں نے پہرے داروں کو حکم دیا کہ رات میں اس طرح ہماری نیند کو خراب کرنے والا کون تھا۔ اس کو گرفتار کر کے فوراً ہمارے سامنے پیش کیا جائے تا کہ ایسی ہمت کرنے والے کو سزا دی جا سکے۔ چنانچہ سپاہیوں کا ایک دستہ فوراً سید شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری کے لئے روانہ ہو گیا۔

چند گھنٹوں میں یہ سپاہی سید شرف الدینؒ کو گرفتار کر کے تکودار خاں کے سامنے لے آئے۔ اس وقت تکودار خاں کے سامنے گوشت کے کچھ پارچے پڑے تھے وہ اپنے شکاری کتوں کو یہ گوشت کھلا رہا تھا۔

جب سید شرف الدینؒ تکودار خاں کے سامنے پہنچے تو اس نے ان کی طرف دیکھ کر کہا ''اچھا تو تم مسلمان ہو۔ سنا ہے مسلمان تاتاریوں کو کتوں سے بدتر سمجھتے ہیں؟ بتاؤ میں اچھا ہوں یا یہ کتے اچھے ہیں؟''۔ سید صاحب نے بلا کسی خوف کے جواب دیا: ''اگر آپ اپنے مالک کا حکم مانتے ہیں تو آپ اچھے ہیں اور اگر یہ کتے اپنے مالک کے فرماں بردار ہیں تو یہ اچھے ہیں''۔ تکودار اس بیبا کی کے جواب پر بہت تلملایا اس نے حیرت سے پوچھا ''میرا مالک کون ہے؟'' ''آپ کا مالک وہی ہے جو ساری مخلوق کا مالک ہے''۔ سید شرف الدین نے اسی بے خوفی سے جواب دیا۔

''اس مخلوق کا پیدا کرنے والا کون ہے؟'' بادشاہ نے پوچھا۔ اس کا غصہ اب حیرت میں بدل گیا تھا۔ ''اس مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور وہی اس کی پرورش کرتا ہے''۔ سید صاحب نے پورے سکون سے جواب دیا۔ بادشاہ نے سر جھکا لیا۔ کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر خادم کو حکم دیا اس بوڑھے کو میرے خیمہ میں لے چلو''۔ شاہی خیمہ میں پہنچ کر سید صاحب ایک جانب بیٹھ گئے۔ بادشاہ نے پوچھا ''جس اللہ کا تم ذکر کر رہے تھے اس کے متعلق کچھ بتاؤ۔'' سید شرف الدینؒ نے اللہ تعالیٰ کی صفات بادشاہ کو بتانا شروع کیں۔ قرآن کی کچھ

آیتیں سنائیں۔ بادشاہ پر اس کا اثر ہوا کہ اس کا قلب اسلام کی روشنی سے منور ہو اٹھا۔ بادشاہ نے سید شرف الدین کو باعزت واپس بھیج دیا۔ اگلے دن پھر دربار میں بلایا۔ اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی نوے ہزار تاتاری لشکر بھی مسلمان ہو گیا ان کے دل ایمان کی روشنی سے جگمگا اٹھے۔ بادشاہ کا نام سلطان محمد رکھا گیا۔

ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

(اقبال رحمہ اللہ) (مردان حق)

# خواجہ شمس الدین رحمہ اللہ کی مقبولیت

حضرت خواجہ شمس الدین ترک نے اپنی روحانی تربیت کلیر شریف کے بزرگ حضرت علاء الدین صابر رحمہ اللہ سے پائی ان کے مرشد نے ان کو پانی پت میں جا کر قیام کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے روحانی طور پر اس مقام کا بار اٹھانے کی صلاحیت اپنے میں نہ پائی، اس لئے مرشد کی اجازت سے مزید مجاہدہ و ریاضت کی خاطر مزدوری کرنے لگے، دہلی آ کر سلطان غیاث الدین بلبن کی فوج میں سواروں کے زمرے میں شامل ہو گئے اور جب شاہی فوج ایک قلعہ کی تسخیر (جس کا نام معلوم نہیں) کے لئے روانہ ہوئی تو وہ بھی ساتھ گئے قلعہ کی تسخیر میں بڑی دیر لگی، اسی دوران میں ایک سخت آندھی آئی اور بارش ہوئی شاہی لشکر کے تمام خیمے گر پڑے، بارش تیزی سے جاری رہی، سخت سردی پڑنے لگی اور کسی جگہ آگ باقی نہ رہی، سلطان غیاث الدین بلبن کا سقہ اس کے وضو کا پانی گرم کرنے کے لئے آگ کی تلاش میں نکلا، اس نے دفعۃً دور سے دیکھا کہ ایک خیمہ میں چراغ روشن ہے۔

یہ خیمہ حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمہ اللہ کا تھا۔ سقہ دوڑا گیا خیمہ کے پاس گیا، دیکھا کہ ایک فقیر کلام مجید کی تلاوت کر رہا ہے، ان کے خوف سے سقہ آگ مانگ نہ سکا، لیکن انہوں نے سر اٹھایا اور فرمایا کہ بھائی آؤ اور جتنی آگ چاہتے ہو لے جاؤ، وہ سامنے آیا، ایک لکڑی آگ سے جلائی، اور لوٹا لے کر لوٹ گیا۔

سقہ اس خیمہ کو دیکھ کر پریشان تھا، صبح کے وقت اپنی مشک لے کر اس خیمہ کی طرف چلا

تو اس میں وہ بزرگ نہ تھے، لیکن قریب ہی ایک تالاب کے پاس ان کو وضو کرتے دیکھا، وہ ایک گوشہ میں کھڑا ہو گیا، لیکن جب وہ بزرگ وضو کر کے چلے گئے تو سقہ نے اسی جگہ سے مشک میں پانی بھرا، جاڑے کا زمانہ تھا۔ ہر جگہ پانی جما ہوا تھا، لیکن جس جگہ ان بزرگ نے وضو کیا تھا وہاں کا پانی اس قدر گرم تھا کہ گویا کسی نے اس کو ابھی گرم کیا ہے۔

سقہ نے اس کی خبر سلطان غیاث الدین بلبن کو دی تو اس کو ان بزرگ سے ملنے کا اشتیاق ہوا، وہ رات کو چپکے سے پاپیادہ ان کی قیام گاہ پر اس وقت پہنچا جب وہ کلام پاک کی تلاوت میں مشغول تھے، سلطان چپ چاپ دست بستہ کھڑا رہا، جب وہ تلاوت سے فارغ ہوئے تو ان کی نظر سلطان پر پڑی، تعظیم کیلئے کھڑے ہو گئے اور سلام کیا، سلطان نے اظہار ادب کر کے عرض کیا کہ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ جیسے دوست میرے عہد میں موجود ہیں لیکن اس کے باوجود ہزار افسوس ہے کہ ابھی تک قلعہ فتح کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی ہے۔ حضرت خواجہ شمس الدین رحمہ اللہ نے ہر چند اپنے کو چھپانے کی کوشش کی، لیکن بے سود تھا۔ مجبوراً دعا کے لیے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور فرمایا اسی وقت حملہ کیا جائے، ان شاء اللہ فتح ہوگی، سلطان نے ایسا ہی کیا، اور قلعہ فتح ہو گیا۔ دوسرے دن سلطان نے غایت مسرت میں برہنہ پا خواجہ شمس الدین رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا، لیکن خواجہ شمس الدینؒ کو اپنے نور باطن سے اس کا ارادہ معلوم ہوا تو کمبل اوڑھ کر شاہی لشکر سے چل کھڑے ہوئے اور ان کا پھر کہیں لشکر میں پتہ نہ تھا۔'' (سیر الاقطاب)

# حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ کی مقبولیت

حضرت معروف بن فیروز کرخی رحمۃ اللہ علیہ دوسری صدی ہجری کے مشہور اولیاء کرام میں سے ہیں، حضرت علی بن موسیٰ الرضا رحمہ اللہ کے آزاد کردہ غلام تھے، اور ان کے ملفوظات وافادات صوفیاء کرامؒ کے لئے ہمیشہ مشعل راہ رہے ہیں۔

آپ ایک عیسائی خاندان میں پیدا ہوئے تھے، لیکن آپ کے بھائی عیسیٰ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسی زمانے سے ان کو عقیدہ توحید کے لئے چن لیا تھا، میں اور وہ ایک عیسائی

استاد کے پاس پڑھا کرتے تھے، استاد ہمیں ''باپ، بیٹا'' کا عقیدہ سکھاتا، لیکن حضرت معروف کرخیؒ جواب میں ''احد، احد'' فرماتے، اس پر استاد انہیں مارتے تھے، ایک مرتبہ استاد نے انہیں اتنا مارا کہ وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور لاپتہ ہوگئے۔

ان کی والدہ رو رو کر کہتی تھیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے معروف کو میرے پاس لوٹا دیا تو وہ جو دین چاہے گا اسے اختیار کرنے سے نہیں روکوں گی۔ کئی سال بعد آپ واپس آئے تو ماں نے پوچھا بیٹا! تم کس دین پر ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ اسلام پر، اس پر والدہ بھی مسلمان ہوگئیں، اور ہمارا پورا گھر مشرف با سلام ہوگیا۔ (صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی)

آپ ان اولیاء کرامؒ میں سے ہیں جن پر کثرت نوافل سے زیادہ ذکر وفکر کا غلبہ تھا۔ ان کے ایک معاصر راوی ابوبکر بن ابی طالبؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت معروف کرخیؒ کے پاس ان کی مسجد میں گیا۔ جب انہوں نے اذان شروع کی تو میں نے دیکھا کہ حضرت معروف کرخی قدس سرہٗ پر اضطراب کی ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔

اور جب مؤذن نے اشھدان لا الٰہ الا اللہ کہا تو ان کی ریش مبارک اور ابرو تک کے بال کھڑے ہوگئے، اور وہ بے قابو ہو کر اس درجہ جھکنے لگے کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ اذان پوری بھی کرسکیں گے یا نہیں۔ (حلیۃ الاولیاء)

ایک مرتبہ ایک حجام حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ کا خط بنا رہا تھا، حضرتؒ اس وقت بھی تسبیح میں مصروف تھے۔ حجام نے کہا: ''آپ تسبیح پڑھتے رہیں گے تو مونچھیں نہ بن سکیں گی۔'' حضرتؒ نے فرمایا: ''تم تو اپنا کام کر رہے ہو، میں اپنا کام نہ کروں؟'' (ایضاً)

آپ کا معمول تھا کہ جو کوئی دعوت دیتا، سنت کے مطابق اس کی دعوت قبول فرما لیتے۔ ایک مرتبہ ایک ولیمہ میں گئے تو وہاں انواع واقسام کے پُر تکلف کھانے چنے ہوئے تھے۔ وہاں ایک اور صوفی بزرگ موجود تھے، انہوں نے یہ پُر تکلف کھانے دیکھے تو حضرت معروف کرخیؒ سے فرمایا: ''آپ دیکھ رہے ہیں، یہ کیا ہے؟'' ان کا مقصد یہ تھا کہ اتنے پُر تکلف کھانے مناسب نہیں، حضرتؒ نے فرمایا کہ ''میں نے یہ کھانے بنانے کو نہیں کہا تھا۔'' پھر جوں جوں مزید کھانے آتے رہے، وہ صاحب اپنی سابقہ شکایت دُہراتے رہے۔

آخر میں حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ نے فرمایا:

انا عبد مدبر آکل ما یطعمنی، وأنزل حیث ینزلنی.

"میں تو غلام ہوں، میرا آقا جو کچھ کھلاتا ہے، کھاتا ہوں، اور جہاں لے جاتا ہے، چلا جاتا ہوں۔" (ایضاً)

ایک مرتبہ آپ کہیں تشریف لے جارہے تھے، راستے میں دیکھا کہ ایک سقا آواز لگا رہا ہے۔ "جو مجھ سے پانی پئے، اللہ اس پر رحم کرے۔" حضرت معروف کرخیؒ نے اس کی آواز سنی تو آگے بڑھ کر اس سے پانی مانگا، اور پی لیا۔ کسی نے پوچھا کہ "آپ تو روزے سے تھے؟" فرمایا کہ "ہاں! لیکن میں نے سوچا کہ شاید اس اللہ کے بندے کی دعا مجھے لگ جائے۔" (اور روزہ نفلی تھا، بعد میں قضا کرلی ہوگی) (ایضاً)

ایک مرتبہ آپ دجلہ کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے، سامنے سے ایک کشتی گذری جس میں کچھ بے فکر نوجوان گاتے بجاتے جارہے تھے، کسی نے حضرت معروف کرخیؒ سے کہا کہ: "دیکھئے یہ لوگ دریا میں بھی اللہ کی نافرمانی سے باز نہیں آتے، ان کے لیے بددعا کر دیجئے۔" اس پر حضرت معروف کرخیؒ نے ہاتھ اٹھائے، اور دعا فرمائی کہ:

"یا الٰہی، اے میرے آقا! میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ جس طرح آپ نے ان نوجوانوں کو دنیا میں مسرتیں بخشی ہیں، ان کو جنت میں بھی مسرتیں عطا فرمایئے۔"

حاضرین نے کہا کہ ہم نے تو آپ سے بددعا کے لئے کہا تھا، فرمایا کہ "اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں آخرت میں مسرتیں عطا فرمائیں تو ان کے دنیوی اعمال سے ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔ اس میں تمہارا کوئی نقصان نہیں۔" (صفۃ الصفوۃ)

حضرت معروف کرخیؒ کی وفات ۲۰۰ھ میں ہوئی، اور یہ بات اہل بغداد میں مشہور تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے مزار پر کی ہوئی دعا قبول فرماتے ہیں۔ خاص طور پر قحط کے زمانے میں بارش کی دعا (الطبقات الکبری للشعرانی ۶۱ ج ۱) ابو عبداللہ بن المحاملیؒ فرماتے ہیں کہ: "میں معروف کرخیؒ کی قبر کے بارے میں ستر سال سے جانتا ہوں کہ جو کوئی غمزدہ وہاں پہنچ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتے ہیں۔" (تاریخ بغداد) (جہاں دیدہ)

# مسئلہ خلق قرآن میں

# شیخ عبدالعزیز مکی رحمہ اللہ کی آزمائش

مامون نے اپنی وفات سے کچھ ہی مہینے پہلے ۲۱۸ھ میں طرسوس سے بغداد اپنے عامل اسحاق بن ابراہیم بن مصعب کے نام ایک خط بھیجا جس میں اس کو حکم دیا کہ لوگوں کو خلق قرآن کے نظریہ کی دعوت دے۔ اسحاق نے خط پہنچنے پر وقت کے ائمہ حدیث کی ایک جماعت کو بلوایا جس میں احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے علاوہ چوٹی کے علماء، قتیبہ، ابوحیان، علی بن ابی مقاتل، بشر بن ولید کندی، ابن علیہ، محمد بن حاتم وغیرہم شامل تھے۔ اسحاق نے ان حضرات کو خلق قرآن کے نظریہ کی دعوت دی۔ ان سب نے انکار کیا جس پر اسحاق نے سخت ضرب (مار پٹائی) اور وظائف کی بندش کی دھمکی دی اس پر اکثر حضرات نے رخصت شرعیہ پر عمل درآمد کرتے ہوئے بدرجہء مجبوری اسکی بات پر لبیک کہہ دیا۔

حضرت شیخ عبدالعزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ یہ بہت بڑے عالم اور عارف باللہ تھے انہوں نے ارادہ کیا کہ کم سے کم میں ایک مرتبہ مامون رشید کے سامنے کلمۂ حق تو واضح کر دوں اور اس سے جا کر یہ کہوں کہ تم نے ہزاروں علماء کو قتل کرا دیا۔

اور اس مسئلے کو لوگوں کی حیات و ممات کا ذریعہ قرار دے دیا ہے حالانکہ قرآن و حدیث کسی میں بھی اس کو قرار نہیں دیا گیا ہے۔ اگر کوئی توحید کا انکار کرے تو واجب القتل ہے۔ اسی طرح جو عقائد حقہ ہیں اگر ان کا کوئی انکار کرے وہ بھی واجب القتل ہے۔ لیکن یہ کہاں ہے کہ اگر خلق قرآن کا اقرار کرو تو خیریت ہے ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے۔

یہ ان کا مقصد تھا اس کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے ترکیب یہ کی کہ اپنے بیٹے سے یہ فرمایا کہ جامع مسجد میں جہاں لاکھوں مسلمان نماز پڑھنے آتے ہیں میں کھڑے ہو کر اعلان کروں گا تم اس پر کھڑے ہو جانا اور سوال کرنا کہ ماقولکم فی خلق القرآن.

یعنی خلق قرآن کے بارے میں تمہارا کیا قول ہے اس پر میں تقریر کروں گا تو یقیناً میں

گرفتار ہو جاؤں گا۔ پھر مجھے مامون کے دربار میں پیش کیا جائے گا تو وہاں پر مامون کے سامنے مجھے کلمہ حق کے اعلان کا موقع ملے گا۔

شیخ نے مامون تک پہنچنے کا یہ ذریعہ بنایا چنانچہ دونوں حضرات مکے سے چلے اور اسی ترتیب کے مطابق جامع مسجد میں نماز کے بعد اعلان کیا گیا کہ شیخ عبدالعزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ سوالات کئے جائیں گے۔ لوگ ٹھہر گئے صاحب زادے نے کھڑے ہو کر سوال کیا کہ خلق قرآن کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔

شیخ عبدالعزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک زوردار تقریر کی اور فرمایا کہ یہ قطعاً مخلوق نہیں ہے بلکہ صادر من اللہ ہے اور یہ لوگ جو خلق قرآن کا دعویٰ کر رہے ہیں بالکل جھوٹے ہیں اور دین پر تہمت اور افتراء باندھ رہے ہیں۔ جب تقریر پوری ہوگئی تو پولیس پہنچ گئی اور ان کو گرفتار کر لیا اور لوگوں میں بھگدڑ پڑ گئی لوگ بھاگ گئے ان کو پکڑ کر جیل میں ڈال دیا۔ وہاں کا جیلر جو تھا وہ فی الجملہ کچھ دیندار تھا۔ وہ شیخ عبدالعزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ سے آ کر ملا اور کہا کہ کیوں اپنی جان کو خطرے میں ڈالتے ہو ابھی مثل میرے ہاتھ میں ہے اس میں کچھ ردوبدل کر سکتا ہوں آپ مکے جاؤ اس جھگڑے میں کیوں پڑ رہے ہو۔

شیخ عبدالعزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں آیا ہی ہوں اسی غرض سے کہ کلمہ حق کا اعلان کروں اسکے بعد جیلر نے ان سے کچھ بحث کیا شیخ نے اس کے جوابات دیئے اس نے حق کا اقرار کیا اور کہا کہ مجھے پہلے ہی سے ہمدردی تھی اور اب اور زیادہ ہمدردی ہوگئی۔

لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کچھ توریہ وغیرہ استعمال کر کے نکل جائیں میں خود نمٹ لوں گا مگر شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہی ہوں کہ مامون کے دربار میں پہنچوں اور اسی گرفتاری کی حالت میں اس نے کہا کہ خیر! اس کو آپ جانیں یہ اسی طرح گرفتار رہے اور مامون تک یہ بات پہنچائی گئی۔ جیلر نے مامون کو آمادہ کیا کہ شیخ عبدالعزیز بہت بڑے عالم ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ انہیں دربار میں طلب کریں۔

وہ چاہتے ہیں کہ میں اسی مسئلے کو پوری طرح سمجھوں اور سمجھاؤں میری رائے یہی ہے کہ آپ معتزلہ کے علماء کو جمع کریں اور پورا دربار لگے اور اس میں شیخ عبدالعزیز مکی رحمۃ اللہ

علیہ کو بلایا جائے مامون نے اس مشورہ کو تسلیم کرلیا اور تاریخ متعین کردی۔ جب وہ تاریخ آئی تو شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو ایسے مکان میں بٹھایا گیا جو لب سڑک تھا اور وہ سڑک شاہی دربار میں جاتی تھی اور یہ ترکیب اس لئے کی گئی کہ دربار میں جانے والے رعب کے ساتھ اسی سڑک سے جائیں گے یہ منظر دیکھ کر شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ پر رعب طاری ہو جائے اور اپنے خیال سے رک جائیں۔

جب وقت آیا تو سب سے پہلے اسی راستے سے فوجی دستے گزرے تلواریں لٹکی ہوئی سونے اور چاندی کے ان کے حلقے تھے گویا بڑے چمک دمک کے ساتھ ایک لشکر گزرا اور شیخ پر یہ اثر ڈالنا تھا کہ ان سب کی موجودگی میں تم کو کلام کرنا پڑے گا یہ نہیں کہ چند آدمیوں کے سامنے تم نے مسئلہ بیان کر دیا اس کے بعد ایک ملازمین کا دستہ گزرا وہ بھی زرق و برق تھے اس کے بعد علماء کی جماعت گزری ان کے جبے وعمامے سبز تھے وہ بھی ایک شان کے ساتھ گزرے اس کے بعد عمائد شہر کے دستے گزرے گویا ڈیڑھ دو گھنٹے اسی طرح سے لوگ گزرتے رہے اور مقصد یہ تھا کہ ان سب کی موجودگی میں تم کو کلام کرنا ہے مگر شیخ کا عزم مضبوط ہوتا رہا یہاں تک کہ وہ وقت آیا اور پولیس پہنچی اور کہا کہ امیر المومنین کے دربار میں آپ کی حاضری ہے۔ ان کو اسی قیدی کی حالت میں دربار میں لے جایا گیا۔

شاہی محل کے ارد گرد سات شہر بنائے گئے اور ہر ہر شہر پناہ کے درمیان بڑی بڑی کوٹھی اور محلات اور وسیع میدان تھے۔ جب شیخ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ غلاموں کی ایک قطار ننگی تلوار لئے ہوئے کھڑی ہے اور شیخ عبدالعزیز سے کہا گیا کہ خلیفۃ المومنین کی یہ پہلی ڈیوڑھی ہے یہاں پر دو رکعت نماز پڑھئے انہوں نے دو رکعت نماز ادا کیا۔

وہ غلام تحقیر اور ترچھی نگاہوں سے شیخ کو دیکھ رہے تھے اور اس درجہ مرعوب کر رہے تھے کہ یہ بولنے کے قابل نہ رہے پھر دوسری ڈیوڑھی آئی تو پولیس نے کہا کہ یہاں پر بھی دو رکعت نماز پڑھئے۔ وہاں کے غلام دوسرے رنگ میں زرق برق تھے۔ اسی طرح سے سات ڈیوڑھیاں پاس کرائی گئیں یہاں تک کہ شاہی دربار کا وہ محل آ گیا جو مامون الرشید کا شاہی دربار تھا وہ اتنا بڑا ہال تھا کہ جتنے لوگ گئے تھے سب اس میں کھپے ہوئے تھے ہال کے

ستونوں پر ریشم کے کپڑے لپٹے ہوئے تھے۔

دربار بڑے بڑے قالین وریشم وغیرہ سے سجا ہوا تھا۔ جب شیخ داخل ہوئے تو شیخ سیاہ فام تھے۔ ان کی صورت وشکل کوئی اچھی نہیں تھی۔ لیکن علمی کمال بڑا اونچا تھا تو ان کو دیکھ کر لوگوں نے تحقیر آمیز نعرے لگانا شروع کیا اور بعضوں نے تو تھو تھو کیا۔ مگر شیخ نے ان کی طرف توجہ نہیں کیا۔ بعض نے تحقیر آمیز کلمات بھی کہے۔

شیخ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس وقت میرے دل میں تھوڑی سی مرعوبیت پیدا ہوئی اور وجہ یہ تھی کہ ان تحقیر کنندوں کے سامنے میں کیا کہوں اور ان کو کس طرح سمجھاؤں یہ نفسیاتی بات ہے کہ جس مجلس میں تحقیر کرنے والے ہوں تو کہنے والے کی ہمت نہیں بڑھتی۔ بہر حال شیخ عبدالعزیزؒ مکی کو بٹھایا گیا پھر نقیبوں نے آواز دی کہ امیر المومنین اپنے محل سے چل پڑے ہیں تمام لوگ ادب سے بیٹھ گئے یہاں تک کہ پردہ اٹھا اور مامون الرشید نمایاں ہوئے۔

شیخ کہتے ہیں کہ جس طرح سے شیر ہوتا ہے بہت ہی وجیہ اور قوی ہیکل اور رُعب دار اس کا چہرہ تھا۔ تمام لوگوں نے کھڑے ہوکر اس کی تعظیم کی پورے دربار میں ایک سناٹا اور سکوت چھا گیا۔ مامون نے بیٹھتے ہی کہا کہ کون ہے عبدالعزیز؟ لوگوں نے کہا کہ یہ ہیں اس نے کہا کہ ادن منی یعنی میرے قریب آؤ وہ قریب گئے۔

مامون نے کہا کہ کیا نام ہے تمہارا.... شیخ نے فرمایا عبدالعزیز کہاں سے آئے ہو۔ شیخ نے کہا مکے سے پوچھا کیوں آئے ہو۔ شیخ کے اندر جرأت حق پیدا ہوئی اور کہا کہ اس لئے آیا ہوں کہ آپ نے ایک عام گمراہی کا راستہ کھول رکھا ہے اور ہزاروں علماء کو ایک فرضی مسئلے پر قتل کرا دیا جو حیات وممات کا معیار نہیں تھا....

آپ کو ان کے قتل کا کوئی حق نہیں پہنچتا ہے نہ کتاب اللہ سے نہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کے اوپر ایسے دنیا پرست علماء چھا گئے کہ جنہوں نے ایک وہمی اور فرضی مسئلے کو لوگوں کی زندگی کا معیار بنا دیا ہے اور ہزاروں کو ناحق قتل کرا دیا۔

ان سب کا خون آپ کے گردن پر ہے ان سب کا قیامت کے دن آپ کو جواب دینا پڑے گا۔ یہ کہہ کر بہت ہی ڈانٹ ڈپٹ کے تقریر کی۔

بہر حال سختی کے ساتھ ایسا ڈانٹنے جیسا کوئی اپنے شاگرد کو ڈانٹا کرتا ہے لیکن مامون چپ چاپ بیٹھ کر سنتا رہا۔

جب شیخ عبدالعزیز بول چکے تو مامون کہتا ہے کہ اے عبدالعزیز! تو نے اپنی حدود سے گزر کر کلام کیا ہے تو نے نہ اس دربار کی عظمت کو پہچانا نہ خلافت کی عظمت کو پہچانا۔ لیکن میں ان سب چیزوں پر صبر کرتا ہوں کیوں کہ تو ایک مخلص آدمی معلوم ہوتا ہے اور تیرا مقصد کوئی ذاتی وجاہت کمانا نہیں ہے۔ اس لئے میرے دل میں اس کی قدر ہے۔

تیرا طرز کلام اور اس قدر آنے کا مقتضی تو یہ تھا کہ میں تجھے قتل کا حکم دیتا لیکن چونکہ تیری نیت صاف ہے اور تو سوچتا ہے کہ مسئلے کی تحقیق ہو جائے۔ اس لئے میں ان ساری چیزوں سے درگزر کرتا ہوں تو کلام کرنے میں بالکل آزاد ہے۔ لہٰذا آزادی سے اپنے مسئلے کو ثابت کر مگر یہ دیکھو آپ کا مقابلہ بڑے بڑے علماء سے ہے اگر تو جیت گیا تو پوری حکومت پر فتح پائے گا اور اگر تو ہار گیا تو تیرا انجام اتنا برا ہو گیا کہ ایسا انجام کسی کا نہ ہوا ہوگا۔ بہر حال تم کو سنبھل کر بولنا ہے مامون نے بہت ہی فصیح اور بلیغ انداز میں تقریر کی۔

اس کے بعد شیخ عبدالعزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ اور معتزلہ کے علماء سے گفتگو شروع ہوئی۔

شیخ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ایک طرف مامون کو اور ایک طرف درباریوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ لوگوں نے میرے متعلق یہ کہا اور یہ کہا مجھ پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑا لیکن ان کو یہ خیال کر لینا چاہئے کہ اگر یہ عالی شان دربار کا کمرہ کہیں سے خراب یا خستہ ہو اور اس پر کوئی شخص اس کی تحقیر کرے تو یہ تحقیر عمارت کی نہیں بلکہ معمار کی ہوگی کہ اس معمار کو اتنی عقل نہ آئی کہ اتنی عالی شان مکان میں یہ کھوٹ اور خرابی رکھ دیا۔ لہٰذا میرے سیاہ رنگ اور بدصورتی کی ملامت کرنے کے یہ معنی ہیں کہ میرے خالق نے میری ایسی صورت کیوں بنائی۔ درحقیقت یہ مجھ پر طعن و ملامت نہیں ہے بلکہ خالق اشیاء کے اوپر طعن اور ملامت ہے۔

مجھے تعجب یہ ہے کہ اتنے بڑے بڑے علماء اور فہیم لوگ اپنے خالق اور مالک پر طعن کرتے ہیں اس انداز سے بیان فرمایا کہ پورے دربار پر ان کی تقریر کا رعب طاری ہو گیا اور وہ حقارت عظمت سے بدل گئی اور ان کے سامنے سارے لوگ جھک گئے۔ اس کے بعد

معتزلہ کے علماء سے بحث شروع ہوئی.... معتزلہ نے خلق قرآن پر دلائل دینے شروع کئے اور شیخ عبدالعزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ نے جوابات دینے شروع کئے پھر معتزلہ نے اس پر اعتراض کیا اور شیخ نے جواب دیا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ جب معتزلہ کے علماء تقریر کرتے تھے تو لوگ سمجھتے تھے کہ اتنی لاجواب دلیل خلق قرآن پر معتزلہ نے پیش کیا ہے کہ اب عبدالعزیزؒ کے پاس اس کا کوئی جواب نہ ہوگا اور جب شیخ عبدالعزیز تردیدی تقریر کرتے تھے تو معلوم یہ ہوتا تھا کہ اب اس کا کوئی جواب معتزلہ کے پاس نہ ہوگا پھر جب معتزلہ اس پر نکیر کرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ اس سے زیادہ پختہ دلیل کوئی نہ ہوگی لیکن اس کے جواب میں جب شیخ عبدالعزیز بولتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ اس سے بہترین دلیل معتزلہ پیش نہیں کر سکتے تھے ان کے بیان پر معلوم ہوتا تھا کہ معتزلہ سب کے سب احمق ہیں۔

اسی طرح سے بہت دیر تک سلسلہ چلتا رہا اور رات کا بہت سا حصہ اس میں گزر گیا نہ یہ بند ہوں اور نہ وہ بند ہوں۔ اخیر میں معتزلی علماء نے کہا کہ اے عبدالعزیز اب تم سنبھل کر بیٹھ جاؤ۔ ہم قرآن کے مخلوق ہونے پر ایک ایسی دلیل پیش کرتے ہیں کہ یہ ممکن نہیں تم اس کا جواب دے سکو تم کو لامحالہ جھکنا پڑے گا اور وہ یہ ہے کہ ہم تم سے سوال کرتے ہیں کہ یہ قرآن شئے ہے یا لاشیٔ ہے۔ شیخ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے فرمایا کہ معاذ اللہ! یہ لاشیٔ کیوں ہے یہ شیٔ ہے تو معتزلہ نے کہا کہ جب یہ شیٔ ہے تو تم نے مان لیا کہ اللہ خالق کل شیء یعنی اللہ تعالیٰ ہر شئے کا خالق ہے تو شی میں قرآن بھی داخل ہے۔ تمہارے ہی قول سے ثابت ہوگیا کہ قرآن مخلوق ہے۔

لہٰذا قرآن کا مخلوق ہونا نص قطعی سے ثابت ہوگیا۔ شیخ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت میرے دل میں ایک جھجک سی پیدا ہوئی کہ اب میں کیا جواب دوں اور تشویش میں مبتلا ہوگیا۔ اس وقت ہم نے حق تعالیٰ کی طرف رجوع کیا کہ میرے قلب میں کوئی اس کا جواب القا فرمادیں جو واضح اور صاف ہو اور منطقی انداز میں نہ ہو کہ جس سے لوگ الجھ جائیں۔ اس وقت حق تعالیٰ نے میرے قلب میں یہ جواب القاء فرمایا۔ میں نے معتزلی علماء سے کہا کہ اب تم بھی سنبھل کر بیٹھ جاؤ میں بھی ایک آخری بات کہتا ہوں کہ جس کا جواب ممکن نہیں ہے

کہ تم دے سکو اور وہ یہ ہے کہ میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے نفس ہے یا نہیں ظاہر بات ہے کہ کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا ہے کہ اللہ کے نفس نہیں ہے کیونکہ قرآن میں خود ہی فرمایا۔ وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ یعنی اللہ تعالیٰ تم کو اپنے نفس سے ڈراتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے لئے نص قطعی سے نفس ثابت ہے معتزلہ نے کہا کہ اللہ کے لئے نفس ہے تو شیخ عبدالعزیزؒ نے فرمایا یہ بھی قرآن میں ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ یعنی ہر نفس کے لئے موت ہے تو کیا تم معاذ اللہ اس اصول سے حق تعالیٰ کے لئے موت ثابت کر دو گے۔ لہٰذا تم جو بھی اس کے متعلق جواب دو گے تمہارے سوال کا ہمارا وہی جواب ہوگا۔

اس پر سارے معتزلی علماء خاموش ہو گئے اور ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا جب تھوڑی دیر اسی خاموشی کے عالم میں گزرا تو مامون رشید نے اعلان کیا کہ اب حق بالکل واضح ہو گیا اور شیخ عبدالعزیز اپنے مخالفین پر غالب آ گئے ان سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ خواہ میری رائے بدلے یا نہ بدلے لیکن خلق قرآن کے مسئلے میں عبدالعزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ نے معتزلہ کو اس قدر خاموش اور ساکت کر دیا ہے کہ ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہے۔

اس کے بعد دربار برخواست کیا اور کہا کہ عبدالعزیز آج تم سے زیادہ ہمارے نزدیک کوئی معزز نہیں ہے اور خدام کو حکم دیا کہ عبدالعزیز کو محل کے خاص مہمان خانے میں ٹھہراؤ پھر ان کو دس بیس ہزار درہم بطور انعام بھی دیا اور بہت سا سامان دیا پھر بہت ہی اعزاز و اکرام سے ان کو رخصت کیا۔

عبدالعزیز مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں محل سے باہر نکلا تو لاکھوں آدمیوں کا مجمع لگا ہوا تھا اور وہ لوگ اس کے منتظر تھے کہ کیا ہونے والا ہے جب سب کو خبر ملی کہ شیخ عبدالعزیز سارے معتزلی علماء کو لاجواب کر کے غالب ہو گئے تو لوگوں کے جوش و خوشی کی یہ کیفیت تھی کہ لوگوں نے اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور ایک میل تک ہمارا قدم زمین پر نہیں پڑا اور لوگوں کی عجیب حالت تھی۔ جب میں قیام گاہ پر پہنچا تو کئی روز تک ہزاروں کا مجمع آتا اور مناظرے کی کیفیت کو سنتا اور میں بیان کرتا پورا ایک ماہ گزر گیا میں بھی بیان کرتے کرتے تھک گیا تو فرصت کے وقت میں مناظرے کی ساری کیفیت کو ہم نے قلم بند کیا۔

اس کا نام کتاب الحیضہ" رکھا پھر اس کو شائع کیا اور لوگوں نے اس سے فائدہ اٹھایا اس مناظرے کا اثر یہ ہوا کہ قتل وغارت کا سلسلہ بند ہوگیا اور علماء حقانی کے اندر طاقت پیدا ہوگئی اور معتزلی علماء جھک گئے۔

اس کا اثر مامون پر خود پڑا.... مؤرخین لکھتے ہیں کہ آخر عمر میں مامون تائب ہوگیا اور بہت نادم تھا کہ بلاوجہ ہمارے ہاتھ سے ہزاروں ناحق خون ہوئے حتیٰ کہ جب اس کی موت کا وقت آیا ہے تو اس نے کہا کہ مجھے اس تخت شاہی سے اتار کر مٹی کے اوپر ڈال دو اور اس پر کوئی کپڑا بھی نہ رکھو مرتے دم اس کا یہ کلمہ تھا کہ یامن لایزال ملکه ارحم من زال ملکه....اے وہ ذات جس کا ملک کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے رحم کر ایسے شخص پر جس کا ملک ختم ہونے والا ہے تو تواضع وانکسار اخیر عمر میں پیدا ہوگئے تھے اور اس میں ندامت کے آثار بھی نمایاں ہوئے اور وہ تائب بھی ہوا۔

اس کے بعد خلق قرآن کا مسئلہ درہم برہم ہوگیا....البتہ مامون الرشید کے بعد عدم خلق قرآن کا مسئلہ علماء میں زیر بحث رہا....(مجالس حکیم الاسلام جلد اول)

# عمل صالح پر قبولیت کا فیصلہ

حضرت مولانا یوسف متالا صاحب مدظلہ (خلیفہ شیخ الحدیث حضرت کاندھلوی رحمہ اللہ) فرماتے ہیں... مفسرِ قرآن حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے صاحبزادہ مولوی حبیب اللہ رحمہ اللہ جب یہاں (مکہ مکرمہ) پہنچے تھے..

تو اس وقت ان کے پاس یہاں رہائش کی کوئی شکل ...صورت قانونی بھی نہیں تھی...اور ظاہری معیشت کے اعتبار سے بھی یہاں قیام کی شکل نہیں تھی...

تو انہوں نے منت مانی تھی کہ الٰہی! میرا یہاں رہنے کا انتظام ہو جائے اور اقامہ مل جائے تو میں سوا لاکھ طواف کروں گا...ان کے خدام فرماتے ہیں کہ جیسی نذر مانی اور اسکے ساتھ انہوں نے فیصلہ کا انتظار کیے بغیر طواف شروع کر دیئے تھے... رات میں...دن میں...جس وقت جاؤ تو ان کو ہم طواف میں مشغول پاتے تھے...

مولانا غلام رسول صاحب بتاتے تھے کہ ان کی طرح سے دوڑ کر طواف کرنے والا ہم نے نہیں دیکھا... تو انہوں نے طواف پورے کر لیے تھے... اور اس کے نتیجہ میں اس وقت حکومت کی طرف سے اقامہ مل گیا کہ ان کی یہ نذر اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی..

.اور آرڈر (Order) ان کے متعلق آیا کہ ان کو نہ صرف قیام کی اجازت دی جاتی ہے... بلکہ حکومت قیام سارا کا انتظام کرنے کے لیے تیار ہے..

.اور حکومت نے اپنی طرف سے وظیفہ کے لیے بھی پیشکش کی... مگر حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے کوئی چیز نہیں چاہیے...

مجھے بس اسی حرم شریف میں ایک کونہ مل جائے کہ میں یہاں پڑا رہوں... چنانچہ حرم شریف میں جو تہہ خانہ ہے تو... اس وقت اس میں خالی... کمرے بنے ہوئے تھے... تو ایک کمرہ ان کو دیا گیا تھا... اس میں وہ مقیم تھے... (جمال محمدی ص ۲۰۸)

# ایک مقبول ولی کی پیشین گوئی

حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب سہارنپوری جو بڑے صاحب کشف و کرامات تھے، ان کا ایک واقعہ بہت مشہور ہے کہ پنجاب سے حکیم نور الدین بسلسلہ معالجہ حضرت شاہ صاحب کے پاس آئے.... حضرت نے ان سے فرمایا کہ حکیم صاحب پنجاب میں کوئی جگہ قادیان ہے، وہاں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ تو نہیں کیا؟ حکیم صاحب نے کہا کہ کسی نے نہیں کیا....

حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ وہاں سے ایک شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا اور لوحِ محفوظ میں آپ کو اس کا مصاحب لکھا ہے، آپ کے اندر ایک مرض ہے (بحث کرنے اور الجھنے کا) یہ مرض آپ کو وہاں لے جائے گا اور آپ مبتلا ہوں گے... ہم تو اس وقت نہ ہوں گے.... مگر آپ کو (باذن الٰہی) پہلے سے مطلع کیے دیتے ہیں.... چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور یہ حکیم صاحب اس سے مناظرہ کرنے کے لئے گئے اور اس کے دام میں پھنس گئے اور اس پر ایمان لے آئے اور پھر اس کے خلیفہ اوّل ہوئے.... (نعوذ باللہ) (آپ بیتی از شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمہ اللہ)

# امام بخاری رحمہ اللہ کی کمال قابلیت

امام بخاری رحمہ اللہ جب بغداد تشریف لائے تو محدثین میں چرچا تھا کہ ایک نوجوان ہے جو حافظ حدیث ہے اور حفظ کا جو شہرہ تھا تو یقین نہیں آتا تھا کہ ایسا غیر معمولی حفظ ہو تو ارادہ کیا گیا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے حافظے کا امتحان لیا جائے۔ دس محدث جمع ہوئے اور دس دس حدیثیں چھانٹ لیں، سو حدیثوں میں امتحان کرنا تھا، بہت عظیم مجمع ہوا۔ پہلے محدث نے دس حدیثیں بیان کیں اور سندیں اُلٹ دیں، کسی متن کی سند کسی کے ساتھ تھوپ دی کسی کی سند کسی کے ساتھ تو دس حدیثیں اُلٹ پلٹ کر کے بیان کیں۔

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے: "لَا اَعْرِفُهٗ، لَا اَعْرِفُهٗ" اس کے بعد دوسرے محدث نے اسی طرح اُلٹ پلٹ کر کے کسی کی سند اور کسی کا متن خلط ملط کر کے بیان کیا، ہر حدیث پر فرماتے رہے: "لَا اَعْرِفُهٗ، لَا اَعْرِفُهٗ" میں نہیں پہچانتا، سو کی سو حدیثیں اس طرح سے روایت کی گئیں۔ ہر حدیث پر امام نے کہا "لَا اَعْرِفُهٗ" میں نہیں پہچانتا۔ لوگوں نے کہا کہ خواہ مخواہ شہرت ہوگئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نوجوان نہ حفظ رکھتا ہے نہ اتقان رکھتا ہے، ہر چیز میں "لَا اَعْرِفُهٗ، لَا اَعْرِفُهٗ" میں نہیں پہچانتا کہتا جاتا ہے۔

جب یہ سب کچھ ہوگیا تو امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ بولے، سب سے پہلے محدث نے اس ترتیب سے دس حدیثیں بیان کیں اور سندیں اُلٹ دیں، پہلی حدیث کی یہ سند ہے، دوسری کی یہ سند ہے، تیسری کی یہ ہے۔ دس کی صحیح سندیں بیان کیں۔ اس کے بعد کہا کہ دوسرے محدث نے یہ دس حدیثیں بیان کیں ان میں یہ خرابی تھی، یہ خرابی تھی۔ اس کی اصل سند یہ ہے، یہ ہے۔ سو کی سو روایتوں کی صحیح سندیں بیان کر دیں۔ تمام محدثین کی گردنیں جھک گئیں اور کہا جو سنا تھا وہ حقیقتاً سچ تھا اور یہ شخص امامت کے درجے تک پہنچا ہوا ہے۔ وہاں سے پھر امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کا شہرہ ہوا۔

بہر حال امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کا حافظہ، ان کا اتقان اور ان کا زہد و تقویٰ یہ گویا اشہر من الشمس ہے۔ ساری دُنیا اس کو جانتی ہے۔ (وعظ آغاز بخاری جلد 6)

# حضرت قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ کی مقبولیت

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ حضرت قاری رحیم بخش صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت قاری صاحب کے یہاں صرف مدرسہ ہی کے اوقات کی پابندی نہ تھی بلکہ انکی تعلیم کا سلسلہ رات گئے تک جاری رہتا تھا... عموماً مدرسہ کے گھنٹہ سے آدھ گھنٹہ پہلے گویا فجر کی نماز کے متصل ہی حضرت قاری صاحب کی درس گاہ میں تعلیم شروع ہو جاتی تھی' ہمارے مدارس میں عصر سے مغرب تک کا وقت چھٹی کا ہے...

لیکن حضرت قاری صاحب کے ہاں اس وقت بھی تعلیم جاری رہتی تھی... اور پھر تعلیم و تدریس کے ان طویل ترین اوقات میں حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ ہمیشہ موجود رہتے تھے... دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی تھی کہ یہ شخص اتنی طویل نشست پر کیسے قادر ہے؟

حضرت قاری صاحب طلباء کی چھٹی کے قائل نہیں تھے' مریض طلباء کو بھی حکم تھا کہ اگر وہ پڑھنے پر قادر نہیں تو درس گاہ میں آکر لیٹ رہیں' لیکن درس گاہ سے غیر حاضری انہیں گوارا نہ تھی... بعض اوقات کسی طالب علم کی بیماری نازک صورت اختیار کر لیتی لیکن حضرت قاری صاحب کو اس کی درس گاہ سے غیر حاضری تب بھی گوارا نہ ہوتی... ان کا ارشاد تھا کہ قرآن کریم شفائے مطلق ہے اگر کسی کو قرآن سے شفا نہیں ہوتی تو اس کا مرنا ہی بہتر ہے...

اس سلسلہ میں ایک لطیفہ حضرت قاری صاحب نے خود راقم الحروف کو سنایا کہ ایک طالب علم کی بیماری کچھ نازک صورت اختیار کر گئی' اس کے اعزہ کو تشویش ہوئی اور انہوں نے اسے ہسپتال لے جانے کا فیصلہ کیا' حضرت قاری صاحب نے فرمایا ''اگر اسے بچانا ہے تو یہیں درس گاہ میں پڑا رہنے دو اور اگر مارنا ہے تو ہسپتال لے جاؤ'' اس کے اعزہ اسے ہسپتال لے گئے' تین چار دن علاج ہوتا رہا۔

بالآخر ڈاکٹروں نے مایوسی کا اظہار کیا لڑکے کے والد اور چچا روتے ہوئے حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کے پاس آئے اور کہا لڑکے کی حالت مایوس کن ہے... آپ نے کہہ

دیا تھا کہ اگر مارنا ہے تو ہسپتال لے جاؤ" خدا کے لئے آپ یہ کہہ دیجئے کہ وہ بچ جائے گا...

حضرت قاری صاحب فرماتے تھے کہ میں نے کہا کہ بندہ خدا! میرے کہنے سے کیا ہوتا ہے؟ وہ تو میں نے یونہی جذبات میں کہہ دیا تھا... میرے کہنے سے بچ مچ مر تھوڑا جائے گا... مگر وہ بضد ہوئے کہ نہیں! آپ ضرور کہہ دیجئے کہ وہ مرے گا نہیں... میں نے کہا اچھا اسے درس گاہ میں لا کر لٹا دو' ان شاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا... چنانچہ یہی ہوا اس نیم مردہ کو درس گاہ میں لا کر لٹا دیا گیا اور حق تعالیٰ شانہ نے اپنے پاک کلام کی برکت سے اسے چند یوم میں صحت عطا فرما دی... قرآن کریم حضرت قاری صاحب کے رگ و ریشے میں رچ بس گیا تھا اور قرآن کریم کا نور ان کے چہرے میں جھلکتا تھا... (شخصیات و تاثرات)

# ایک مقبولِ خدا عاشق کا سفر حج

حضرت حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں.. ایک قاری صاحب تھے ریاست رام پور میں انہوں نے حج کا ارادہ کیا.. خرچ پاس نہ تھا.. سفر شروع کیا .. دن کو روزہ رکھتے .. پیدل چلتے اور شام جہاں ہو جاتی ٹھہر جاتے کچھ چنے ساتھ لے لیتے .. دن کو روزہ رکھتے شام کو ایک مٹھی چنوں سے افطار فرماتے تھے .. غرض اسی طرح بمبئی پہنچ گئے .. کوئی جہاز تیار ہوا... جہاز کے کپتان سے ملے کہ ہم جدہ جانا چاہتے ہیں اور خرچ ہمارے پاس نہیں ہے .. ہم کو کوئی نوکری جہاز میں دے دو.. اس نے نورانی صورت دیکھ کر سمجھا کہ ان کو ایسی نوکری بتاؤں جس کو یہ قبول نہ کر سکیں کہا کہ بھنگی کی جگہ خالی ہے..

انہوں نے کہا کہ مجھے منظور ہے اس نے دیکھا کہ یہ تو اس پر آمادہ ہیں تو اور بات گھڑی کی محض بھنگی ہی کا کام نہیں ہے اس کے ساتھ بوجھ بھی اٹھانا پڑتا ہے .. انہوں نے کہا وہ بھی منظور ہے .. اس نے کہا کہ اچھا بوجھ اٹھانے میں امتحان دو ایک بورا تھا جس میں اڑھائی تین من وزن تھا کہا کہ اس کو اٹھاؤ انہوں نے اس بورے کے پاس پہنچ کر حق تعالیٰ سے دعا کی کہ یہاں تک تو میرا کام تھا اب آگے آپ کا کام ہے .. مجھے قوت دے دیجئے پس بسم اللہ کہہ کر بورے کو سر سے اونچا اٹھا لیا تب تو کپتان مجبور ہوا .. انہوں نے بھنگی کا کام شروع کر دیا..

شب کے وقت قاری صاحب حسب معمول تہجد پڑھتے..ایک روز جہاز کے کنارے پر کھڑے تہجد پڑھ رہے تھے اور اس میں جہر کے ساتھ تلاوت قرآن کر رہے تھے کہ اتفاق سے وہ انگریز کپتان اس طرف آ نکلا..قرآن شریف بہت ہی عمدہ پڑھتے تھے..انگریز کو سن کر بہت اچھا معلوم ہوا..قاری صاحب نے جب سلام پھیر دیا تو اس نے پوچھا کہ تم کیا پڑھتے تھے؟ کہا کہ قرآن.... پوچھا کہ قرآن! کس کو کہتے ہیں؟

کہا کہ ایک کتاب ہے خدا کا کلام ہے.. اس نے کہا کہ ہم کو بھی سکھا دو.. انہوں نے کہا ہر شخص نہیں سیکھ سکتا اس کے لئے پاک ہونے کی ضرورت ہے..اس نے کہا کہ ہم غسل کریں گے..انہوں نے کہا کہ ظاہری غسل سے کچھ نہیں ہوتا..باطنی غسل کی ضرورت ہے..کہنے لگا کہ باطنی غسل کیسے ہوتا ہے فرمایا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنے سے ہوتا ہے..یہ سن کر کہنے لگا کہ ہم کو سکھا دو انہوں نے سکھلا دیا اور وہ اس کو یاد کرتا پھرتا تھا..دوسرے انگریزوں نے اس کی میم سے کہہ دیا....میم نے پوچھا کیا تم مسلمان ہو گئے؟

کہا نہیں پھر اس نے قاری صاحب سے کہا کہ کیا ہم کلمہ پڑھنے سے مسلمان ہو گئے.. انہوں نے فرمایا آج کیا؟ مدت ہوگئی..اول تو وہ کچھ گھبرایا..اس کے بعد کہا کہ اچھا ہم مسلمان ہی ہوتے ہیں اور میم سے کہہ دیا اگر ہمارا ساتھ دینا ہے تو تم بھی مسلمان ہو جاؤ.

اس نے انکار کیا..آخر جدہ پہنچ کر اپنے نائب کو چارج دے کر خود قاری صاحب کے ساتھ ہولیا اور خادموں میں داخل ہو کر حج کو چلا گیا تو حضرت یہ عشق وہ چیز ہے کہ اس میں آدمی آبرو مال جان غرضیکہ سب کچھ دے بیٹھتا ہے..کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا ہم میں اسی کی کمی ہے ورنہ جس کے اندر یہ حالت پیدا ہو جائے اس پر خدا کا بڑا فضل ہے....

(الافاضات الیومیہ بحوالہ عالمی تاریخ جلد دوم)

# علم سے فضل و قبولیت

ھشیم بن بشیر اصل میں بخارا کے تھے لیکن بغداد میں آکر آباد ہو گئے تھے ان کے والد بشیر باورچی تھے' کھانا پکانا پیشہ تھا' ھشیم کو بچپن ہی سے پڑھنے کا شوق تھا' انہیں اپنے آبائی

پیشہ سے کوئی دلچسپی نہیں تھی جبکہ ان کے گھر والوں کو ان کا پڑھنا پسند نہیں تھا' وہ گھر والوں کے نہ چاہنے کے باوجود مسلسل پڑھتے رہے.. بغداد میں قاضی ابوشیبہ کا درس حدیث مشہور تھا.. یہ اس میں پابندی سے جانے لگے' پابندی سے پڑھنے والا طالب علم استاذ کی نظروں میں آجاتا ہے.. ایک مرتبہ ہشیم بیمار ہوئے اور درس میں نہیں آئے.. قاضی ابوشیبہ نے ان کا پوچھا' کسی نے کہا' بیمار ہے' فرمایا چلئے' ہم ان کی عیادت کر آتے ہیں' عیادت کیلئے جانے لگے تو اہل مجلس اور شاگرد بھی ساتھ ہو گئے' سب نے بشیر باورچی کے گھر جا کر انکے بیٹے ہشیم کی عیادت کی' قاضی کے واپس جانے کے بعد بشیر باورچی ان سے کہنے لگے بیٹے! میں تمہیں علم حدیث حاصل کرنے سے روکتا تھا لیکن اب نہیں روکوں گا' یہ اس علم ہی کی برکت ہے کہ قاضی آج میرے دروازے پر آیا' ورنہ مجھے اس کی کہاں اُمید تھی!.. (تاریخ بغداد)

## علم دین کی برکت و مقبولیت

شیخ الاسلام علامہ شمس الحق صاحب افغانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دیوبند کے مدرسہ دارالعلوم میں حدیث کا ایک طالب علم فوت ہو گیا.. جو افغانستان کا رہنے والا تھا جنازہ پڑھ کر دفنایا گیا.. اور اسکے ورثاء کو خط بھیجا.. فاصلہ لمبا تھا خط چھ ماہ بعد اسکے گھر میں پہنچ گیا.. اسکے عزیز آگئے.. مہتمم قاری محمد طیب صاحب سے ملاقات ہوگئی تو وہ کہنے لگے کہ ہم میت کو نکال کر اپنے وطن افغانستان میں لے جانا چاہتے ہیں..

مہتمم صاحب نے بہت سمجھایا مگر وہ بضد تھے.. بات نہیں مان رہے تھے تو مہتمم صاحب نے انکو میرے پاس بھیجا میں نے بھی انہیں بہت سمجھایا وہ کہنے لگے یا تو ہم میت لے جائیں گے یا ہمارا سارا خاندان یہاں منتقل ہو جائے گا.. اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں میں نے کہا جاؤ.. خدا کے بندو! تم تو خدا تعالیٰ کا راز ظاہر کرو گے جب قبر کھودی گئی تو چھ ماہ بعد میت اپنے کفن سمیت صحیح سالم پڑی تھی اور اس سے بہت اعلیٰ خوشبو آ رہی تھی.. میت کی لاش صندوق میں رکھ دی گئی اور احتراماً ایک طالبعلم ان کے ساتھ بھیج دیا گیا.. لاہور کے راستے سے پشاور جانا تھا.. پشاور کے ریلوے اسٹیشن پر ایکسائز اور پولیس والوں نے کہا

کہ اس صندوق میں میت نہیں بلکہ کستوری (مشک) ہے جو سمگل ہو رہی ہے جب صندوق کو پولیس والوں نے کھولا تو اس میں حدیث پاک کا طالب علم تھا اور اس سے خوشبو آ رہی تھی..

یہ حال تو حدیث کے طالب علم کا تھا اب تصویر کا دوسرا رخ دیکھئے!..اسی دن پشاور کے ایک نواب کے بیٹے کی لاش انگلینڈ سے ائیر پورٹ پہنچی جو انگلینڈ میں انگریزی تعلیم حاصل کرنے گیا ہوا تھا اور فوت ہوئے اس کو تیسرا دن تھا مگر عفونت اور بدبو اتنی تھی کہ رشتے دار بھی چارپائی کے قریب نہیں آتے تھے نوبت یہاں تک پہنچی کہ لوگوں کو اجرت دیکر چارپائی لے جائی گئی تھی تاکہ اس کو دفنایا جائے..حضرت افغانی صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ لوگوں نے اس واقعے سے بہت بڑی عبرت حاصل کی تھی..(خطبات افغانی)

## ایک مقبولِ خدا بندے کے حُسنِ خاتمہ کا واقعہ

مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ میں تفسیر جلالین شریف کا بھی سبق پڑھایا کرتے تھے اور ظہر کے بعد اس کا وقت تھا...لیکن وفات کے دن صبح گیارہ بجے درس گاہ میں تشریف لائے... یہ گھنٹہ دوسرے استاذ کا تھا...اور وہ اپنا سبق پڑھا رہے تھے...ان استاد کو یہ کہہ کر اٹھا دیا کہ اٹھو! مجھے سبق پڑھانا ہے...

مدرسہ کے اکثر اساتذہ چونکہ حضرت مولانا مرحوم کے شاگرد تھے... یوں بھی آپ مدرسہ میں سب سے معمر بزرگ تھے...اس لئے سبق پڑھانے والے استاذ... حضرت مولانا کا حکم سن کر فوراً اپنا سبق چھوڑ کر اٹھ گئے...حضرت سبق پڑھانے لگے...سورۃ المطففین چل رہی تھی...اور (اس دن) کا سبق یہ تھا...

وَمَآ اَدْرٰکَ مَا عِلِّیُّوْنَ کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ یَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ عَلَی الْاَرَآئِکِ یَنْظُرُوْنَ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ خِتٰمُهٗ مِسْکٌ...وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ وَ مِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِیْمٍ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ (المطففین)

ترجمہ:......ہرگز نہیں! بے شک اعمال نامہ نیک لوگوں کا علیین میں ہے اور تجھ کو کیا

خبر ہے کیا ہے علیین؟ ایک دفتر ہے لکھا ہوا... اسے دیکھتے ہیں مقرب فرشتے... بے شک نیک لوگ ہیں آرام میں تختوں پر بیٹھے دیکھتے ہوں گے... پہچان لے تو ان کے منہ پر تازگی آرام کی... ان کو پلائی جاتی ہے شراب خالص مہر لگی ہوئی جس کی مہر جمتی ہے مشک پر... اس پر چاہئے کہ حرص کریں حرص کرنے والے... اور اس کی ملونی تسنیم سے ہے... وہ ایک چشمہ ہے جس سے پیتے ہیں نزدیک والے (مقرب حضرات)... (ترجمہ شیخ الہند رحمہ اللہ)

یہاں تک سبق پڑھایا... پڑھا کے اوپر چلے گئے... بستر پر لیٹے اور انتقال ہو گیا وفات کے وقت ہمارے رفیق حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر ان کے پاس بیٹھے تھے... ان کے سامنے انتقال ہوا... وفات کے بعد تجہیز و تکفین ہوئی...

ظہر کے بعد دار الحدیث میں ان کی میت زیارت کے لئے رکھی گئی... آخری دیدار کے لئے میں گیا تو دیکھ کر میں نے دوستوں سے کہا بڑے میاں کو اتنا پاؤڈر کیوں لگا دیا ہے؟ اتنا سفید چہرہ تھا کہ سبحان اللہ! چہرے پر نور برس رہا تھا...

حالانکہ حضرت کا رنگ ذرا سانولا تھا... لیکن وفات کے بعد چہرہ اتنا سفید اور ایسا نورانی تھا کہ واقعتاً پاؤڈر لگانے کا شبہ ہوتا تھا... اس لئے میں نے کہا کہ بڑے میاں کو اتنا پاؤڈر کیوں لگا دیا؟ چہرے کا اتنا سفید ہونا ان کی کرامت تھی... (واقعات و مشاہدات)

## مولانا موسیٰ روحانی بازی رحمہ اللہ کی مقبولیت

آپ ایک مرتبہ حج پر تشریف لے گئے تو ایک نو وارد اجنبی شخص آ کر معافی کا طلب گار ہوا... حضرت نے وجہ پوچھی کہ میں کس بات کی تمہیں معافی دوں...

اس نے عرض کیا کہ میں مدینہ منورہ کا رہائشی ہوں، اکثر آپ کا نام اور آپ کے علم و فضل کے کمالات سنتا رہتا ہوں... میرے دل میں آپ کی زیارت کا بہت شوق تھا... چند دن قبل آپ مسجد نبوی میں نوافل پڑھ رہے تھے کہ مجھے کسی نے اشارہ کر کے بتایا کہ مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی یہ ہیں جن کی زیارت کا تمہیں اشتیاق تھا۔

چونکہ اس سے پہلے میں نے آپ کو دیکھا نہیں تھا جبکہ میرے ذہن میں آپ کے پھٹے

پرانے لباس کا تصور تھا... اس لیے میرے دل میں آپ سے بدگمانی پیدا ہوگئی اور میں آپ سے ملاقات کے بغیر واپس لوٹ گیا... اسی رات مجھے خواب میں حضور علیہ السلام کی زیارت ہوئی دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی غصے میں ہیں، میں نے عرض کیا کہ مجھ سے کیا غلطی ہوئی کہ آپ علیہ السلام ناراض دکھائی دے رہے ہیں؟

حضور علیہ السلام نے فرمایا، تم میرے موسیٰ کے بارے میں بدگمانی کرتے ہو، فوراً میرے مدینے سے نکل جاؤ... میں نے فوراً معافی چاہی تو فرمایا جب تک ہمارا موسیٰ معاف نہیں کرے گا میں بھی معاف نہیں کروں گا... اس خواب کے بعد میں مسلسل آپ کی تلاش میں رہا تو آج میں آپ سے معافی مانگنے حاضر ہوگیا ہوں... حضرت شیخ روحانی بازی رحمہ اللہ نے جب یہ واقعہ سنا تو پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے... (منقول از رزق حلال اور غیبی معاش اولیاء سے اختصار کیساتھ)۔ (کتاب عشق رسول صفحہ ۲۱۹)

## مقبولین کیلئے زہر بھی کبھی تریاق بن جاتا ہے

امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرتبہ انگریزوں نے قید کرکے بنگال کے ایک جیل خانے میں بند کردیا... ایک ایسے تنگ وتاریک کمرہ میں قید کیا کہ جب سونے کی کوشش کرتے تو پاؤں کھول کر (ٹانگیں پھیلا کر) نہیں سوسکتے تھے... ایسے تنگ وتاریک اور گھٹے ہوئے ماحول میں مزید ستم ظریفی یہ کہ دیواروں کو گوبر سے لیپ دیا جاتا تاکہ دیوار پر گرد نہ ہو تو سید صاحب نماز کے لیے تیمم بھی نہ کرسکیں... گندگی اور تعفن کے سبب چند روز ہی میں شاہ صاحب کو خارش کی بیماری نے آلیا...

کبھی کبھار لوٹے میں پانی ملتا تو بڑی احتیاط سے اسے خرچ کیا جاتا جو اکثر پینے کے کام میں (تازہ یا باسی) کام آجایا کرتا... ایک دفعہ ایک لوٹے میں پانی کچھ بچا رکھا تھا، اچانک کہیں سے ایک سانپ نکل آیا اور اسی لوٹے کا پانی منہ ڈال کر پینے لگا... سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ”میں بہت حیران و پریشان ہوا کہ میرے پاس کسی قسم کا ہتھیار یا اوزار نہیں ہے تاکہ میں اس سانپ کو ماردوں... (خداتعالیٰ کی قدرت)

کہ سانپ کچھ پانی پی کر واپس چلا گیا... کچھ دیر کے بعد مجھے بہت پیاس محسوس ہوئی... اب میں سوچ میں پڑ گیا کہ اس لوٹے سے ہی سانپ نے پانی (میری آنکھوں کے سامنے) پیا ہے... پیاس کی شدت کی وجہ سے آخر کار مجبوراً بسم الله الرحمن الرحیم پڑھ کر اسی برتن سے پانی پینا شروع کیا جس سے سانپ نے پیا تھا... اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ کہ جونہی میں نے پانی پی لیا... اللہ تعالیٰ نے مجھے (اس خارش کی بیماری سے) نجات دلائی اور صحت کاملہ عطا کی..." (مولانا شیر علی صاحب کی درس گاہ سے انتخاب)

## مقبولین کے وقت میں برکت

حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ عصر سے مغرب تک قرآن شریف ختم کر لیتے تھے..... لوگوں نے آپ سے اصرار کیا اور کہا کہ حضرت ہم کو بھی اس کرامت کا مشاہدہ کرا دیجیے..... چنانچہ گومتی کے پل پر لوگ اکٹھے ہوئے..... مولانا نے ہزاروں آدمیوں کے مجمع میں عصر سے مغرب تک قرآن شریف ختم کر دیا..... ممکن ہے کہ اس وقت آپ اظہار کرامت میں ماذون ہوں..... اور اس کی وجہ یہ ہے کہ طی ارض کی طرح بسط زمانہ بھی ایک کرامت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے اوقات میں درازی و برکت عطا فرما دیتے ہیں..... اور جو کام کئی روز میں نہیں ہو سکتا..... وہ اس کو چند گھنٹوں میں کر لیتے ہیں..... (ارواح ثلاثہ)

## مقبولین کے ساتھ قبر کا معاملہ

ابو عبداللہ محمد ابن ابی نصر الحمیدی الاندلسی رحمہ اللہ.. حافظ حدیث و متبحر علوم عربیہ اور نہایت متقی و پرہیزگار عالم تھے اس وقت کے بعض اکابر نے گواہی دی کہ میری آنکھوں نے حمیدی کے مثل عالم نہیں دیکھا.. ابن عبدالبر و ابن حزم وغیرہ سے آپ نے حدیث کا سماع کیا اور آپ سے بہت سے لوگوں نے حدیث کی سماع حاصل کی..

آپ نے بکثرت کتابیں تصنیف کیں جن میں مشہور کتاب تاریخ اندلس ہے اور کتاب الجمع بین الصحیحین ہے.. 17 ذی الحجہ 488ھ میں آپ نے انتقال فرمایا اور آپ

باب حرب میں شیخ ابواسحاق شیرازی کی قبر کے پاس مدفون ہوئے.. مگر چونکہ آپ کی وصیت تھی کہ مجھے بشر حافی رحمہ اللہ کے پاس دفن کرنا اور لوگوں نے اس پر عمل نہیں کیا..اس لیے رئیس مظفر کو خواب میں آپ نے وصیت کے خلاف عمل کرنے پر سخت تنبیہ فرمائی..

چنانچہ حسب وصیت 25 ماہ کے بعد صفر 491ھ میں قبر کھولی گئی تو آپ کی نعش مبارک بالکل تروتازہ تھی اور کفن تک میلا نہ ہوا تھا اور خوشبو آ رہی تھی.. سبحان اللہ! علم حدیث کی خدمت اور نشر و اشاعت کی برکت کا تمام لوگوں نے مشاہدہ کیا..

**اللهم اغفرله وارحمه عليه غفر انک وارحم علينا واغفرلنا ببركته.** (تذکرۃ الحفاظ ج4 ص1221)

## مقبول بندوں کی کیسے حفاظت کی جاتی ہے؟

بنان حمال چوتھی صدی ہجری کے بزرگوں میں سے ہیں.. مصر میں رہتے تھے.. عوام و خواص دونوں میں ان کی بڑی مقبولیت تھی.. اللہ والوں کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دی جاتی ہے.. وہ دلوں کے بے تاج بادشاہ ہوتے ہیں..

حمال نے بادشاہ مصر ابن طولون کو ایک مرتبہ نصیحت کی.. ابن طولون ناراض ہوئے حکم دیا کہ انہیں خونخوار شیر کے سامنے ڈال دیا جائے..

انسان اپنے جذبہ انتقام کی تسکین کے لیے سزا کے عجیب طریقے ایجاد کرتا ہے.. بنان حمال کو شیر کے سامنے ڈال دیا گیا.. شیر لپکا پھر رک کر ان کے جسم کو سونگھنے لگا..

دیکھنے والے ان کے جسم کے چیر پھاڑنے کا نظارہ کرنا چاہتے تھے مگر جب شیر نے کچھ نہیں کہا تو ان کو وہاں سے اٹھایا گیا اور رہائی مل گئی.. سب سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہوئی کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ شیر کے سونگھتے وقت آپ کے دل پر کیا گزر رہی تھی؟

فرمانے لگے میں اس وقت درندے کے لعاب کے متعلق علماء کا اختلاف سوچ رہا تھا.. کہ درندے کا جھوٹا پاک ہے یا ناپاک.. یہ تھے اللہ والے اور یہ تھا اللہ کی ذات سے ان کا تعلق۔

(حلیۃ الاولیاء ج۱)

# خدائی مقبولیت کیمیا سے بڑھ کر ہے

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں جب میں پڑھا کرتا تھا' جہاں کھانا مقرر تھا' آتے جاتے راستہ میں ایک مجذوب ہوا کرتے' ایک دن وہ بولے "مولوی! روزانہ اس راستے تو کہاں جایا کرتا ہے؟ کوئی دوسرا راستہ نہیں؟" میں نے عرض کیا "کھانا لینے کے لیے جایا کرتا ہوں' دوسرا راستہ چونکہ بازار سے ہو کر گزرتا ہے اور وہاں ہر قسم کی اشیاء پر نظر پڑ سکتی ہے اس لیے اس راہ سے آتا جاتا ہوں"۔

مجذوب کہنے لگے "شاید تجھے معاشی تنگی اور خرچ کی تکلیف ہے۔ میں تجھے سونا بنانے کا نسخہ بتاتا ہوں' کسی وقت میرے پاس آ جاؤ"۔ فرماتے تھے' اس وقت تو حاضری کا اقرار کر آیا' مگر پڑھنے لکھنے میں انہماک کی وجہ سے بعد میں یاد ہی نہیں رہا۔

دوسرے دن مجذوب نے پھر یاد دہانی کی' میں نے کہا پڑھنے سے فرصت نہیں' جمعہ کے دن کوئی وقت نکال کر آؤں گا۔ جمعہ آیا تو مطالعہ میں مشغولیت کی وجہ سے یاد نہیں رہا' مجذوب پھر ملے' کہا کہ تم حسب وعدہ نہیں آئے' میں نے بھولنے کا عذر کیا اور آئندہ جمعہ کا وعدہ کیا' لیکن مطالعہ میں مصروفیت کی وجہ سے جمعہ کا دن یاد ہی نہیں رہتا تھا' اس طرح کئی جمعہ گزر گئے۔

آخر ایک جمعہ کو وہ مجذوب خود میرے پاس آئے اور درگاہ شاہ نظام الدین کی طرف لے جا کر ایک قسم کی گھاس مجھے دکھائی' ساتھ ساتھ ان مقامات کی بھی نشاندہی کی جہاں یہ گھاس اگتی ہے' پھر وہ گھاس توڑ کر لائے اور مجھے طریقہ بتانے کی غرض سے میرے سامنے اس نے سونا بنایا' پھر سونا مجھے دے کر کہنے لگے' یہ بیچ کر اپنے کام میں لائیں' تاہم مجھے کتاب کے مطالعہ سے اتنی فرصت بھی نہ تھی کہ وہ سونا بازار جا کر بیچوں۔ مجذوب نے ایک دن خود جا کر وہ سونا بیچا اور رقم لا کر مجھے دی۔ (آپ بیتی جلد اول)

# مقبولین کی بر و بحر پر حکومت

شمالی افریقہ کی فتح کا اصل سہرا حضرت عقبہ بن نافع رحمہ اللہ کے سر ہے، جو صحابی تو نہ تھے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے ایک سال قبل پیدا ہوئے تھے۔ مصر کی

فتوحات میں یہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے۔ بعد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد حکومت میں انہیں شمالی افریقہ کے باقی ماندہ حصے کی فتح کی مہم سونپ دی تھی، یہ اپنے دس ہزار ساتھیوں کے ساتھ مصر سے نکل کر داد شجاعت دیتے ہوئے تونس تک پہنچ گئے، (سیر اعلام النبلاء) اور یہاں قیروان کا مشہور شہر بسایا، جس کا واقعہ یہ ہے کہ جس جگہ آج قیروان آباد ہے، وہاں بہت گھنا جنگل تھا، جو درندوں سے بھرا ہوا تھا۔

حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ نے بربریوں کے شہروں میں رہنے کے بجائے مسلمانوں کے لیے الگ شہر بسانے کے لئے یہ جگہ منتخب کی، تا کہ یہاں مسلمان مکمل اعتماد کے ساتھ اپنی قوت بڑھا سکیں، ان کے ساتھیوں نے کہا کہ یہ جنگل تو درندوں اور حشرات الارض سے بھرا ہوا ہے۔ لیکن حضرت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک شہر بسانے کے لئے اس سے بہتر کوئی جگہ نہ تھی، اس لئے انہوں نے اپنا فیصلہ تبدیل نہیں کیا، اور لشکر میں جتنے صحابہ کرامؓ تھے ان کو جمع کیا، یہ کل اٹھارہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے، ان کے ساتھ مل کر حضرت عقبہؓ نے دعا کی، اور اس کے بعد یہ آواز لگائی:۔

**أیتها السباع والحشرات، نحن اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم ارحلوا عنا، فانا نازلون، فمن وجدناه بعد قتلناه۔** (الکامل لابن الأثیر)

"اے درندو اور کیڑو! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں، ہم یہاں بسنا چاہتے ہیں، لہٰذا تم یہاں سے کوچ کر جاؤ، اس کے بعد تم میں سے کوئی یہاں نظر آئے گا، ہم اسے قتل کر دیں گے۔"

اس اعلان کا نتیجہ کیا ہوا؟ امام ابن جریر طبریؒ لکھتے ہیں:۔

**فلم یبق منها شیء الا خرج هارباء، حتی ان السباع تحمل أولادها.**

"ان جانوروں میں سے کوئی نہیں بچا جو بھاگ نہ گیا ہو، یہاں تک کہ درندے اپنے بچوں کو اٹھائے لے جا رہے تھے۔"

اور مشہور مؤرخ اور جغرافیہ دان علامہ زکریا بن محمد قزوینیؒ (متوفی ۶۸۲ھ) لکھتے ہیں:۔

**فرأی الناس ذلک الیوم عجبالم یروه قبل ذلک، وکان السبع**

**یحمل أشبالة والذئب أجراءه، والحية أولادها، وهی خارجة سربا سر با، فحمل ذلک کثیرا من البربر علی الاسلام.** (آثار البلاد للقزوینی)

"اُس روز لوگوں نے ایسا عجیب نظارہ دیکھا جو پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ کہ درندہ اپنے بچوں کو اٹھائے لئے جا رہا ہے، بھیڑیا اپنے بچوں کو، اور سانپ اپنے بچوں کو، یہ سب ٹولیوں کی شکل میں نکلے جا رہے تھے، یہ منظر دیکھ کر بہت سے بربری مسلمان ہو گئے۔"

اس کے بعد عقبہ بن نافع اور ان کے ساتھیوں نے جنگل کاٹ کر یہاں شہر قیروان آباد کیا، وہاں جامع مسجد بنائی اور اسے شمالی افریقہ میں اپنا مستقر قرار دیا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے دور میں عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ افریقہ کی امارت سے معزول ہو کر شام میں آباد ہو گئے تھے، آخر میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں دوبارہ وہاں بھیجنا چاہا، لیکن آپ کی وفات ہو گئی۔ بعد میں یزید نے اپنے عہد حکومت میں انہیں دوبارہ افریقہ کا گورنر بنایا۔ اس موقع پر انہوں نے قیروان سے مغرب کی طرف اپنی پیش قدمی پھر سے شروع کی اور روانگی سے پہلے اپنے بیٹوں سے کہا:

**انی قد بعت نفسی من اللہ عزوجل، فلا أزال أجاهد من کفر باللہ.**

"میں اپنی جان اللہ تعالیٰ کو فروخت کر چکا ہوں، لہٰذا اب (مرتے دم تک) اللہ کا انکار کرنے والوں سے جہاد کرتا رہوں گا۔"

اس کے بعد انہیں وصیتیں فرمائیں، اور روانہ ہو گئے۔ (کامل ابن اثیر)

## اللہ تعالیٰ مقبولین کو نفس کی چالوں سے بچالیتے ہیں

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ اولیائے کاملین میں سے ہیں اور بڑے اونچے رُتبے کے اولیاء میں سے ہیں، ان کے واقعات میں لکھا ہے کہ مجاہدین کی ایک جماعت جا رہی تھی تو ان کا ارادہ ہوا کہ میں بھی جہاد میں شریک ہوں کہ مفت میں ایک اتنی بڑی عبادت ملتی ہے تو ان کے نفس میں تقاضا پیدا ہوا کہ میں جہاد میں شریک ہو جاؤں لیکن جب نفس میں تقاضا پیدا ہوا تو بیٹھ گئے اور کہا کہ یہ

نفس کیوں چاہتا ہے کہ جہاد میں شریک ہوں۔ نفس کو تو جہاد سے بچنا چاہیے تھا نفس چاہے کہ میں عبادت کروں تو نفس تو اس درجے کی چیز نہیں وہ تو عبادت سے روکنے والی چیز ہے۔ "اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ" نفس تو برائی کا امر کرتا ہے، نہ یہ کہ امر کرے کہ تم نماز پڑھو اور جہاد کرو اور اللہ کی راہ میں جان دے دو، نفس کو تو بچنا چاہیے تو نفس میں کیوں یہ تقاضا ہے! کوئی مکر پوشیدہ ہے اور نفس کے اندر کوئی کھوٹ ہے، غرض بیٹھ گئے اور بیٹھ کر سوچنا شروع کیا کہ آخر نفس کے لیے جہاد کے اندر کیا لذت کا سامان ہے کہہ رہا ہے کہ جہاد میں چلو۔

تو ذہن میں یہ بات آئی کہ مجھے چالیس برس روزے رکھتے ہوئے گزر گئے ہیں اور ایک دن بھی چالیس برس میں افطار نہیں کیا اور جہاد میں روزہ رکھ کر شریک ہونا مکروہ ہے۔ اگر رمضان بھی ہے تو بھی مستحب یہ ہے کہ افطار کرے تاکہ قوت سے جہاد کر سکے۔ بھوکا آدمی جہاد نہیں کر سکے گا تو نفس کی مکاری یہ چھپی ہوئی تھی کہ چالیس برس سے مجھے بھوکا مار رکھا ہے۔ جہاد میں جاؤ گے تو دن میں کھانے کو روٹی تو مل جائے گی، یہ مکر پوشیدہ تھا۔ اب کھڑے ہوئے اور کہا اے نفس! میں جہاد میں جاؤں گا اور روزہ رکھ کر جاؤں گا۔ آج (افطار کرنے کے) مستحب کو انجام نہیں دوں گا چاہے مکروہ ہو، مگر تجھے ستانا ہے اور تیرا مقابلہ کرنا ہے۔ لہٰذا جہاد بھی کروں گا تو روزہ رکھ کر کروں گا، تجھے کھانے کو وہاں بھی نہیں ملے گا۔ اس پر بھی نفس نے کہا کہ تم چلو، جاؤ جہاں میں، میں پھر بھی تیار ہوں۔

پھر بیٹھ گئے کہ یا اللہ! یہ نفس میں جہاد کا کیوں تقاضا ہے؟ یہ تقاضا قلب اور روح میں ہونا چاہیے، یہ نفس کیوں تقاضا کر رہا ہے، اسے تو جہاد سے بچنا چاہیے، پھر بیٹھ گئے، غور اور مراقبہ کیا کہ آخر کونسا مکر نفس کے اندر پوشیدہ ہے کہ جس کی وجہ سے یہ کہہ رہا ہے کہ جہاد کرو، تو سوچتے سوچتے ذہن میں یہ بات آئی کہ چالیس برس سے میں خلوت میں ہوں، آدمی کے س کا تقاضا لوگوں سے ملنا جلنا، انس و موانست حاصل کرنا ہوتا ہے۔ انسان کو مدنی الطبع پیدا کیا گیا ہے۔ یہ جانوروں کی طرح بھٹوں میں وحشت زدہ ہو کر الگ الگ نہیں رہ سکتا۔ بستیاں بنا کر رہتا ہے، میل جول سے رہتا ہے تاکہ انس و موانست پیدا ہو، یہ تو انس کا بندہ ہے اور اسی واسطے انسان کو انسان کہتے ہیں کہ انسان کا مادہ اُنس ہے جس میں اُنس نہ ہو وہ انسان

ہی نہیں تو انسان کا جبلی تقاضا اُنسیت و موانست ہے۔ کسی عرب کے شاعر نے کہا ہے کہ

"وَمَا سُمِّیَ الْاِنْسَانُ اِلاَّ لِاُنْسِہٖ وَمَا الْقَلْبُ اِلاَّ اَنَّہٗ یَتَقَلَّبُ"

انسان کو انسان کہا ہی اسی لیے گیا ہے کہ اس میں اُنسیت اور موانست کا مادہ موجود ہے تو چالیس برس سے سہل بن عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ خلوت میں رہتے تھے۔

نفس چاہتا تھا کہ لوگوں سے مل جل کر رہیں، مگر بچتے تھے تو نفس میں تقاضا جہاد کا ہوا کہ جب جہاد کریں گے تو چار آدمیوں سے ملاقات تو ہوگی۔ یہ جو تنہائی میں مجھے گھوٹ رکھا ہے، جہاد میں جا کے یہ تنہائی کی وحشت کچھ تو کم ہوگی۔ ایک خیمہ میں جب جمع ہوں گے تو دس آدمی ہوں گے اور انہیں تو کچھ بات چیت کرنے کا ہی موقع ملے گا۔

یہ گویا مکر تھا جو چھپا ہوا تھا تو سہل بن عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ پھر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ "اے نفس! اگر میں جہاد کو بھی جاؤں گا تو کسی شخص کی طرف نہ دیکھوں گا، نہ انس حاصل کروں گا، نہ کسی سے گفتگو کروں گا۔ تجھے خلوت ہی میں رکھوں گا اور تجھے اسی طرح مارنا ہے۔"

نفس نے کہا کہ یہ بھی منظور ہے اگر تم جہاد کے لیے چلو، اب پھر بیٹھ گئے کہ یا اللہ! کون سی ایسی مکاری چھپی ہوئی ہے جس کی وجہ سے یہ نفس جہاد کا تقاضا کر رہا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ سے دُعاء کی کہ اے اللہ! اس نفس میں ایسا باریک مکر ہے جو مجھ پر منکشف نہیں ہوتا تو ہی مجھ پر کھولے گا تو واضح ہوگا کہ اس نفس میں کیا خباثت ہے اور کیا مکاری ہے جو چھپی ہوئی ہے جو یہ چاہتا ہے کہ میں شریعت کے اعمال سرانجام دوں۔

تب اُدھر سے الہام ہوا اور اصلیت کھلی اور وہ یہ کہ چالیس برس ریاضت اور مجاہدے میں گزر گئے تھے۔ گویا نفس کو مار رکھا تھا: "مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا" مرنے سے پہلے اسے مار دیا تھا، اس کی خواہشات کو کچل دیا تھا۔ اس کی مرضیات کو فنا کر دیا تھا تا کہ مرضی حق حاصل ہو۔ نفس پر یہ چیزیں شاق تھیں تو نفس میں جہاد کا تقاضا اس لیے تھا کہ میدان میں جائے، ایک دفعہ گولی لگے گی تو روز روز کی جھک جھک کا تو خاتمہ ہو جائے گا۔

بس ایک دفعہ ختم ہو جائیں گے۔ یہ جو روز کی موت ہے یہ تو ختم ہوگی۔ جو ہونا ہوگا ایک دفعہ ہو جائے گا، ایک دفعہ تلوار پڑے گی ختم ہو جائیں گے، یہ مکر پوشیدہ تھا۔ سہل بن

عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے توبہ کی اور کہا کہ یا اللہ! میری نیت درست کردے، جب نیت درست ہوئی تو جا کر مجاہدین میں شریک ہوئے اور جہاد کے لیے گئے۔

اس واقعہ سے کم از کم یہ سبق لیں کہ ہم اپنے نفس کو سنت پر چلانے کے لیے محنت کریں، جس میں بدن وروح کی تمام ضروریات کو پورا کیا گیا ہے اور وہ سارا عین دین ہے۔

(بزرگوں کے ایمان افروز قصے)

## اللہ تعالیٰ کیسے نوازتے ہیں؟

حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہجرت کا حکم ہوگیا تو آپ نے چاہا کہ میں بیت اللہ میں دو رکعت نماز پڑھوں۔

یہ تو ظاہر تھا نہیں کہ آپ ہجرت فرما رہے ہیں، مگر اجازت آ چکی تھی، اس زمانہ میں عثمان شیبی کے ہاتھ میں کعبہ کی کنجیاں رہتی تھیں آپ نے فرمایا کہ شیبی! ایک دو منٹ کے لئے بیت اللہ کھول دو، میں دو رکعت پڑھ لوں، اس نے آپ کو ڈانٹ دیا اس لئے کہ حکومت تو اسی کی تھی، آپ کی تو تھی نہیں۔ آپ نے کچھ نرمی سے فرمایا کہ دو ہی رکعتیں پڑھنی ہیں اس نے کہا کہ نہیں نہیں۔ بہر حال اس نے اجازت نہیں دی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیبی! ایک وقت آنے والا ہے میں تو اس جگہ کھڑا ہوا ہوں گا جہاں تو کھڑا ہے اور تو اس جگہ کھڑا ہوا ہوگا جہاں میں کھڑا ہوا ہوں۔ اس وقت تیرا کیا حشر ہوگا۔ اس نے کہا کہ یہ سب تخیلات ہیں۔

غرض اجازت نہ دی۔ بلا نماز پڑھے آپ واپس تشریف لائے۔ رات کو ہجرت فرمائی۔ یہ تیرہ برس کی زندگی آپ نے انتہائی پریشانیوں میں گزاری پھر ہجرت کیساتھ آٹھ سال بعد مکہ میں آپ کا فاتحانہ داخلہ ہوا۔ اور آپ نے مسجد حرام سے ابتداء کی وہاں آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی، کعبہ کی کنجیاں آپ کے ہاتھ میں دی گئیں، آپ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ بلاؤ شیبی کو شیبی حاضر ہوا۔

فرمایا کہ وہ وقت یاد ہے کہ میں نے منت سماجت کی تھی کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے

دو۔ مگر تم نے اجازت نہیں دی تھی۔ اس نے کہا ہاں یاد ہے اور فرمایا کہ یہ بھی یاد ہے کہ میں نے کہا تھا کہ ایک وقت آنے والا ہے۔ میں وہاں کھڑا ہوا ہوں گا جہاں تو کھڑا ہے اور تم یہاں کھڑے ہو گے جہاں میں کھڑا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ وقت آ گیا ہے کہ میں کھڑا ہوں تیری جگہ اور تم کھڑے ہو میری جگہ اس نے کہاں ہاں وہ وقت آ گیا ہے۔

فرمایا کہ اب تیرا کیا حشر ہونا چاہئے اس نے ایک ہی لفظ کہا کہ اخ کریم و نبی کریم میں کریم پیغمبر اور کریم بھائی کے سامنے ہوں۔

اس برائی کا بدلہ آپ نے یہ دیا کہ کعبہ کی کنجیاں سپرد کیں اور فرمایا کہ نسلاً بعد نسل قیامت تک تیرے ہی خاندان کو دیتا ہوں یہ کنجیاں تو آج تک وہ شیبی کا خاندان ہے جو برابر کلید بردار کعبہ ہے اور آدھے مکہ پر اس کی حکومت ہے لاکھوں کروڑوں کا سامان اس کی دکانوں میں پڑا ہوا ہے اور جسے چاہے اجازت دے اور جسے چاہے بیت اللہ کے داخلہ کی اجازت نہ دے تو اس نے دو رکعت نہیں پڑھنے دی جواب میں آپ نے کنجیاں سپرد کر دیں اور فرمایا کہ لے یہ تیرے خاندان کو قیامت تک کے لئے دیتا ہوں یہ خلق عظیم نہیں تھا تو اور کیا تھا کہ ادھر سے زیادتی اور ادھر سے یہ کچھ لطف و کرم۔ (خطبات طیب)

## اللہ والوں کی مقبولیت

ملتان کے قریب علاقہ تونسہ میں ایک بندے کے ہاتھ سے قتل ہو گیا... قاتل حضرت خواجہ تونسوی رحمہ اللہ کے پاس آیا اور عرض کی کہ حضرت مجھ سے غلطی ہو گئی ہے آپ فیصلہ کرا دیں... حضرت خواجہ رحمہ اللہ مقتول کے گھر گئے پہلے دعا پڑھی پھر مقتول کے والد سے تعزیت کی... حضرت نے فرمایا کہ میں تمہارے پاس ایک کام کیلئے آیا ہوں... وہ قاتل میرے پاس بیٹھا ہے اور فیصلہ کرنا چاہتا ہے...

یہ سن کر مقتول کا والد رو پڑا اور کہا جب آپ اس کی سفارش فرما رہے ہیں تو میں اپنا بیٹا مفت میں بخش دیتا ہوں بس میں نے مقتول کو معاف کر دیا...

مزید اس نے کہا حضرت آپ کے آنے پر اتنی خوشی ہوئی کہ میرے جتنے بھی بیٹے ہیں اگر یکے بعد دیگرے قتل ہو جائیں تو آپ کے کہنے پر میں سارے قاتلوں کو معاف کر دوں گا... روتے ہوئے اس نے مزید کہا حضرت آپ ادھر سے پیغام بھجوا دیتے آنے کی زحمت نہ فرماتے... سچ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ ایسی مقبولیت عطا فرما دیتے ہیں... (نافع السالکین)

# یہ کیسی قابلیت ہے

اکبر بادشاہ کے زمانے میں ایک مشہور شاعر گزرے ہیں جن کا تخلص ''فیضی'' تھا..... ایک مرتبہ ''فیضی'' حجام سے خط بنوا رہے تھے...... اور داڑھی بھی صاف کرا رہے تھے ......اس وقت ایک بزرگ ان کے قریب سے گزرے اور فرمایا: آغا: ریش می تراشی؟ جناب! کیا آپ داڑھی منڈوا رہے ہیں؟ کیونکہ فیضی شاعر علم وفضل کے بھی مدعی تھی، انہوں نے ہی قرآن کریم کی بغیر نقطوں کی تفسیر لکھی ہے......ان بزرگ کا کہنا یہ تھا کہ تم عالم ہو.... تمہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے بارے میں علم ہے...... پھر بھی تم یہ کام کر رہے ہو؟ جواب میں فیضی نے کہا: ''بلے، ریش می تراشم......دل کسے نمی خراشم'' جی ہاں میں داڑھی منڈوا رہا ہوں ......لیکن کسی کا دل نہیں توڑ رہا ہوں...... کسی کی دل آزاری تو نہیں کر رہا ہوں..... گویا کہ فیضی نے طعنہ دیتے ہوئے کہا کہ میں تو یہ ایک گناہ کر رہا تھا...... لیکن تم نے مجھے یہ کہہ کر میرا دل توڑ دیا...... جواب میں ان بزرگ نے فرمایا: ''ولے، دل رسول اللہ می خراشی'' کسی اور کا دل تو نہیں توڑ رہے ہو، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل توڑ رہے ہو...... اس لئے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو منع فرمایا کہ یہ کام مت کرو...... اس کے باوجود تم کر رہے ہو...... (گناہ چھوڑنے کے آسان نسخے)

# اللہ تعالیٰ کیسے قبول فرماتے ہیں؟

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کے سامنے ایک لوہار رہتا تھا.... بال بچوں کی کثرت کی وجہ سے وہ سارا دن کام میں لگا رہتا.... اس کی عادت تھی کہ اگر اس نے

ہتھوڑا ہوا میں اٹھایا ہوتا کہ لوہا کوٹ سکے اور اسی دوران اذان کی آواز آ جاتی تو وہ ہتھوڑا لوہے پر مارنے کی بجائے اسے زمین پر رکھ دیتا اور کہتا کہ اب میرے پروردگار کی طرف سے بلاوا آ گیا ہے میں پہلے نماز پڑھوں گا پھر کام کروں گا..... جب اس کی وفات ہوئی تو کسی کو خواب میں نظر آیا اس نے پوچھا کہ کیا بنا؟ کہنے لگا کہ مجھے امام احمد بن حنبلؒ کے نیچے والا درجہ عطا کیا گیا.... اس نے پوچھا کہ تمہارا علم و عمل اتنا تو نہیں تھا؟

اس نے جواب دیا کہ میں اللہ کے نام کا ادب کرتا تھا اور اذان کی آواز سنتے ہی کام روک دیتا تھا تا کہ نماز ادا کروں.... اس ادب کی وجہ سے اللہ رب العزت نے مجھ پر مہربانی فرما دی.... (نماز کے اسرار و رموز)

# قبولیت اعمال کی فکر

حضرت عثمان خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی کریانے کی دکان تھی..... ان کے پاس اگر کوئی کھوٹے پیسے لاتا تو وہ پیسے لے لیتے اور سودا دے دیتے..... وہ ان پیسوں کو علیحدہ جمع کرتے جاتے تھے..... انہوں نے پوری زندگی اپنا یہ دستور بنائے رکھا..... کھوٹے پیسوں والوں کو کبھی واپس نہیں بھیجتے تھے..... جب ان کا آخری وقت آیا تو وفات سے پہلے بستر پر لیٹے ہوئے دعا مانگنے لگے: "اللہ! میرے پاس لوگ کھوٹا مال لے کر آتے تھے، کھوٹے سکے لے کر آتے تھے، اللہ! میں تیرے بندوں سے کھوٹے سکے قبول کرتا رہا، آج تو بھی میرے کھوٹے عملوں کو قبول فرما لے....." سوچئے تو سہی کہ ہمارے اکابر اس طرح موت کی تیاری کیا کرتے تھے..... (خطبات فقیر 17 ص 210)

# شاہ جی رحمہ اللہ کی قابلیت

ایک سفر میں ایک ذمہ دار پولیس افسر نے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے سوال کیا:.... "شاہ جی! اجازت ہو تو ایک بات پوچھوں" "ہاں بیٹا! کیوں نہیں"

دوسری جماعتوں کے سیاسی اور مذہبی رہنما آئے دن مختلف شہروں میں آتے رہتے ہیں مگر حکومت کی طرف سے ہمیں کوئی ایسی ہدایت نہیں ملتی کہ ہم ان کو واچ (نگرانی) کریں

لیکن جیسے ہی آپ کسی شہر میں پہنچتے ہیں ایک دم سے تاریں ہلنے لگتی ہیں.... یہ کیوں؟

آپ نے برجستہ کہا:.... ''بھائی! جب کوئی ہیجڑا گھر میں آجائے تو کوئی عورت اس سے پردہ نہیں کرتی.... مگر جیسے ہی کوئی مرد آجائے تو تمام گھر میں پردہ پردہ کا شور مچ جاتا ہے ''اس پر متعلقہ افسر اپنا سامنہ لیکر رہ گیا'' (حیات امیر شریعت)

## مقبول خدا محدثین کی قابلیت اور قبولیت

امام ابوزرعہ رحمہ اللہ کے انتقال کا واقعہ بھی عجیب ہے....

ابو جعفر تستری کہتے ہیں کہ ''ہم جان کنی کے وقت ان کے پاس حاضر ہوئے اس وقت ابوحاتم.... محمد بن مسلم.... مندر بن شاذان اور علماء کی ایک جماعت وہاں موجود تھی ان لوگوں کو تلقین میت کی حدیث کا خیال آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے ''لقنوا امواتکم لا الہ الا اللہ'' (اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو) مگر ابوزرعہؒ سے شرمارہے تھے اور ان کو تلقین کی ہمت نہ ہورہی تھی.... آخر سب نے سوچ کر یہ راہ نکالی کہ تلقین کی حدیث کا مذاکرہ کرنا چاہئے.... چنانچہ محمد بن مسلم نے ابتداء کی حدثنا الضحاک بن مخلد عن عبدالحمید بن جعفر اور اتنا کہہ کر رک گئے باقی حضرات نے بھی خاموشی اختیار کی.... اس پر ابوزرعہ نے اسی جان کنی کے عالم میں روایت کرنا شروع کیا.... اور اپنی سند بیان کرنے کے بعد متن اپنی حدیث پر پہنچے....

من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ.... اتنا ہی کہہ پائے تھے کہ طاہر روح قفس عنصری سے عالم قدسی کی طرف پرواز کر گیا.... پوری حدیث یوں ہے ''من کان آخر کلامہ لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ (یعنی جس کی زبان سے آخری الفاظ لا الہ الا اللہ نکلے وہ جنت میں داخل ہوگا).... (جواہر پارے)

## شاہ اہل اللہ کی کمال حکمت وقابلیت

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ کے بھائی شاہ اہل اللہ تھے.... وہ فرماتے ہیں کہ میں رات کے وقت کمرے میں مطالعہ کر رہا تھا.... سامنے ایک سانپ کو میں نے دیکھا تو

اسے مار دیا.... اگلی رات کو دو بندے آئے کہ حضرت ایک فیصلے کے لئے ہمارے ساتھ چلے جائیں وہ مجھے جنگل لے گئے.... وہاں بڑی مخلوق بیٹھی تھی.... میں سمجھ گیا کہ انسانوں کی مجلس نہیں بلکہ جنات کی مجلس ہے.... ایک شخص مدعی بن کر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ قاضی صاحب! اس انسان نے میرے بھائی کو مارا ہے مجھے اپنا حق چاہئے.... شاہ اہل اللہ صاحب کھڑے ہو گئے کہ میں نے آج تک کسی کو نہیں مارا ہے مدعی نے کہا کہ تمہارے گھر میں جو سانپ آیا تھا وہ میرا جن بھائی تھا.... حضرت شاہ اہل اللہ نے کہا کہ میں نے ابوداؤد شریف میں ایک حدیث پڑھی ہے کہ جس نے اپنی شکل تبدیل کی اور خطرناک شکل میں وہ مارا جائے تو اس کا خون معاف ہے.... میں نے اسے سانپ سمجھ کر مارا تھا نہ کہ جن سمجھ کر اس پر جنات کے قاضی صاحب نے فیصلہ شاہ اہل اللہ کے حق میں دیا....

قاضی صاحب نے کہا کہ یہ حدیث میں نے اپنے کانوں سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی پھر اسے باعزت طور پر بری کر دیا.... چلتے چلتے حضرت شاہ اہل اللہ صاحب نے جنات کے قاضی صاحب سے فرمایا کہ آپ چونکہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی بھی ہیں اور انہیں دیکھا بھی ہے تو یہ حدیث جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے سنی ہے مجھے سنا دیں.... تا کہ آپ میرے استاد بن جائیں.... (در کامل)

## مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی احتیاط و پرہیز

حضرت مولانا مفتی رفیع عثمانی صاحب مدظلہم اپنے ایک بیان میں فرماتے ہیں: میں اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ سناتا ہوں انتقال سے چند روز پہلے کی بات ہے فرمانے لگے دیکھو وہ ایک تار لٹکا ہوا ہے اس کے اندر بہت سارے کاغذ پروئے ہوئے ہیں، وہ تار اٹھا لاؤ، میں اٹھا لایا تو اس میں بہت سارے کیش میمو تھے۔

دارالعلوم کے مطبخ سے آٹا کھانا خریدا اتنے پیسے، اور ذاتی کال ٹیلی فون پر کی اس کا معاوضہ اتنے پیسے، دارالعلوم کی گاڑی ذاتی کام میں استعمال ہوئی اس کے پیسے جمع کرائے گئے اس کا کیش میمو، غرض رسیدوں اور کیش میموں کا ایک موٹا گڈا تھا، فرمایا کہ اگر چہ اس کا

حساب مکمل ہو چکا، میں ادائیگی بھی کر چکا، اب ان کو محفوظ رکھنے کی کوئی اور ضرورت نہیں، لیکن میں اس واسطے رکھتا ہوں کہ بعض لوگ اہل مدارس پر تہمت لگایا کرتے ہیں کہ یہ لوگ چندہ کھاتے ہیں، مدرسہ کا پیسہ کھاتے ہیں، یہ میں نے اس واسطے رکھا ہوا ہے کہ اگر کوئی اعتراض کرے تو اس کے منہ پر مار سکوں کہ لو اس کو دیکھ لو.... (رسالہ البلاغ شمارہ ۶۵)

## حضرت معین الدین چشتی رحمہ اللہ کی عالمگیر قبولیت وقابلیت

حضرت معین الدین چشتی رحمہ اللہ افغانستان کے ایک گاؤں بجستان میں سن ۵۳۷ھ میں پیدا ہوئے.... اسی کی طرف نسبت کرتے ہوئے سنجری کہا جاتا ہے.... آپ سلسلہ چشتیہ کے بانی ہیں' بیس سال تک اپنے پیر و مرشد حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہے.... پھر خلافت ملنے کے بعد ہندوستان کا رخ کیا' اس وقت پورے ہندوستان میں کفر و شرک کا بول بالا تھا' لوگ خدائے واحد کو چھوڑ کر اینٹ' پتھر' درخت' جانور' گائے اور گوبر کی پوجا کرتے تھے.... ایسے تاریک ماحول میں ایک خدا کی آواز لگائی....

وعظ ونصیحت کے ساتھ ساتھ دعوت وتبلیغ کیلئے دور دراز کا سفر کیا اور پورے ہندوستان میں اسلام کے پیغام کو عام کیا جس کے نتیجے میں آپ کے دست مبارک پر ہزاروں کی تعداد میں لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے.... ملک کے گوشہ گوشہ سے اللہ اکبر کی آواز آنے لگی اور لوگ بھی اس دعوتی تحریک کو پورے ہندوستان میں پہنچانے لگے.... تقریباً آدھی صدی تک دعوت وتبلیغ اور تعلیم وتربیت کا کام کرنے کے بعد ۹۰ سال کی عمر میں ۶۲۷ھ میں وفات پائی اور اجمیر میں ہی مدفون ہوئے.... (پانچ منٹ کا مدرسہ)

## صحبت صالح سے قبولیت

ایک بزرگ کہیں جا رہے تھے۔ راستہ میں ان کو ایک آدمی ملا۔ انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ کہنے لگا، میں آتش پرست (آگ کی پوجا کرنے والا) ہوں۔

دونوں نے مل کر سفر شروع کر دیا۔ راستہ میں وہ آپس میں بات چیت کرنے لگے۔

اس بزرگ نے اس کو سمجھایا کہ آپ خواہ مخواہ آگ کی پوجا کرتے ہیں، آگ تو خدا نہیں، خدا تو وہ ہے جس نے آگ کو بھی پیدا کیا ہے۔ وہ نہ مانا۔ آخر کار اس بزرگ کو بھی جلال آ گیا۔ انہوں نے فرمایا، اچھا ایسا کرتے ہیں کہ آگ جلاتے ہیں اور دونوں اپنے اپنے ہاتھ آگ میں ڈالتے ہیں۔ جو سچا ہوگا آگ کا اس پر کچھ اثر نہیں ہوگا اور جو جھوٹا ہوگا آگ اس کے ہاتھ کو جلا دے گی۔ وہ بھی تیار ہو گیا۔

انہوں نے اس جنگل میں خوب آگ جلائی۔ آگ جلانے کے بعد مجوسی گھبرانے لگا۔ جب اس بزرگ نے دیکھا کہ اب پیچھے ہٹ رہا ہے تو انہوں نے اس کا بازو پکڑ لیا اور اپنے ہاتھ میں اس کا ہاتھ تھام کر آگ میں ڈال دیا۔

بزرگ کے دل میں تو پکا یقین تھا کہ میں مسلمان ہوں اور اللہ تعالیٰ میری حقانیت کو ضرور ظاہر فرمائیں گے جس سے دین اسلام کی شان وشوکت بھی واضح ہو جائے گی۔ لیکن اللہ کی شان، کہ نہ اس بزرگ کا ہاتھ جلا اور نہ اس آتش پرست کا۔ وہ آتش پرست بڑا خوش ہوا اور یہ بزرگ دل ہی دل میں بڑے رنجیدہ ہوئے کہ یہ کیا معاملہ ہوا۔

چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے اور عرض کیا، اے اللہ! میں سچے دین پر تھا، آپ نے مجھ پر تو رحمت فرما دی کہ میرے ہاتھ کو محفوظ فرما لیا، یہ آتش پرست تو جھوٹا تھا، آگ اس کے ہاتھ کو تو جلا دیتی۔ جب انہوں نے یہ بات کہی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ بات القا فرمائی کہ میرے پیارے! ہم اس کے ہاتھ کو کیسے جلاتے جب کہ اس کے ہاتھ کو آپ نے پکڑا ہوا تھا۔ سبحان اللہ، اللہ تعالیٰ نسبت کی یوں لاج رکھ لیتے ہیں۔ مجوسی تو پکا کافر تھا مگر اس کے ہاتھ کو وقتی طور پر ایک اللہ والے کے ہاتھ کے ساتھ سنگت نصیب ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اسے بھی آگ سے محفوظ فرما دیا۔ (رہے سلامت تمہاری نسبت)

## اللہ والوں کی صحبت سے قبولیت اور ایمان کی حفاظت

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ بہت بڑے اللہ والے گزرے ہیں۔ آپ شیخ نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ سے بیعت تھے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بارے میں سو دلائل جمع کیے۔

جب امام رازی رحمہ اللہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو شیطان آپ کو پھسلانے کیلئے آپ کے پاس آیا۔ نزع کے وقت شیطان انسان کو گمراہ کرنے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے تا کہ مرتے وقت وہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ شیطان نے آ کر امام رازی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ تم نے ساری زندگی اللہ کی عبادت میں گزار دی۔ کیا تم نے اللہ کو پہچانا بھی ہے؟ آپ نے فرمایا: ”بے شک اللہ ایک ہے“۔ شیطان کہنے لگا: کوئی دلیل دو۔

آپ نے توحید باری تعالیٰ کے بارے میں ایک دلیل دی۔ شیطان نے چونکہ انسانیت کو گمراہ کرنے کی قسمیں کھائی ہوئی ہیں اس نے آپ کی بتائی ہوئی دلیل توڑ دی۔ آپ نے دوسری دلیل دی۔ اس نے وہ بھی توڑ دی۔ یہاں تک کہ امام رازی رحمہ اللہ نے سو دلائل دیئے مگر اس نے سب دلائل رد کر دیئے۔ اب امام رازی رحمہ اللہ بہت پریشان ہوئے۔

اس وقت آپ کے پیر و مرشد شیخ نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ دور دراز کسی جگہ پر وضو فرما رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں امام رازی رحمہ اللہ کی پریشانی کے بارے میں کشفاً مطلع فرما دیا۔ انہوں نے غصہ میں آ کر وہ لوٹا جس سے وضو فرما رہے تھے دیوار پر مارا اور امام رازی رحمہ اللہ کو پکار کر کہا کہ تو یہ کیوں نہیں کہہ دیتا کہ میں اللہ تعالیٰ کو بغیر دلیل کے ایک مانتا ہوں۔

اس وقت شیخ نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ کا غصہ سے بھرا چہرہ امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ کے بالکل سامنے تھا۔ سبحان اللہ، نسبت کی برکت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے امام رحمہ اللہ کے ایمان کی حفاظت فرمائی۔ (رہے سلامت تمہاری نسبت)

باب 3

# حکیم الامتؒ مجدد الملتؒ
# حضرت تھانویؒ رحمہ اللہ
# کی خداداد مقبولیتؒ
# اور کمالِ قابلیت کے نقوش
# حالات.... واقعات اور ملفوظات

# حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی مقبولیت وقابلیت کی چند جھلکیاں

## خداداد ملکہ

صاحب اشرف السوانح لکھتے ہیں: یہ ظاہر ہے کہ وعظ گوئی یا بالفاظ دیگر تبلیغ احکام الٰہیہ کا کام انبیاء علیہم السلام کی اہم ترین سنت جلیلہ ہے۔ لہٰذا جن حضرات علماء کرام کو ورثۃ الانبیاء بنا کر دنیا میں بھیجا جاتا ہے ان کے اندر بھی حق تعالیٰ کی طرف سے یہ صفت خاص بدو فطرت ہی سے ودیعت فرما دی جاتی ہے بالخصوص ایک حکیم امت اور مجدد ملت میں تو اس صفت کا بدرجہ اتم ہونا بہت ہی ضروری تھا۔

چنانچہ حضرت والا میں بفضلہٖ تعالیٰ وعظ گوئی کا خداداد ملکہ ابتدا ہی سے موجود ہے جس کے آثار بچپن ہی سے شروع ہو گئے تھے چنانچہ حضرت والا کا یہ ایک بچپن کا کھیل تھا کہ تنہائی میں مسجد کے منبر پر چڑھ جاتے اور خطبہ کے طور پر کچھ پڑھ پڑھا کر اتر آتے۔ جیسا کہ باب طفولیت میں مذکور ہو چکا ہے اور اب تو حضرت والا کا راس الواعظین ہونا ایسا ظاہر و باہر ہے کہ اس امر مشاہد پر دلائل قائم کرنے کی بھی قطعاً ضرورت نہیں رہی۔ بمصداق ع آفتاب آمد دلیل آفتاب کیونکہ ایک دنیا اس کا مشاہدہ کر رہی ہے اور اس کی تصدیق کر چکی ہے۔

چنانچہ صدہا مواعظ آج حضرت والا کے مطبوعہ صورت میں موجود ہیں جن کو دیکھ کر ہر شخص جب چاہے اس کی بہ آسانی تصدیق کر سکتا ہے حالانکہ ان میں حضرت والا کے پورے الفاظ بھی نہیں ہیں کیونکہ حضرت والا کی تقریر میں اس درجہ روانی ہوتی کہ کوئی کتنا ہی زود نویس کیوں نہ ہو اس کو لفظ بہ لفظ قلم بند کر ہی نہیں سکتا اور جو اثر خاص حضرت والا کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے نہایت ہی برجستہ پر معنی فصیح و بلیغ اور جامع مانع الفاظ میں ہوتا

ہے اس کا لطف کچھ وہی خوب جانتے ہیں جنہوں نے حضرت والا کا کوئی وعظ سنا ہے۔

بلا مبالغہ بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی زبردست محقق اور جید عالم نے نہایت فرصت میں اور نہایت غور و خوض کے ساتھ کسی ایک خالص اور دقیق و مفید علمی و عملی مضمون پر نہایت مبسوط اور مربوط جامع مانع رسالہ تصنیف کیا ہے وہ پڑھ کر سنایا جارہا ہے عام واعظوں کی طرح نہیں کہ بلا لحاظ اصل مضمون جو کچھ ذہن آتا چلا گیا اس کو بلا ترتیب بیان کرتے چلے گئے اور جہاں چاہا ختم کر دیا۔

حضرت والا کے مواعظ کے قابل قدر اور عام پسند ہونے کی یہی ایک دلیل کافی ہے کہ امت محمدیہ میں بہت ہی کم بلکہ شاذ و نادر ہی ایسے افراد گزرے ہیں جن کے مواعظ بدوں اس کے کہ ان کی طرف سے یا ان کے مخصوصین کی طرف سے کوئی سعی کی گئی ہو منجانب عامہ مشاقین اس اہتمام و اشتیاق کے ساتھ قلمبند کیے گئے ہوں اور اس کثرت کے ساتھ طبع ہو کر واعظ کی حیات ہی میں مطبوع و مقبول خواص و عوام ہو گئے ہوں۔ (اشرف السوانح)

## وعظ کا انداز

حضرت والا نے ہمیشہ خطبہ ماثورہ پڑھ کر کسی آیت یا حدیث سے وعظ شروع فرمایا ہے لیکن بیشتر آیات سے اور گاہ گاہ احادیث سے نیز حضرت والا نے گا گا کر اشعار پڑھنے یا مقفی مسجع عبارت آرائی میں مثل عام واعظین کے محض وقت گزاری تو کبھی نہیں فرمائی ہمیشہ نہایت فصیح و بلیغ اور پر مغز و متین الفاظ میں وعظ بیان فرمایا۔ پھر بھی تاثیر کی یہ کیفیت ہوتی کہ سامعین محو ہو کر رہ جاتے۔ یہاں تک کہ بعض مخالفین کہتے کہ وہاں نہ جاؤ وہ تو وعظ میں کچھ عمل کر دیتے ہیں حالانکہ جو کچھ اثر ہوتا تھا وہ محض حقانیت اور خلوص کی وجہ سے ہوتا تھا جو حضرت والا کے بہت نمایاں اوصاف میں سے ہیں۔ حضرت والا دوران وعظ میں عربی فارسی اور اردو کے اشعار ایسے برمحل پڑھتے کہ مضمون میں جان پڑ جاتی اور سامعین بیساختہ پھڑک اٹھتے۔ اور یہ معلوم ہوتا کہ گویا یہ شعر اسی موقع کے لیے تصنیف کیا گیا تھا۔ گو حضرت والا نے اشعار یاد کرنے کی طرف کبھی توجہ نہیں فرمائی مگر پھر بھی اس قدر اشعار زبان پر ہیں کہ ایک ذی علم نے تصانیف اور مواعظ سے جمع کیے تو تقریباً ایک ہزار ہوئے۔

## تاثیر اور مقبولیت عامہ

حضرت والا جہاں تشریف لے جاتے دور دراز سے لوگ آ آ کر زیارت کرتے اور پے در پے درخواستیں کر کے اپنے یہاں حضرت والا کو وعظ کہلوانے کے لیے لے جاتے۔ قبل وعظ سامعین کا مجمع حضرت والا کے اشتیاق و انتظار میں بیٹھا ہوا گویا یوں مترنم ہوا کرتا تھا۔

بنمائے رخ کہ خلقے والہ شوند وحیراں    بکشائے لب کہ فریاد از مرد وزن بر آید

(رُخ دکھاؤ کہ مخلوق دیوانی و پریشان ہو رہی ہے، لب کھولئے کہ مرد و عورت سب فریاد کر رہے ہیں)

اور دوران وعظ میں سارے مجمع پر ایک محویت کا عالم طاری رہتا۔ کان علیٰ رؤسھم الطیر۔ بعض بڑے بڑے امراء اور اہل تنعم کو بھی دیکھا گیا کہ ان پر دھوپ آ گئی ہے مگر پھر بھی اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوئے۔ اکثر وعظوں میں سامعین پر گریہ اور بعض پر وجد تک طاری ہو گیا ہے۔ چنانچہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند کے بڑے جلسہ دستار بندی میں تو حضرت والا کے وعظ میں ایک صاحب پر اس قدر شدید کیفیت وجدیہ طاری ہوئی کہ وہ کسی طرح فرو ہی نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ وعظ کا مجمع ہی بالکل درہم برہم ہو گیا اور وعظ ناتمام ہی رہا۔ کیونکہ وہ وجد میں لوگوں پر کودنے پھاندنے لگے تھے جس سے لوگوں کے چوٹیں لگنے لگیں اس لیے سب گھبرا کر منتشر ہو گئے۔ ایک صاحب جلسہ موتمر الانصار مراد آباد کے وعظ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ جب وعظ کہہ کر حضرت والا تخت سے نیچے اترے تو قدموں پر گر کر لوٹنے لگے اور یہ بھی ہوش نہ رہا کہ اژدحام میں کچل جاؤں گا اور اس قدر گرویدہ ہوئے کہ غالباً حضرت والا ہی کے ساتھ یا دو دو ایک دن بعد ترک تعلقات کی نیت کر کے تھانہ بھون ہی آ پہنچے لیکن حضرت والا نے بوجہ عدم مناسبت ان کو بیعت میں قبول نہ فرمایا اور ایسے حضرات تو صدہا ہیں جو وعظوں سے متاثر ہو کر ہمیشہ کے لئے طالب مولیٰ اور تائب و تارک معاصی ہو گئے۔

## لوگوں کے مصافحہ کے وقت نیت

رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ کے آخری جمعہ کی نماز کے بعد ایک انبوہ کثیر حضرت والا سے مصافحہ کرنے کے لیے بیتابانہ منتظر تھا حضرت والا نے بجائے اس کے کہ اپنی جگہ سے

اٹھنے کے بعد ہی سے مصافحہ کی اجازت دیں سب کو روک دیا جب تک میں حوض پر جا کر نہ بیٹھ جاؤں گا کسی سے مصافحہ نہ کروں گا کیونکہ ہجوم کی کثرت سے بباعث کبرسنی گر جانے کا اندیشہ تھا۔ چنانچہ اس غرض کے لیے حوض تک اس طور پر تشریف لے گئے کہ اپنے دونوں ہاتھ الگ الگ دو صاحبوں کے ہاتھوں میں دے دیئے اگر چلتے ہوئے کوئی مصافحہ کے لیے بڑھتا تو فرما دیتے کہ میرے ہاتھ تو رکے ہوئے ہیں اگر ابھی مصافحہ کرنا ہو تو ان سے مصافحہ کر لو جن کے ہاتھوں میں میرے ہاتھ ہیں اور میں تو حوض پر بیٹھ کر مصافحہ کروں گا۔ پھر حوض پر بیٹھ کر دیر تک اطمینان کے ساتھ لوگوں سے مصافحہ فرماتے رہے فارغ ہونے کے بعد جائے نشست پر تشریف لا کر فرمایا کہ میں تو واللہ اپنی بڑی سعادت سمجھتا ہوں کہ ایک ناکارہ شخص کے اتنے مسلمان محبت کرنے والے ہیں لیکن بے ڈھنگا پن برا معلوم ہوتا ہے۔ اگر میں یہ انتظام نہ کرتا تو ہڑبونگ میں لوگوں کے چوٹیں آ جاتیں اور مجھے خود بھی بوجہ ضعف گر جانے کا اندیشہ تھا۔ اب اطمینان کے ساتھ سب سے مصافحہ ہو گیا اور میں نے اس نیت سے مصافحہ کیا ہے کہ کیا اتنے سارے محبت کرنے والے مسلمانوں میں سے کوئی بھی خدا کا مقبول و مرحوم بندہ نہ ہوگا۔ کیا نعوذ باللہ سب مبغوض اور دوزخی ہی ہوں گے اگر اتنے سارے محبت کرنیوالوں میں ایک بھی مرحوم ہوا تو کیا مجھ کو دوزخ میں جلتا ہوا دیکھ کر اسے رحم نہ آ جائے گا اور اللہ میاں سے سفارش کر کے وہ مجھ کو دوزخ سے نہ نکلوالے گا۔ اھ۔

## میرا کوئی کمال نہیں ہے

بارہا فرمایا کہ یہ جو اصطلاح نفس کی سہل سہل اور نافع تدابیر اللہ تعالیٰ ذہن میں ڈال دیتے ہیں یہ سب طالبین ہی کی برکت ہے۔ میرا کوئی کمال نہیں اللہ تعالیٰ کو منظور ہے کہ میرے بندوں کی اصلاح ہو اور نفع پہنچے لہذا ایک ناکارہ سے خدمت لے رہے ہیں اور جس کو اپنے علوم و معارف پر ناز ہو طالبین سے الگ ہو کر تو ذرا دیکھے واللہ جو بالکل ہی چٹ نہ ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اوروں ہی کے نفع کے لیے اس کو یہ علوم و معارف عطا فرما رکھے ہیں ع۔ خاص کند بندہ مصلحت علم را۔ ماں یہ ناز نہ کرے کہ میں بچہ کو دودھ پلاتی ہوں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کو منظور ہے کہ بچہ کی پرورش ہو اس لیے اس نے گوشت میں بھی

دودھ پیدا کر دیا ہے۔ یہ جو دودھ چھاتیوں میں سے ابل رہا ہے یہ بچہ کے جذب ہی کی برکت ہے۔ اگر ماں بچہ کو دودھ پلانا چھوڑ دے تو پھر دودھ ہی خشک ہو جائے اسی طرح اگر کنویں میں ڈول نہ ڈالا جائے اور پانی نہ نکالا جائے تو نیا پانی آنا بند ہو جائے۔ غرض اگر شیخ القاء چھوڑ دے تو تلقی بھی بند ہو جائے۔ (اشرف السوانح)

## فراست وقابلیت

احقر کو تو بارہا کے مشاہدوں اور تجربوں کے بعد اس امر کا عین الیقین بلکہ قریب قریب حق الیقین کے ہوگیا ہے کہ حضرت والا کا جو معاملہ جس شخص کے ساتھ ہوتا ہے بالکل مناسب اور عین مصلحت ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض صورتوں میں ایک ہی شخص کے ساتھ مختلف اوقات میں مختلف قسم کا معاملہ بھی دیکھا گیا اور وہ بھی نہایت وقت بالکل مناسب حال اور اصلاح کے لیے واقعی ضروری ثابت ہوا چنانچہ اس کا تو احقر کو بارہا ذاتی تجربہ بھی ہو چکا ہے جس سے حیرت ہوگئی اور حضرت والا کے صاحب کشف ہونے کا گمان غالب بدرجۂ یقین ہونے لگا جس کی حضرت والا بتاکید نفی فرمایا کرتے ہیں۔ بہرحال تائیدایزدی اور صحت ذوق ووجدان اور حضرت والا کا حدیث **اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللّٰہ** کا مصداق ہونا توان واقعات سے یقیناً ثابت ہوتا ہے اور یہ فضائل کشف سے بھی ہزار ہا درجہ بڑھے ہوئے ہیں۔ اس پر احقر کو اپنا ایک شعر یاد آیا۔

میں محوِ فکر ہوا جب سے بے نشاں کیلئے مشاہدہ کا ہے درجہ مرے گماں کیلئے

## شانِ محبوبیت

پھر غالباً قریب ہی زمانہ میں مدرسہ عالیہ دیوبند کا بڑا جلسہ دستار بندی ہوا جس میں حضرت والا بھی تشریف لائے اور احقر بھی حاضر ہوا۔ ہزار ہا آدمیوں کا مجمع تھا اور سب سے زیادہ ہجوم حضرت والا ہی کے ساتھ ساتھ رہتا تھا اور حضرت والا کی یہ صفت محبوبیت اور یہ شان مرجعیت خلق اس قدر نمایاں ہے کہ محتاج بیان نہیں۔ گو حضرت والا لوگوں کے بے ڈھنگے پن پر بہت اظہار خفگی فرماتے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک بار راستہ کے ہجوم اور بے

موقع مصافحوں کی بھرمار سے تنگ آ کر یہ بھی فرمایا کہ اگر تم لوگ سیدھی طرح نہ مانو گے تو بس میں اب مارنا شروع کردوں گا لیکن جو محبوبیت منجاب اللہ ہوتی ہے وہ کہاں ان ظاہری اسباب نفرت ووحشت سے زائل ہوتی ہے۔

لوگ تھے کہ پھر بھی پروانہ وار حضرت والا پر ٹوٹ ہی پڑتے تھے اور جدھر حضرت والا تشریف لے جاتے ایک جم غفیر ساتھ ساتھ ہوتا۔ چونکہ حضرت والا شدید بیماری سے اٹھے تھے اس لیے اور بھی بوجہ غایت ضعف ہجوم اور بے ڈھنگے پن کا تحمل نہ تھا۔ بیماری کی وجہ سے تو شرکت جلسہ کی بھی توقع نہ رہی تھی لیکن حضرت والا نے بیماری ہی میں یہ خواب دیکھا کہ جلسہ میں اس حدیث پر وعظ کہہ رہا ہوں حب الدنیا راس کل خطیئۃ اس سے حضرت والا کو اُمید ہوگئی کہ ان شاء اللہ تعالیٰ میں اچھا ہو جاؤں گا اور شریک جلسہ ہوسکوں گا۔ چنانچہ بفضلہ تعالیٰ ایسا ہی ہوا کہ عین وقت پر حضرت والا کو خلاف توقع صحت ہوگئی اور گو نقاہت بہت زیادہ تھی لیکن وعظ فرمایا اور حدیث مذکور ہی پر وعظ فرمایا۔

## شیخ کی بے ادبی کرنے کا نقصان

بالخصوص تعلق ارادت قائم کرلینے کے بعد پھر گستاخی اور بے ادبی کرنا تو خاص طور سے زیادہ موجب وبال ہوتا ہے چنانچہ خود حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اس تعلق میں بعض اعتبارات سے معصیت اتنی مضر نہیں ہوتی جتنی بے ادبی مضر ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ معصیت کا تعلق تو اللہ تعالیٰ سے ہے اور چونکہ وہ تاثر وانفعال سے پاک ہیں اس لیے توبہ سے فوراً معافی ہو جاتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ویسا کا ویسا ہی تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ بخلاف اس کے بے ادبی کا تعلق شیخ سے ہے اور وہ چونکہ بشر ہے اس لیے طالب کی بے ادبی سے اس کے قلب میں کدورت پیدا ہو جاتی ہے جو مانع ہو جاتی ہے تعدیہ فیض سے۔ اھ۔

پھر حضرت والا نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ نے اس کی خوب مثال دی تھی۔ فرمایا کہ اگر کسی چھت کی میزاب کے مخرج میں مٹی ٹھونس دی جائے تو جب آسمان سے پانی برسے گا تو گو وہ چھت پر تو نہایت صاف وشفاف حالت میں آئے گا لیکن جب میزاب میں ہو کر نیچے پہنچے گا تو بالکل گدلا اور میلا ہو کر۔ اسی طرح شیخ کے قلب پر جو ملاء اعلیٰ سے

فیوض وانوار نازل ہوتے رہتے ہیں ان کا تعدیہ ایسے طالب کے قلب پر جس نے شیخ کے قلب کو مکدر کر رکھا ہے مکدر صورت ہی میں ہوتا ہے جس سے اس طالب کا قلب بجائے منور و مصفا ہونے کے تیرہ و مکدر ہوتا چلا جاتا ہے۔

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ اپنے شیخ کے قلب کو مکدر کرنے اور مکدر رکھنے کا طالب پر یہ وبال ہوتا ہے کہ اس کو دنیا میں جمعیت قلب کبھی میسر نہیں ہوتی اور وہ عمر بھر پریشان ہی رہتا ہے لیکن چونکہ یہ ضروری نہیں کہ ہر فعل موجب تکدر شیخ معصیت ہی ہو اس لیے ایسی صورت میں اس فعل سے براہ راست تو کوئی دینی ضرر نہیں پہنچتا لیکن وہ بواسطہ اکثر سبب ہو ہی جاتا ہے دینی ضرر کا بھی جس کی ترتیب یہ ہوتی ہے کہ اول شیخ کے قلب کا تکدر سبب ہوتا ہے۔ طالب کے انشراح قلبی کے زوال کا اور پھر یہ عدم انشراح اکثر سبب ہو جاتا ہے کوتاہی اعمال کا اور پھر یہ کوتاہی اعمال سبب ہو جاتی ہے دینی ضرر اور اخروی وبال کا۔

گو عدم انشراح کی حالت میں بھی اگر وہ اپنے اختیار اور ہمت سے برابر کام لیتا رہے اور اعمال صالحہ کو بہ تکلف جاری رکھے تو پھر کوئی بھی دینی ضرر نہ پہنچے لیکن اکثر یہی ہوتا ہے کہ انشراح کے فوت ہو جانے سے اعمال میں بھی کوتاہیاں ہونے لگتی ہیں اور اس طرح بواسطہ دینی ضرر کا بھی اکثر تحقق ہو ہی جاتا ہے کیونکہ جو داعیہ عادیہ تھا یعنی انشراح وہ تو جاتا رہا اور بلا داعیہ اکثر کو عمل بہت دشوار ہوتا ہے۔ (اشرف السوانح)

## حفاظت کا غیبی انتظام

جس زمانے میں سیاسی تحریکات کا بہت زور شور تھا اور حضرت والا کی عدم شرکت کی بناء پر حضرت والا کے پاس بعض شورش پسندوں کے طرح طرح کی دھمکیوں کے خطوط بھی آتے تھے اس زمانہ میں اکثر کوئی نہ کوئی مجذوب حضرت والا کے دولت خانہ کے پاس پڑا رہتا تھا اگر ایک چلا جاتا تو پھر دوسرا آ جاتا۔ حضرت والا نے اس کے متعلق فرمایا کہ بعض کا اور خود میرا بھی کسی قدر یہ خیال تھا کہ یہ میری حفاظت کا باطنی انتظام ہے جس کی تقویت اس سے بھی ہوئی کہ جب تحریکات کا زور ختم ہو گیا تو وہ لوگ بھی غائب ہو گئے اور پھر کوئی نظر نہیں پڑا۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا کہ گو میرا یہ گمان تھا کہ یہ میری ہی حفاظت کریں چاہے میں ان کی کچھ خدمت کروں یا نہ کروں۔ اور نہ انہوں نے کبھی میری طرف کوئی خاص التفات کیا۔ (اشرف السوانح)

# عنداللہ مقبولیت اور بشارتیں

صاحب اشرف السوانح لکھتے ہیں: حضرت والا کی مقبولیت عند اللہ کے متعلق بشارات منامیہ بھی بہت کثرت سے ہیں۔ جن سے رسالہ اصدق الرؤیا بھرا پڑا ہے۔

طالبین کو کثرت سے منجاب اللہ بذریعہ سچے خوابوں کے جن کو حدیث شریف میں مبشرات فرمایا گیا ہے حضرت والا سے رجوع کرنے کی صریح ہدایات ہوئی ہیں اور ہوتی رہتی ہیں اور بعض غافلین منتسبین کو تنبیہات بھی ہوئی ہیں جن کی وجہ سے ان کی اصلاح ہوگئی ہے چنانچہ اس وقت بھی دو بالکل تازہ واقعات پیش آئے ہیں۔

ایک طالب عشق مجازی میں جس کی ابتداء دوسری طرف سے ہوئی مبتلا ہوگئے تھے اور گو بفضلہٖ تعالیٰ معصیت تک نوبت نہیں پہنچی تھی لیکن کلفت نہایت شدید تھی یہاں تک کہ زندگی سے بیزار تھے۔ کب کسی طرح اس بلا سے چھٹکارا نہ ہوسکا تو سخت پریشانی کے عالم میں حضرت والا کی خدمت میں فیض درجت میں حاضر ہوئے اور چونکہ مرض سخت اور ممتد تھا اس لئے تہیہ کر کے آئے تھے کہ جب تک اس سے نجات نہ ہوجائے گی مقیم خانقاہ ہی رہوں گا خواہ کئی سال لگ جائیں اور حضرت والا نے بھی یہی مشورہ دیا تھا کہ اس مقام کو چھوڑ دیا جائے یہ صدق طلب اور فکر واہتمام اصلاح بھی حضرت والا ہی کے تعلق کی برکت سے تھی اور ایک انہی کو کیا بفضلہٖ تعالیٰ حضرت والا کے اکثر منتسبین کو اللہ تعالیٰ نے صدق طلب اور اہتمام اصلاح سے نواز رکھا ہے جو کلید وصول بلکہ عین وصول ہے۔

غرض وہ طالب حاضر خدمت ہوگئے یہاں پہنچ کر اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کی برکت سے تیسرے ہی روز اس مرض سے بالکلیہ نجات عطا فرمادی۔

جس کی صورت یہ ہوئی کہ رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت بڑی پیرانی صاحبہ مدظلہا اس عورت کو جس سے قلب کو تعلق تھا جوتی سے پیٹ رہی ہیں آنکھ جو کھلی تو طبیعت بالکل صاف تھی اور پھر اس کی جانب قلب کو مطلق میلان نہ تھا۔

جب حضرت والا کو بذریعہ پرچہ اطلاع کی تو حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے غیب سے علاج کردیا۔ غرض وہ بفضلہٖ تعالیٰ و ببرکت حضرت والا اس مرض

مرض سے اس قدر جلد اور کلی طور پر صحت یاب ہو کر واپس چلے گئے۔ مدتوں کا مرض جس کے علاج کے لئے برسوں ٹھہرنے کا قصد تھا اس طرح غیبی طور پر صرف تین دن میں جاتا رہا۔ یہ حضرت والا کی کھلی برکت ہے۔ (اشرف السوانح)

## اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی امداد میں شریک ہونا

عرصہ دراز ہوا ایک صاحب نے خود احقر سے یہیں خانقاہ میں بایں عنوان اپنا واقعہ بیان کیا کہ گو دیکھنے میں تو حضرت والا یہاں بیٹھے ہوئے ہیں لیکن کیا خبر اس وقت کہاں پر ہوں کیونکہ میں ایک بار خود حضرت والا کو باوجود تھانہ بھون میں ہونے کے علی گڑھ میں دیکھ چکا ہوں جبکہ وہاں نمائش تھی اور اس کے اندر سخت آگ لگی تھی۔ میں بھی اس نمائش میں اپنی دکان لے گیا تھا جس روز آگ لگنے والی تھی اس روز خلاف معمول عصر ہی کے وقت سے میرے قلب کے اندر ایک وحشت سی پیدا ہونے لگی جس کا یہ اثر ہوا کہ باوجود اس کے کہ اصل بکری کا وقت وہی تھا لیکن میں نے اپنے دوکان کا سارا سامان قبل از وقت ہی سمیٹ سمیٹ کر بکسوں میں بھرنا شروع کر دیا جب بعد مغرب آگ لگنے کا غل شور ہوا تو چونکہ میں اکیلا تھا اور بکس بھاری بھاری تھے اس لئے میں سخت پریشان ہوا کہ یا اللہ دوکان سے باہر کیونکر لے جاؤں اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ دفعۃً حضرت والا نمودار ہوئے اور بکسوں میں سے ایک ایک بکس کے پاس تشریف لیجا کر فرمایا کہ جلدی سے اٹھاؤ۔ چنانچہ ایک طرف سے تو اس بکس کو خود اٹھایا اور دوسری طرف سے میں نے اٹھایا۔

اسی طرح تھوڑی دیر بعد میں ایک ایک کر کے سارے بکس باہر رکھوا دیئے۔ اس آگ سے اور دکانداروں کا تو بہت نقصان ہوا لیکن بفضلہ تعالیٰ میرا سب سامان بچ گیا۔

اس واقعہ کو سن کر احقر نے ان سے پوچھا کہ آپ نے حضرت والا سے یہ نہ دریافت کیا کہ آپ یہاں کہاں اس پر انہوں نے کہا کہ اجی کچھ پوچھنے کچھنے کا مجھ کو اس وقت ہوش ہی کہاں تھا میں تو اپنی پریشانی میں مبتلا تھا۔

جب احقر نے اس واقعہ کو حضرت والا سے عرض کیا تو فرمایا کہ ہاں مجھ سے بھی کسی نے یہ واقعہ نقل کیا تھا لیکن مجھ کو اس کی کچھ خبر بھی نہیں۔ البتہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کسی کی دستگیری اور

اعانت اس صورت سے فرماتے ہیں کہ کسی لطیفہ غیبیہ کو کسی مانوس شکل میں ظاہر فرمادیا اور اس کے ذریعہ سے اس کا کام بنوادیا اور خود اس شکل والے کو اس کی کچھ خبر بھی نہیں ہوئی۔ (اشرف السوانح)

## اوقات میں برکت

حضرت والا کے وقت میں اللہ تعالیٰ نے کھلی ہوئی برکت رکھی ہے جس کی اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز نے ابتداء ہی میں بشارت فرمادی تھی اور یہ یقینی بات ہے جو چاہے تجربہ کرلے جتنا اور جس نوع کا تصنیف وتحریر کا کام جتنے وقت میں حضرت والا کرلیتے ہیں کوئی دوسرا فی زمانناہمارے علم وگمان میں نہیں کرسکتا۔

اکثر دیکھا گیا کہ اکثر دوران تصنیف وتحریر خطوط میں حضرت والا کو کسی کتاب کے اندر کسی مضمون کے تلاش کرنے کی ضرورت پڑی تو وہ بہت آسانی سے مل گیا۔

یہاں تک کہ ایک بار مثنوی شریف کی شرح لکھتے وقت ایک مقام پر کبوتر بازوں کے کسی معمول کے معلوم کرنے کی ضرورت واقع ہوئی تو حضرت والا کو تشویش ہوئی کہ اس وقت کوئی کبوتر باز کہاں ملے بس اللہ تعالیٰ نے اسی وقت ایک کبوتر باز کو تعویذ لینے کے لیے بھجوادیا اور چونکہ حضرت والا اس کو پہلے سے جانتے تھے کہ کبوتر باز ہے اس لئے اس سے وہ معمول معلوم فرمالیا جس سے مثنوی شریف کا وہ مقام حل ہوگیا اور کام میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی۔ یہ حق تعالیٰ کی بالکل کھلی دستگیری تھی۔

اسی طرح الحمدللہ ثم الحمدللہ حضرت والا بہت ہی کم بیمار ہوتے ہیں اور اگر کبھی بیمار بھی ہوتے ہیں تو بفضلہٖ تعالیٰ بیماری ممتد نہیں ہوتی جس سے حضرت والا کے کاموں میں کوئی معتد بہ خلل نہیں پڑتا اور حضرت والا کے ذمہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کثیر خدمات دینیہ مفوض ہیں وہ بفضلہٖ تعالیٰ وبعونہ مدت العمر سے بحسن وخوبی برابر بلا رکاوٹ انجام پذیر ہو رہی ہیں ورنہ اگر موانع جیسے کہ اکثر لوگوں کو پیش آتے رہتے ہیں حضرت والا کو بھی خدا ناکردہ پیش آئیں اور کام کچھ دن کے لئے بھی رک جائے تو بوجہ کثرت کارہائے مفوضہ کام اتنا جمع ہوجائے کہ پھر اس کا سمیٹنا مشکل ہوجائے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کو حضرت والا سے دین کا کام لینا ہے اس لئے ہر قسم کے موانع سے محفوظ رکھتے ہیں۔

بارہا اس کا بھی مشاہدہ ہوا کہ اگر کسی روز ڈاک زیادہ ہوئی تو اس روز تعویذ وغیرہ کے مانگنے

والے یا تو بہت کم آئے یا بالکل نہیں آئے اور اگر کوئی آیا بھی تو جب حضرت والا با اطمینان ڈاک ختم فرما چکے تب آیا۔ یہ سب کھلے ہوئے انعامات الٰہیہ ہیں۔ (اشرف السوانح)

# بہشتی زیور کی مقبولیت

حضرت والا کی تصانیف کو جو منجانب اللہ مقبولیت عامہ حاصل ہے وہ بالکل ظاہر ہے محتاج بیان نہیں۔ ایک بہشتی زیور ہی کو دیکھ لیجئے کہ لاکھوں کی تعداد میں چھپ چکا ہے اور گھر گھر موجود ہے جس کی حضرت والا نے اس کے دیباچہ میں تمنا بھی تحریر فرمائی تھی جو اللہ تعالیٰ نے پوری فرمادی۔ اس کتاب کی مقبولیت عند اللہ کے متعلق جناب مولوی عبدالکریم صاحب گمتھلوی نے ایک صالح شخص کا خواب روایت فرمایا جس کے متعلق مولوی صاحب ممدوح ہی کی تحریر بلفظہ درج ذیل کی جاتی ہے۔

احقر عبدالکریم سے مخدوم مکرم جناب مولوی رستم علی صاحب ساکن ملانپور ضلع انبالہ نے چند مرتبہ بیان فرمایا ہے کہ ایک عرصہ ہوا (غالباً ۱۳۲۸ھ یا اس سے کچھ قبل کا ذکر ہے) کہ میرے بھائی حاجی رحمت اللہ صاحب نے حضرت رائپوری علیہ الرحمتہ سے میری موجودگی میں عرض کیا کہ چند روز ہوئے میں نے خواب میں ایک نہایت نفیس باغ دیکھا اور لوگوں کو یہ کہتے سنا کہ اس میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں بندہ باغ میں داخل ہو کر دربار انور میں حاضر ہوا لیکن دربان نے حجرۂ شریفہ کے دروازے سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دی میں نے دوسرے دروازے سے داخل ہونا چاہا وہاں بھی دربان موجود تھا آخر کار دروازے پر کھڑے کھڑے زیارت سے مشرف ہوتا رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم احکام جاری فرما رہے تھے اور خدام کاغذات پیش کر رہے تھے اخیر میں جب کاغذات کی پیشی ختم ہو چکی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر مبارک اٹھا کر اس غلام کی طرف دیکھا اور محبت سے ارشاد فرما کر درباریوں سے ارشاد فرمایا کہ اس شخص کو اردو میں سمجھاؤ اس پر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے چند اوراق اٹھا کر مجھ کو دے دیئے میں پڑھا لکھا نہیں اس واسطے پڑھ تو نہ سکا لیکن اوراق الٹ کر خوب دیکھا بعض جگہ بڑے بڑے حروف تھے اور بعض جگہ چھوٹے چھوٹے اور ان کاغذات کا نقشہ خوب ذہن نشین ہو گیا اس

کے بعد بیدار ہوا اور کتابیں دیکھیں (احقر عبدالکریم کو یہ یاد نہ رہا کہ حاجی رحمت اللہ صاحب نے کتابیں قصداً دیکھیں یا اتفاقاً نوبت آ گئی) جب بہشتی زیور پر نظر پڑی تو میں نے فوراً پہچان لیا کہ یہ وہی کتاب ہے اور اس کو پڑھوا کر سنا تو خوب سمجھ میں آئی حضرت رائپوری قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ مبارک خواب ہے اور بہشتی زیور کے مقبول ہونے کی دلیل ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ تمہیں حرمین شریفین کی زیارت نصیب ہوگی۔ مولوی رستم علی صاحب فرمایا کرتے ہیں کہ بھائی صاحب کو چند روز کے بعد ۱۳۲۸ھ میں بمعیت حضرت رائپوری زیارت حرمین نصیب ہوگئی اور ان کو بہشتی زیور سننے کا بے حد شوق ہے بار بار سننے سے تمام کتاب کے مسائل ازبریاد ہوگئے اور خوب سمجھتے ہیں خود پڑھ نہیں سکتے لیکن خاندان کے لڑکے لڑکیوں کو پڑھاتے رہتے ہیں۔ انتہا بلفظہ (اشرف السوانح)

## اپنی غلطیوں سے رجوع

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی صداقت کا یہ عالم تھا کہ اپنے خطبات وملفوظات اور جملہ تصانیف کی اصلاح کیلئے اپنے ماہنامہ میں ایک مستقل سلسلہ ''ترجیح الراجح'' کے نام سے شروع کیا ہوا تھا... جس میں دوران تقریر یا تحریر کسی بھی بات یا دلیل کے خلاف واقع ہونے کی نشاندہی پر اس کی اصلاح کی جاتی اور اس میں یہ لکھا جاتا.... کہ فلاں تقریر یا تحریر میں بات لکھی گئی درست نہیں.... بلکہ یوں درست ہے اس طرح برملا اپنی غلطی کو شائع کیا جاتا... مولانا حبیب احمد کیرانوی رحمہ اللہ جیسے صاحب علم کو حضرت نے صرف اسی مقصد کیلئے خانقاہ میں باقاعدہ تنخواہ پر مقرر فرمایا ہوا تھا.... کہ وہ اس قسم کی چیزوں کی نشاندہی کریں اور پھر اسے ''ترجیح الراجح'' میں شائع کیا جائے...

مجدد وقت کا یہ معمول یقیناً ہم سب کیلئے بہترین نمونہ ہے آج کے ماحول میں نااتفاقی، ناچاقی اور تمام جھگڑوں کی بنیاد یہی ہے کہ ہر شخص اپنی بات اور اپنی رائے پر یوں مُصر ہے گویا اس پر وحی الٰہی آئی ہے.... جس پر وہ قائم ہے اور اپنی رائے کے مقابلہ میں کسی بڑے چھوٹے کی بات اگرچہ وہ سو فیصد درست ہی ہو تسلیم کرنے کا روادار نہیں... حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے مبارک ملفوظات میں بارہا اس بات کا اظہار فرمایا کہ عالم تو بڑی شخصیت ہے اگر

کوئی چھوٹا بچہ بھی مجھے میری غلطی بتادے تو میں اسکی درست بات ماننے سے نہیں ہچکچاتا...

سوچئے! جن اکابر کے ہم نام لیوا ہیں کیا ہمارا طرز عمل بھی ان جیسا ہے یا نہیں؟

# غیر معمولی قابلیت اور قبولیت

اشرف السوانح میں حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب غوری رحمہ اللہ کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں جس سے حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ تعالیٰ کی غیر معمولی ذہانت وذکاوت اور حاضر جوابی ثابت ہوتی ہے... بعض اوقات میں متولیوں کی گڑبڑ دیکھ کر بعض لوگوں کو اوقاف کے متعلق قانون بنوانے کا خیال پیدا ہوا... چنانچہ معمولی تحریک کے بعد ایک تحقیقاتی وفد مقرر ہوا جس نے غالباً ۱۹۳۰ء میں مختلف مقامات کا دورہ کیا... جب وہ وفد تھانہ بھون پہنچا تو حضرت اقدس نے ایک مفصل مکالمہ میں نہایت واضح طور پر ثابت فرمادیا تھا کہ قواعد شرعیہ کی رو سے حکومت کو ایسا قانون بنانے کا اختیار نہیں... نواب صاحب باغپت کی ہمراہی میں چند اعلیٰ طبقہ کے وکلاء اور روسا کا ایک باضابطہ نیم سرکاری وفد جس کے صدر حافظ ہدایت حسین صاحب کانپوری بیرسٹر تھے... یہ معلوم کرنے کے لئے کہ مسلمانوں کے اوقاف کے انتظامی معاملات میں غیر مسلم حکومت کو دخیل بنانا جائز ہے یا نہیں، حضرت حکیم الامت کی خدمت میں حاضر ہوا...

اس وفد نے تھانہ بھون پہنچنے سے قبل ڈاک کے ذریعے سے تقریباً سو سوالات حضرت حکیم الامت کی خدمت میں بھیج کر یہ لکھا تھا کہ ہم ان سوالات کے جواب حضور سے لینا چاہتے ہیں، مگر حضرت والا بوجہ کثرت مشاغل ان سوالات کو دیکھ بھی نہ سکے...

وفد کی طرف سے گفتگو کے لئے ایک مشہور بیرسٹرایٹ لاء تجویز ہوئے تھے جو جرح کے اندر اس قدر لائق شمار ہوتے ہیں کہ لوگ ان کو جرح کا بادشاہ کہتے ہیں... حضرت والا بھی ان کے متعلق ارشاد فرماتے تھے کہ وہ بہت ذہین آدمی ہیں بڑے دور دور کے سوالات مجھ سے کرتے تھے مگر بفضلہ تعالیٰ میری طرف سے ذرا سی بات میں سب کا جواب ہوجاتا تھا چنانچہ آدھ گھنٹے کے اندر میری اور ان کی تمام گفتگو ختم ہوگئی اور ان کے تمام سوالات کا شافی جواب ہوگیا...

چونکہ احقر (خواجہ صاحب) اس جلسہ میں حاضر نہ تھا اس لئے اس مکالمہ کے بعض

اجزاء کا خلاصہ جو مولوی جلیل احمد صاحب علی گڑھی نے لکھ لیا تھا ذیل میں درج کیا جاتا ہے...

حضرت حکیم الامت: چونکہ یہ (وقف) مذہبی فعل ہے اس لئے اس کے اندر غیر مسلم کا دخل دینا خود مذہبی دست اندازی ہے اور مذہبی دست اندازی کی درخواست کرنا یا اور کسی طرح سے اس میں مداخلت کی کوشش کرنا صاف جرم ہوگا... جیسا کہ نماز جو ایک خالص مذہبی فعل ہے اس کے اندر کسی طرح جائز نہیں کہ غیر مسلم کو دخیل بنایا جائے اسی طرح یہ بھی جائز نہ ہوگا کہ کسی غیر مسلم سے دست اندازی کی درخواست کی جائے یا کوئی ایسی کوشش کی جائے کہ وہ غیر مسلم وقف کے انتظامی معاملات میں دخیل ہو...

بیرسٹر صاحب: معاف فرمائیے نماز میں اور وقف میں فرق ہے... اس لئے کہ نماز کا تعلق مال سے نہیں ہے اور وقف کا تعلق مال سے ہے... اس وقت چونکہ متولیوں کی حالت خراب ہو رہی ہے اس لئے اوقاف کے اندر وہ بڑی گڑبڑ کرتے ہیں... اور ان کی آمدنی مصارف خیر میں صرف نہیں کرتے بلکہ خود کھا جاتے ہیں...

حضرت حکیم الامت: اچھا اگر آپ کے نزدیک نماز کی نظیر ٹھیک نہیں ہے تو زکوٰۃ ہی کو لے لیجئے کہ یہ خالص مذہبی فعل بھی ہے اور اس کا تعلق مال سے بھی ہے اور بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں نکالتے مگر چونکہ مذہبی فعل بھی ہے اس لئے اس میں غیر مسلم کی مداخلت، جس قسم کی بھی ہو، ناجائز ہے...

بیرسٹر صاحب: اچھا صاحب! نکاح اور طلاق بھی آپ کے نزدیک خالص مذہبی فعل ہیں یا نہیں؟ حضرت حکیم الامت: جی ہاں...

بیرسٹر صاحب: بہت اچھا... اگر ایک عورت جس کو اس کے شوہر نے طلاق دے دی ہے اب اس مرد سے جدا ہونا چاہتی ہے لیکن مرد اس کو نہیں جانے دیتا بلکہ روکتا ہے اور طلاق سے انکار کرتا ہے تو ایسی صورت میں کیا اس عورت کو جائز نہیں کہ عدالت میں اس کے متعلق استغاثہ دائر کرے اور شہادت سے طلاق کو ثابت کر کے حکومت سے اپنی آزادی میں مدد حاصل کرے تو دیکھئے کہ نکاح وطلاق مذہبی فعل ہیں مگر اس میں غیر مسلم کا دخل جائز ہوا...

حضرت حکیم الامت: آپ نے غور نہیں کیا، یہاں دو چیزیں علیحدہ علیحدہ ہیں، ایک تو وقوع طلاق اور ایک اثر طلاق یعنی وہ حق جو اس عورت کو مرد کے طلاق دے دینے

سے حاصل ہوگیا ہے اور مرد اس حق کو چھیننا چاہتا ہے جس میں عورت کا ضرر ہے تو یہاں وہ عورت غیر مسلم حکومت کا دخل قصداً خود طلاق میں نہیں چاہتی بلکہ طلاق سے جو حق آزادی اس کو حاصل ہوا ہے جس کے استعمال نہ کر سکنے سے اس کو ضرر پہنچتا ہے اس ضرر کو دفع کرنے کے لئے وہ عورت عدالت سے مدد چاہتی ہے...

بیرسٹر صاحب: معاف فرمایئے اسی طرح ہم یہاں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جیسے یہاں عورت کا ضرر ہے اسی طرح اوقاف کے اندر گڑبڑ ہونے میں مساکین کا ضرر ہے... سو جیسے وہاں اس ضرر سے بچنے کی خاطر غیر مسلم کے دخل کو جائز رکھا گیا ہے... اسی طرح یہاں اوقاف میں بھی ضرر سے بچنے کی خاطر غیر مسلم کا دخل جائز ہونا چاہئے...

حضرت حکیم الامت: آپ نے غور نہیں کیا... وہاں تو شوہر کے حبس سے اس عورت کا ضرر ہے اور یہاں اوقاف میں متولی کی خیانت سے مساکین کا ضرر نہیں بلکہ عدم النفع ہے... ضرر اور چیز ہے اور عدم النفع اور چیز ہے... اس کو ایک مثال سے سمجھئے، مثلاً آپ کی جیب میں ایک سو روپے کا نوٹ تھا... ایک شخص نے آپ سے وہ چھین لیا تو یہ ضرر ہوا... اور اگر میں آپ کو ایک نوٹ دینا چاہتا ہوں مگر کوئی مجھے اس نوٹ کے دینے سے منع کر دے تو اس میں آپ کا ضرر کچھ نہیں ہوا بلکہ صرف عدم النفع ہوا... اس پر سب لوگوں نے بے ساختہ سبحان اللہ اور صل علیٰ کہنا شروع کیا... اور بیرسٹر صاحب خاموش ہو گئے اور پھر کوئی شبہ انہوں نے پیش نہیں کیا... مگر بشاش برابر رہے...

حضرت حکیم الامت نے بعد کو ارشاد فرمایا کہ میں نے اس موقعہ سے قبل اپنے دوستوں سے یہی شبہ پیش کیا تھا کہ اگر یہ شبہ کیا گیا تو اس کا کیا جواب ہوگا مگر یہاں کسی کی سمجھ میں جواب نہ آیا تھا... کمیٹی میں گفتگو کے وقت جب بیرسٹر صاحب نے یہ سوال پیش کیا تو اسی وقت اس کا جواب میرے قلب میں منجانب اللہ القاء ہوگیا... حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ وہ لوگ تھانہ بھون سے بہت خوش گئے اور کہتے تھے کہ صاحب بعض لوگوں نے تو ہم کو بہت ہی خشک جواب دیئے جس سے ہماری بڑی دل شکنی ہوئی مگر یہاں حاضر ہو کر جو نفع ہم کو ہوا اور جو علوم ہم کو اس مجلس میں ہوئے وہ کہیں حاصل نہیں ہوئے وہ لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ ہم نے ارادہ کر لیا ہے کہ استفادہ کی غرض سے کبھی کبھی یہاں حاضر ہوا کریں گے...

جب جلسہ برخاست ہونے اور حضرت والا کے تشریف لے جانے کے بعد وقف کمیٹی کے ۹ ممبران جن میں سے اکثر اس احقر (خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ) کے بے تکلف شناسا بلکہ بعض ہم سبق بھی تھے، حضرت والا سے قانون وقف سے متعلق گفتگو کرنے کے بعد بے حد متاثر ہو کر اٹھے اور سب یک زبان ہو کر کہنے لگے کہ ہم نہ سمجھتے تھے کہ مولویوں میں بھی ایک ایسی ذات موجود ہے تو احقر نے بہت جوش و خروش کے ساتھ یہ شعر پڑھا۔

میں بھی اس پر مر مٹا ناصح تو کیا بے جا کیا ۔۔۔ اک مجھے سودا تھا دنیا بھر تو سودائی نہ تھی

چونکہ یہ شعر اس وقت بہت ہی برمحل اور حسب حال تھا اس لئے وہ سب بے حد متاثر ہوئے... حضرت والا کا منجانب اللہ جو ایسے آزاد خیال مجمع پر اس درجہ اثر ہوا اس پر احقر کو بے اختیار اپنے یہ اشعار یاد آتے ہیں۔

چہ شد مجذوب اگر دیوانہ اوست ۔۔۔ ہمہ عالم ببیں پروانہ اوست

ترا ذکر ورد زبان ہو رہا ہے ۔۔۔ یہاں ہو رہا ہے وہاں ہو رہا ہے

فدا تجھ پر ہر نکتہ داں ہو رہا ہے ۔۔۔ وہ ناداں ہے جو بدگماں ہو رہا ہے

اگر ہے مجذوب کی بڑ تو پھر کیوں ۔۔۔ مرا ہم زباں اک جہاں ہو رہا ہے

اگرچہ اُدھر بڑے بڑے قابل، زباں آور اور جرح کرنے میں شہرۂ آفاق بیرسٹر اور وکیل اور بڑے بڑے ذی ثروت و وجاہت متمدن رئیس تھے جن میں بعض مذہباً شیعہ بھی تھے اور ادھر ان کے جرحی سوالات کا جواب دینے کے لئے تنہا حضرت والا تھے...

لیکن جب بعض اہل علم نے حضرت والا کے ہمراہ چلنا چاہا تو حضرت والا نے فرمایا کہ میرا تنہا جانا ہی مناسب ہے تاکہ ان کو یہ خیال نہ ہو کہ ہمارے مقابلہ میں اتنے مولوی جمع ہو کر آئے ہیں... اس میں مولویوں کی بے وقعتی ہے۔

نیز اگر میں سب کے ساتھ گیا اور مغلوب ہو گیا تو سب مولویوں کی بدنامی ہو گی اور اگر میں اکیلا مغلوب ہوا تو زیادہ بدنامی نہ ہو گی... کیونکہ اگر ایک کو تو نے مغلوب بھی کر دیا تو کوئی کمال نہ سمجھا جائے گا اور اس کے عکس میں مولویوں کی بڑی عزت ہو گی...

حضرت ان ممبروں کی شہرت، وجاہت اور قابلیت سے مطلق مرعوب نہ تھے لیکن ان سب حضرات کو حضرت والا کی حاضر جوابی، تہذیب، متانت، قابلیت اور باصول گفتگو کا لوہا ماننا پڑا... (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

## حکیم الامت رحمہ اللہ کا جن کے نام خط

قاضی انعام الحق صاحب کی لڑکی پر ایک جن تھا اور اس کا بہت علاج ہو چکا تھا لیکن افاقہ نہ ہوا تھا... آخر میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع کیا تو حضرت نے عذر کیا کہ میں عامل نہیں ہوں جب عامل لوگ علاج کر چکے اور کچھ نہ ہوا تو میرے تعویذ وغیرہ سے کیا ہوگا... گھر میں پیرانی صاحبہ (حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ) نے عرض کیا کہ اثر ہو یا نہ ہو آپ اس کو ایک پرچہ پر تو لکھیں ممکن ہے کہ اس کو نیک ہدایت ہو اور ایذاء مسلم سے باز رہے... چنانچہ حضرت نے پرچہ لکھا کہ:

"تم اگر مسلمان ہو تو ہم تم کو یاد دلاتے ہیں کہ شریعت کا حکم ہے کہ کسی مسلمان کو تکلیف نہ دو... حق تعالیٰ کے حکم سے تم اس فعل سے باز آؤ... اور اگر تم مسلمان نہیں ہو تو ہم تم کو فہمائش کرتے ہیں (یعنی سمجھاتے ہیں) کہ اس لڑکی کو تکلیف نہ دو، ورنہ ہم میں ایسے لوگ بھی ہیں جو تم کو جبراً روکیں گے... اور ہلاک کر دیں گے"...

یہ پرچہ لے کر آدمی وہاں پہنچا اور اس پرچہ کو سنایا گیا... جن نے کہا کہ یہ ایسے شخص کا پرچہ نہیں ہے... جس کا کہنا نہ مانا جائے...

اندازے سے معلوم ہوا کہ وہ جن حضرت والا کے مکان کے پاس مولوی ممتاز صاحب کے مکان پر رہتا ہے... اس وقت لڑکی اچھی ہو گئی...

چند روز کے بعد جن پھر آ گیا گھر والوں نے پھر حضرت والا کے پاس آدمی بھیجا ... جیسے ہی آدمی چلا جن نے کہا کہ میں جاتا ہوں آدمی کو مت بھیجو... اس کے بعد یہی معمول ہو گیا کہ جب جن کا اثر پایا گیا اور گھر والوں نے کہہ دیا کہ ہم آدمی بھیجتے ہیں بس جن چلتا بنا... مگر اخیر میں مکمل فائدہ حاجی محمد عابد صاحب کے تعویذ سے ہو گیا... (معمولات اشرفی)

# حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی قبولیت عامہ، برکات وانعامات

## جناب مولوی حکیم عبدالحق خان صاحب مدظلہم کی تحریر

### ایک گھڑی کی صحبت کا اثر

حضرت والا کی صحبت کی یہ کھلی ہوئی برکت ہے کہ جس کو ایک مجلس بلکہ ایک ساعت کی بھی صدق دل سے معیت نصیب ہوگئی اس کے دل سے حُب دنیا دور ہو جاتی ہے اور اس کا تعلق مع اللہ بڑھ جاتا ہے اپنے قلب میں نور ایمان کی تازگی محسوس کرتا ہے اور دل میں تسکین اور بشاشت پاتا ہے۔ اس کے لئے خاص کسی شہادت کی ضرورت نہیں بلکہ ہر صحبت یافتہ اس کا شاہد ہے۔

### کلیم اللہ سے سلیم اللہ

ایک مرتبہ حضرت والا نے خود ارشاد فرمایا کہ کانپور میں ایک شخص کا نام کلیم اللہ تھا وہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ بیمار ہی رہا کرتا تھا مجھ سے ذکر کیا تو میرا ذہن فوراً لغت کی طرف منتقل ہوا کہ کلم کے معنی ہیں جراحت اس لئے کلیم اللہ سے بدل کر اس کا نام سلیم اللہ رکھ دیا چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ اب بہت تندرست اور اچھا رہتا ہے یہ حسن اتفاق ہے۔ اھ

گو حضرت والا نے اس کو اتفاق پر محمول فرمایا مگر ایک معتقد کی نگاہ میں یہ بھی برکت ہی ہے۔

## ایک کند ذہن بچے کا ذہین ہو جانا

جناب داروغہ عبداللہ خاں صاحب مدفیضہ جو بھوپال کے مشہور بزرگ اور حضرت کے خلیفہ اور مجاز ہیں نہایت وثوق کے ساتھ فرماتے تھے کہ میرا لڑکا جس کی عمر ۹۔۱۰ برس کی تھی بہت کند ذہن اور نہایت غبی تھا مجھ کو اس کا بہت قلق تھا۔

ایک مرتبہ میرے ساتھ حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت والا نے ایک دن تفریحاً اور مزاحاً اس کا سر پکڑ کر اپنے سر سے لگالیا اس کے بعد اس کا ذہن بہت تیز ہو گیا اور وہ خوب اچھی طرح پڑھنے لگا اور بہت جلد قرآن شریف ختم کرلیا۔اھ

## بچی کیلئے پانی کا انتظام

جناب داروغہ صاحب مدفیضہم موصوف یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ جب جناب چھوٹی پیرانی صاحبہ مدظلہا حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئی تھیں حضرت والا بمبئی تک پہنچانے تشریف لے گئے تھے بعد بمبئی سے گجرات کا سفر ہوا۔ بندہ ہمرکاب تھا۔

چھوٹی پیرانی صاحبہ کی صاجزادی سلمہا اللہ ساتھ تھی۔ دوران سفر ریل میں ایک مقام پر بچی کو پیاس لگی تو اس نے پانی مانگا حضرت والا نے فرمایا دیکھو کسی اسٹیشن پر پانی مل جائے تو لے لو تین چار اسٹیشن نکل گئے مگر کہیں پانی نہ ملا بچی پیاس سے بیقرار ہونے لگی اسی تردد میں تھے کہ دفعتہً ایک جگہ جنگل میں کسی سبب سے ریل کھڑی ہو گئی۔

دیکھا تو ہمارا ڈبہ ایک ندی کے پل پر کھڑا ہے۔ نیچے نہایت صاف اور شیریں پانی بہہ رہا ہے۔ رسی میں لوٹا باندھ کر پانی بھر لیا اور سب سیراب ہو گئے۔ بعد میں ایک خادم نے حضرت والا کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ آپ کی کھلی ہوئی کرامت ہے فرمایا میری نہیں یہ تو بچی کی کرامت ہے، جس کو پیاس لگی تھی۔

## پنشن میں اضافہ

جناب داروغہ عبداللہ خاں صاحب بھوپالی مدظلہم نے راقم الحروف سے بیان فرمایا کہ پنشن ملنے کے بعد جب آستانہ اشرفیہ میں حاضر ہوا تو حضرت والا نے دریافت فرمایا کہ کس

قدر پنشن ملی میں نے عرض کیا کہ ع ۲۲ نمبر ۱۰ ار فرمایا کم ہے۔ میں نے عرض کیا کہ خیر جس طرح ہوگا گزر کروں گا۔ پھر جب میں حضرت والا کی خدمت سے بھوپال گیا تو سرکار نے ع ۲۵ ص ر اور اضافہ کر دیے۔ میں تو اس کو حضرت والا ہی کی برکت سمجھتا ہوں۔ اھ

## آندھی کا اثر دور ہونا

جناب مولوی حافظ محمد عثمان خاں صاحب مدرس اول مدرسہ اشرف العلوم کانپور نے جو افسوس ہے اس ہفتہ کے اندر انتقال کر گئے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت والا محلّہ بانس منڈی شہر کانپور میں وعظ فرما رہے تھے کہ یکا یک زور کی آندھی آ گئی لوگ پریشان ہوئے تو حضرت والا نے انگشت شہادت پر کچھ دم کر کے گھما دیا فوراً آندھی کا اثر مجلس وعظ سے دور ہو گیا۔

اسی مجلس میں مولوی فلاں صاحب جو اہل بدعات میں سے تھے بہ نیت نکتہ چینی بعض مضامین لکھ رہے تھے۔ ان پر آندھی کے پہلے جھونکے میں ایک بانس شامیانہ کا گرا اور وہ زخمی ہو گئے۔ اھ

# حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی قبولیت کے منامی واقعات

## خواب .... حجۃ الوداع میں معیت

ایک مسجد میں جو کہ مشابہ جامع مسجد کانپور کے ہے۔ جماعت نماز کی ہو رہی ہے اور امام جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ میں بھی صف میں داہنی طرف ہوں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے حضور حج وداع کے لیے تشریف لائے ہیں۔

اور اب مدینہ منورہ تشریف لے جائیں گے اور یہ بھی یاد آتا ہے کہ اب ذیحجہ ہے اور ربیع الاول میں وفات شریف ہو جائے گی تو کل تین ماہ اور حیات کے باقی ہیں اس لئے خیال کر رہا ہوں کہ بس میں بھی ہمراہ رکاب چلوں گا اور جب تک اس عالم میں تشریف رکھتے ہیں حدیثیں سُن سُن کر لکھا کروں گا۔ (رائی خود حضرت والا)

## خواب .... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر

حضرت آج کئی دن ہوئے رات خواب دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ بہت بڑی مجلس ہے اس مجلس میں حضرت (والا) تشریف لئے جارہے ہیں۔ حضرت (والا) کے پیچھے احقر بھی جارہا ہے تھوڑی دور جا کر دیکھتا ہوں اور اصحاب بھی تشریف لئے جارہے ہیں۔ احقر نے لوگوں سے سوال کیا کہ یہ صاحبان کون ہیں تو جواب دیا کہ سب کے آگے ہمارے حضور سردار عالم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان کے بعد حضرت (والا) بھی رسول کریم صلی

اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ احقر پیچھے ہوں سامنے ایک دریا دیکھتا ہوں تو حضرت اور سب صاحبان آسانی سے پار ہو گئے ہیں۔ تو احقر فکر کرتا ہوں میں کیسے جاؤں۔ اس کے بعد حضور والا نے ارشاد فرمایا کہ تم بھی ایسے ہی چلے آؤ۔ تو احقر بھی پار ہو گیا۔ پار ہو کے دیکھتا ہوں وہ مجلس تیار ہے۔ (احقر سید احمد قصبہ رنگونیہ محلہ مرادنگر ضلع چاٹگام بنگال)

## خواب.... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو

ایک دفعہ حضور کو احقر نے خواب میں دیکھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور کچھ گفتگو فرماتے ہیں اور بھی بہت سے علماء حاضر خدمت ہیں لیکن سب کی طرف سے حضور ہی کو دیکھا کہ سوال فرماتے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جواب ارشاد فرماتے ہیں اور سب سے اقرب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضور ہی کو دیکھا۔

(محمد عتیق اللہ تھانہ سرائیل گاؤں ٹیکر ضلع کرلہ بنگال نصف صفر ۱۳۴۵ھ)

## خواب.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری

رمضان المبارک سے پیشتر ایک خواب اس خادم نے دیکھا تھا وہ خواب یہ ہے۔ ایک شب کو رات کے آخری حصہ میں دیکھا کہ آنحضرت (یعنی حضرت والا) ایک مسجد میں نماز کے اندر کھڑے ہیں۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی اور دل میں خیال آیا کہ کسی ایسے آدمی کو تلاش کر کے لاؤں جو حضرت مولانا مدظلہ سے میری سفارش بیعت کے لئے کر دے۔ اس خیال کے آتے ہی میں کسی کی جستجو میں گیا جب واپس آیا تو...... ایک آدمی سے دریافت کیا انہوں نے اشارہ کیا کہ وہ ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف رکھتے ہیں اور کوئی معاملہ طے کر رہے ہیں یہ معلوم کر کے میں اُدھر گیا دیکھا کہ بڑا مجمع حلقہ کئے ہوئے کھڑا ہے اور کچھ لوگ آگے بیٹھے ہیں اور آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور آنحضرت (یعنی حضرت والا) بھی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس تشریف رکھتے ہیں۔ خادم نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح مجمع کو چیر کر حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت کروں مگر ناکام رہا۔ پس ایک روشنی نور کی مجمع کے اندر نظر آئی پھر آنکھ کھل گئی۔ (عبدالقیوم ڈرافس مین محلہ وہائٹ گنج ہردوئی)

## خواب.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشورہ

تین چار روز ہوئے احقر کی اہلیہ نے خواب میں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت گنگوہی اور حضرت والا تینوں حضرات ہمارے مکان میں بیٹھے ہیں اور کچھ مشورہ فرما رہے ہیں۔ (محمد شفیع ۱۵۔ رمضان ۱۳۴۷ھ)

## خواب.... تفسیر بیان القرآن کی مقبولیت

احقر جو عید سے پہلے گڑھی گیا تھا وہاں ایک رات جو شب پنجشنبہ ۸۔ ذی الحجہ تھی خواب میں دیکھا کہ مدینہ منورہ میں کوئی بزرگ ہیں وہ بیان القرآن (تفسیر مصنفہ حضرت والا) کی تعریف کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں کہ حضور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارہا ارشاد فرمایا کرتے ہیں کہ فلاں آیت کی تفسیر "بیان القرآن" میں یوں ہے۔

بیان القرآن میں یہ لکھا ہے۔ الخ۔ خواب طویل تھا صرف یہی جز و محفوظ رہ گیا اتنا خیال اور بھی ہے کہ شاید ان بزرگ کے ارشاد کے بعد احقر نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ بات سنی ہے مگر اس پر جزم نہیں۔ خواب ہی میں قلب پر یہ بات وارد ہوئی کہ بیان القرآن کی دربار رسالت میں اس قدر مقبولیت کا سبب حضرت والا کا غایت اخلاص ہے۔ (احقر ظفر احمد عفا عنہ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون ۱۲۔ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ)

## خواب.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مجمع میں حاضری

"مورد النجی فی مولد البرزخی" حضرت کا وعظ جو جامع الحکم ہے پڑھا...... اس وعظ شریف کی برکت سے...... خواب میں حضرات صحابہؓ کی جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما تھے زیارت نصیب ہوئی اور اس مجمع میں آپ بھی ہیں۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ......

(فضل احمد ہیڈ مولوی مکان عبدالرحمٰن والا محلہ افغانان علی گڑھ)

## خواب.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا ہونا

سولھویں شب کو دوران ذکر میں پھر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا...... خانقاہ کی مسجد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف رکھتے ہیں اور آپ داہنی جانب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بالکل قریب استادہ ہیں...... اب کے یہ مزید احساس پیدا ہوا کہ بائیں جانب حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ نور محمد صاحب جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف رکھتے ہیں مگر ان دونوں حضرات کی طرف میری نظر اتنی زیادہ نہیں گئی۔

(خادم محمد نجم احسن وکیل پرتاب گڑھ اودھ۔ ۲۸۔ رمضان ۱۳۴۶ھ)

## خواب.... آداب ذکر مولد شریف کی مقبولیت

تین چار روز ہوئے میں نے ایک خواب صبح کے وقت دیکھا ہے کہ میں کسی مکان غیر معروف میں ہوں ایک براق آن کر اس مکان کے دروازے پر ٹھہرا ہے۔ لوگ کہہ رہے ہیں کہ یہ تیری سواری کے واسطے آیا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ حضور سرور عالم جناب نبی مکرم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک براق پر تشریف لائے ہیں ایک نقاب بھی چہرہ مبارک پر پڑی ہوئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب تشریف لا کر رونق افروز ہوئے ہیں۔ میری حالت اس وقت یہ تھی کہ گویا میں سو نہیں رہا جاگ رہا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رونق افروزی کے بعد ایک قسم کا حجاب درمیان میں حائل ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت تو نہیں کر سکتا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مبارک کی آواز برابر میں سنتا ہوں۔ اب یا تو میں نے یا کسی اور حاضرین دربار نے۔ مجھ کو یہ یاد نہیں ہے۔ حضور سے عرض کیا کہ آج کل کانپور میں بہت شورش ہو رہی ہے۔ اور مولانا اشرف علی صاحب سے بہت لوگ مخالفت کر رہے ہیں۔ اس کی کیا اصلیت ہے؟ (اس زمانے میں حضرت والا کے مضمون متعلق آداب ذکر مولد شریف مرقومہ اصلاح الرسوم پر کانپور میں بہت غوغا تھا ۱۲ مولف) اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام

حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جو کچھ اشرف علی نے لکھا ہے وہ صحیح ہے اور اس کے بعد حضور نے صرف مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ اشرف علی سے کہہ دینا کہ جو کچھ تم نے لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے مگر یہ وقت ان باتوں کے لکھنے کے لئے مناسب نہیں ہے۔ یہ آخر کا فقرہ اس قدر آہستہ سے ارشاد فرمایا کہ میں نے سنا اور غالباً کسی دوسرے نے حاضرین میں سے نہیں سنا بس اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی تو صبح کی نماز کا وقت تھا۔ اور چہار شنبہ کا دن رجب کی دوسری تاریخ تھی جس قدر یاد تھا حرف بحرف عرض کیا گیا۔ فقط

حافظ منشی شرافت اللہ (چیف ریڈر پنشنر علی گڑھ) رجب ۱۳۲۹ھ مطابق اکتوبر ۱۹۱۰ء) (یہ اس زمانہ میں کانپور میں ملازم تھے)

## خواب.... نعلین مبارک صاف کرنا

مورخہ یکم ماہ شوال ۱۳۴۱ھ در خواب ہدایت انتساب می بینم کہ در ملک حجاز رفتہ ام بملاقات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فائز شدہ ام۔ و دیدم کہ حضرت مولانا و اولانا محمد اشرف علی صاحب دامت برکاتہم نعلین مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را از غبار زدودہ بہ تف دہن خود و دست خود پاک و صاف نمودہ پیش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہادہ۔ آنحضرت نعلین مبارک خود در پا کردہ از مسجد خود بیروں شدہ۔

## خواب.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کو مسند پر بٹھانا

کل شب میں ایک خواب...... میں نے دیکھا کہ حضور پرنور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت تشریف لائے ہم سب کھڑے ہونے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سب کو بیٹھنے کے لئے ارشاد فرمایا آپ اور...... جو جو تخت پر بیٹھے تھے یا تو اترنے لگے اور یا صدر کی جگہ سے ہٹنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فرمایا کہ آپ یہیں تشریف رکھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک طرف تخت پر بیٹھ گئے۔ چہرہ مبارک بہت نورانی تھا اور ریش مبارک بالکل سفید۔ قد نہ بہت لانبا نہ بہت چھوٹا بالکل جناب

کے قد کے مطابق تھا۔اس جلسہ میں ایک شخص نے کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی صورت اور دیکھی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جس طرح کا ہوتا ہے وہ اس صورت میں مجھ کو دیکھتا ہے۔ یہ فرمانا مجھ کو خوب یاد ہے۔ اس کے بعد فوراً آنکھ کھل گئی اور اس کے بعد سے اب تک ایک حالت نہایت سرور کی ہے اور وساوس سب موقوف ہیں۔

## خواب.... مجلس درس کی مقبولیت

یہ دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مکان میں تشریف فرما ہیں حضور والا بھی وہاں تشریف رکھتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کئی طالب علم بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک حدیث کی کتاب آپ کے پاس رکھی ہوئی ہے۔

## خواب....مناجاتِ مقبول

خادم نے حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا مجمع ہے جس میں اکثر اپنے پیر بھائی ہیں مجھ کو جلسہ میں سب سے پیچھے جگہ ملی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عربی میں تقریر فرما رہے ہیں جو مطلق سنائی نہیں دیتی۔ اخیر میں تقریر کے اس قدر سنائی دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بھی حق تعالیٰ سے مثل قرآن شریف یارب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجوراً۔ کے شکایت کروں گا کہ میری اُمت نے میری سنت کو ترک کر دیا اس کا مجھ پر بہت اثر ہوا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر ختم ہو چکی ہے تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری حالت نہایت خراب ہے للہ کچھ مجھ کو بھی فرمایئے۔ فرمایا کہ تم دعا میں کیا پڑھا کرتے ہو۔ میں نے عرض کیا اللّٰھم انت السلام الخ۔......

پھر...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مناجات مقبول جو مولانا اشرف علی صاحب نے لکھی ہیں (یاد نہیں مولانا کا لفظ بھی فرمایا یا نہیں) وہ پڑھا کرو۔ اس کے بعد بیدار ہو گیا۔ اپنے آپ کو بہت بشاش پایا۔ (عزیز الرحمٰن زمیندار انچولی ضلع میرٹھ)

# خواب.....جو لکھتے، بولتے ہیں حق ہے

دیکھتا ہوں کہ ایک جلسہ ہوا اس کے صدر سردار دو جہاں علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ جلسہ ختم ہونے کے بعد لوگ قسم بہ قسم مسئلے دریافت کرنے لگے۔

عند الفرصت بندہ نے بھی جا کے یہ بات دریافت کی کہ حضرت حکیم الامۃ صاحب تھانوی اور مولانا ابوبکر صاحب پھرپھروی کیسے ہیں اور جو کچھ فرماتے ہیں حسب شریعت ہے یا نہیں۔ جواب میں فرمایا دونوں نہایت نیک آدمی ہیں اور جو کچھ لکھتے ہیں اور بولتے ہیں بالکل حق ہے۔ (امیر حسن مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور)

# خواب.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار

میں بعد تناول سحری آرام کر رہا تھا خواب میں دیکھتا ہوں کہ جناب والا مع چند مریدوں کے حلقہ میں جلوہ فرما ہیں۔ اتنے میں میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ مجھے دیکھتے ہی جناب ایک طرف روانہ ہو گئے اور جناب کے پیچھے میں بھی ہو لیا۔

کیا دیکھتا ہوں کہ ہم دونوں مدینہ منورہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار شریف پر پہنچ گئے ہیں ہم دونوں کے اس جائے متبرکہ میں پہنچنے کے ساتھ ہی مزار شریف وسط سے شق ہو گیا اور ہم دونوں دیدار نبوی سے مالا مال ہو گئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم دونوں کی طرف دیکھ کر تبسم فرما ہوئے اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

(محمد حسن الدین مدرسہ سید پور دار العلوم روح الاسلام پوسٹ سید پور ضلع رنگپور بنگال)

# خواب.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مسائل سمجھانا

ایک بشارت حضور اقدس کو سناتا ہوں...... کہ میں نے بعد تمنا نہیں محض بفضل اللہ جل وعلا شانہ اعلیٰ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا سر مبارک آپ کا یعنی اعلیٰ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کھلا تھا بال مبارک نہایت سیاہ فرق نکالے ہوئے جلوس فرماتے تھے۔ اس وقت سوائے اعلیٰ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور اقدس اور اس ناتواں کے کوئی نہیں تھا۔

دائیں بائیں کی تو خبر نہیں مگر یہ ناتواں ایک گوشہ میں عاجزانہ صورت سے بیٹھا ہوا مشرف بدیدار ہوتا رہا اور روتا رہا۔ اعلیٰ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضور اقدس کو نہایت ہی جوش اور توجہ تام کے ساتھ اشارہ فرماتے ہوئے کسی مسئلہ میں سمجھا رہے تھے اور فرماتے رہے یوں ہوا یوں ہوا یہ لفظ مکرر احقر کو خوب یاد ہے۔ (محمد اسمٰعیل عقب کلاں مسجد دہلی ۲۲۔ رجب ۱۳۳۵ھ)

## خواب.... اس نام کو یاد رکھو

چونکہ غریب الوطن کو تین سال ہوگئے ہیں کہ وطن سے آیا ہے اور بندہ کا یہ خیال تھا کہ کہیں پیر کامل کی قدم بوسی کروں...... مدت ہوگئی بندہ اسی پریشانی میں تھا کہ بندہ نے خواب دیکھا وہ یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور آپ کے ساتھ سعید ابن المسیبؒ تھے اور ان کے ساتھ ایک صندوق تھا مسدس۔ آپ نے امر کیا کہ اس کو رکھو اور اس صندوق کے ہر جانب اسماء مکتوب تھے اور فوق جانب "راقم محمد صلی اللہ علیہ وسلم" یہ لفظ بعینہ تھا۔ اور مشرق جانب میں جناب کا نام تھا۔ اس طریق پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے نام کی طرف اشارہ کیا اور مجھے فرمایا کہ اس نام کو یاد رکھو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صندوق سے شمال کی جانب تھے اور سعید ابن المسیبؒ جنوب کی جانب تھے۔

## خواب.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضری

بتاریخ ۱۹۔ ذی الحجہ مبارک بروز بدھ ۲ بجے شب کے عالم رؤیا میں دیکھتا ہوں کہ حضور کے ہمراہ بہت سے مرید ہیں جو بائیں جانب حضور کے برابر چلے جارہے ہیں اور فدوی داہنی جانب دائیں ہاتھ کے قریب پشت مبارک سے نہایت متصل...... جارہا ہوں یہاں تک کہ ایک میدان میں یا احاطہ میں...... پہنچ گئے۔ حضور وہاں کھڑے ہوگئے...... اس وقت حضور نے فرمایا کہ حضور سرور عالم کا دربار ہے۔

خوب غور سے دیکھو فدوی خوب آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا تھا تو حضور سرور عالم اور اصحاب کبار ایک بڑے تخت پر رونق افروز ہیں اور وہاں ایک مجمع کثیر حلقہ باندھے کھڑا ہے لیکن فدوی کو یہ تمام مجمع اور تخت مبارک اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب

کبار دُھندلی نظر سے معلوم ہوتے ہیں جیسے مگر چاندنی میں کوئی شے دکھلائی دیا کرتی ہے فدوی نے جناب اقدس سے نہایت گریہ وزاری سے عرض کیا کہ مجھے سرورِ عالم کا چہرہ صاف اچھی طرح نہیں دکھلائی دیتا۔ جناب اقدس نے فرمایا کہ ذکر کی کثرت کیا کرانشاء اللہ صاف دکھائی دیویں گے۔ فدوی کی اسی رقت وزاری میں آنکھ کھل گئی۔

## خواب.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی سعادت

جس سال فقیر دورہ میں شریک تھا اس سال ایک رات جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپ بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے حضور والا نے ایک لوٹے میں پانی بھر کے فقیر کے ہاتھ میں دیا اور فرمایا کہ سعید تم یہ لوٹا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے واسطے دے آؤ......

خواب چونکہ بہت طویل ہے اس لئے مقصود ظاہر کرتا ہوں یعنی احقر نے حضور والا کو جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے ہوئے دیکھ کر خواب ہی خواب میں یہ ارادہ کر لیا کہ فقیر بھی اپنے آپ کو حضور والا کا خادم بنادوں۔ (سعید الرحمٰن چاٹگامی)

## خواب.... جمعہ کی نماز میں
## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری

یہ خواب نظر آیا کہ ایک اونچی کرسی کی مسجد ہے اور جمعہ کی نماز کے لئے صف بندی ہو رہی ہے اور احقر صحن مسجد میں ہے کسی شخص نے کہا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس مبارک سب سفید تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیۂ مبارک احقر کو یاد نہ رہا اور اس مسجد میں حضرت والا نماز جمعہ یعنی آپ پڑھا رہے ہیں اس خواب کی وجہ سے دن کو ایک قسم کی خوشی ایسی معلوم ہوئی کہ جس کے اظہار کو کوئی لفظ ہی سمجھ میں نہ آیا جو تحریر کروں۔

(شہاب الدین کشمیری گیٹ دہلی)

# خواب.... کتابوں کی قبولیت

جمعۃ الوداع یعنی رمضان المبارک کے آخری جمعہ کی شب کو فدوی نے ایک خواب دیکھا کہ بندہ کسی جگہ پر بیٹھا ہوا حلقہ کر رہا ہے اور اوپر سے ایک تخت نمودار ہوا جس میں چار چراغ روشن تھے اور چار ہی اصحاب نظر آئے وہ اصحاب مجھے تخت پر بٹھا کر اپنے ہمراہ لے گئے اور پھر جنگلوں کی طرف لے گئے اور پھر سمندر بھی نظر آیا اور اس سمندر کے اوپر بھی وہ تخت گزر گیا پھر اس طرح منزل بمنزل چلتے ہوئے ایک مسجد دکھائی دی۔

یہاں پر وہ تخت ٹھہرا وہاں نماز پڑھی اور اس مسجد کی پچھلی طرف ایک نہر بھی چلتی تھی اس نہر میں سے انہوں نے اور میں نے پانی پیا پھر وہاں سے تخت پر بیٹھ کر ایک بازار آیا وہاں سب طرح کا سامان بک رہا تھا انہوں نے اس تخت کو بازار میں ٹھہرایا اور ایک دکان پر لکھا ہوا تھا کہ یہاں پر رشیدیہ اور اشرفیہ کتابیں مل سکتی ہیں۔

تو میں نے اسے پڑھ کر ان بزرگوں سے دریافت کیا کہ مجھے مولانا رشید احمد صاحب اور مولانا اشرف علی صاحب کی کتابیں دے دو انہوں نے چار کتابیں مجھے دیں ان سے وہ کتابیں لے کر پھر اسی تخت پر بیٹھا کر رخصت ہوئے پھر ایک سفید مکان دکھائی دیا جس پر سبز پردے پڑے ہوئے تھے وہاں تخت ٹھہرا اس کمرے کے اندر چاروں بزرگ مجھے بھی لے گئے اس کمرے کی روشنی اس قدر تھی کہ تاب نہیں لا سکتا تھا۔ اور نہ چراغ نہ بتی دکھائی دیتی تھی تو وہاں پر تکیہ اور قالین بچھا ہوا تھا جس پر سردار جہاں آنحضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مع چاروں اصحاب کے موجود تھے اور ہمارے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید اُونی کپڑے پہنائے جا رہے ہیں اور کپڑے پہننے کے بعد اُسی تکیہ سے کمر لگا کر بیٹھ گئے اور میں دروازے کے باہر ان کے سامنے کھڑا ہوا ہوں تو پھر مجھے انہوں نے اندر بلایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ یہ شریف احمد ہے پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو بلا لو کہ یہ مولانا اشرف علی صاحب کا خادم ہے۔

میں سلام کر کے بیٹھ گیا اور مصافحہ بھی کیا وہاں پر ایک گلاس پانی کا آیا پھر آنحضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے پیا اور پھر چاروں اصحاب نے پی کر مجھے بھی دیا اور میں نے بھی پیا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ مولانا صاحب کی کتابوں پر عمل کرتے رہنا اور دوسروں کے کہنے سننے سے مت رُکنا۔ (شریف احمد سقہ گنج پوری تحصیل وضلع کرنال)

## خواب.... مبلّغین کی مقبولیت

ایک بار خواب میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ حضور کے سامنے اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ بیٹھے ہیں اور حاجی رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے مولانا حکیم الامت تھانوی ہیں اور مولانا کے پیچھے میں ہوں اور تھوڑی دیر میں ...... مولانا حکیم الامت نے میرا ہاتھ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ کا غلام تبلیغ اسلام کا کام کرتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک میں میرے ہاتھ لے لئے تو مجھ پر گریہ طاری ہوگیا اور اسی حالت میں بیدار ہوگیا............

(سید نوازش حسین صاحب مبلغ رنگون برروایت مولوی ظفر احمد صاحب)

## خواب.... تصانیف کی مقبولیت

احقر کو شب پنجشنبہ میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور یہ دیکھا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احقر کے والد صاحب مدظلہ (یعنی محمد عثمان خاں صاحب مالک کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی یکے از مجازین حضرت والا) کی دوکان پر تشریف فرما ہیں اور حضرت والا کی تصنیف کردہ کتابیں حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ہیں۔ (خادم عبدالمنان دہلوی)

## خواب.... مواعظ کی مقبولیت

میں نے پرسوں ۲۰۔ شعبان ۱۳۵۳ھ کی شب کو خواب دیکھا کہ میرے شہر لکھنؤ میں میرے محلہ کے قریب ایک محلہ صحبتیا باغ ہے وہاں حضور کا وعظ ہے میں بھی اس وعظ میں گیا ہوں۔ محفل میں ایک کٹہرہ درمیان میں لوہے کا لگا ہے کٹہرہ کی ایک جانب میں ایک بہت

اونچا تخت بچھا ہے جس پر سفید فرش ہے تخت اس قدر اونچا ہے کہ دو تین سیڑھیاں چڑھ کر اس پر پہنچنا ہوتا ہے۔اس تخت پر حضور وعظ فرما رہے ہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور کو گلا پڑ گیا ہے جس کے سبب آواز پھنسی ہوئی اور خراش کے ساتھ نکل رہی ہے اور بہت مہین ہوگئی ہے لیکن جو کچھ بیان ہو رہا ہے وہ صاف سمجھ میں آتا ہے میرے ہم قرین لوگوں میں سے کسی نے کہا کہ آواز تو بالکل بیٹھی ہوئی ہے اس قدر مجمع ہے لوگ کیا سنتے ہوں گے تو دوسرے شخص نے یا میں نے بخوبی یاد نہیں۔ کہا کہ واہ اس قدر مجمع اور گلا بیٹھا ہوا ہے مگر سنو تو سب صاف سنائی دے رہا ہے۔ ذرا بھی گنجلک نہیں یہی تو کمال ہے یا کرامت کہا...... بیان میں سلوک و معرفت کے درجات اور سالکوں کے حالات بیان ہو رہے ہیں کہ ایک مقام پر جہاں شاید......

یہ بیان تھا کہ سالک مختلف تغیرات و کیفیات سے گزرتا ہوا معرفت کے درجے پر پہنچتا ہے اگر وہ ان مختلف تغیرات میں پھنسا۔ جب حضور بیان کرتے ہوئے یہاں پہنچے...... ایک شخص نے ٹوکا جس کا منشاء یہ تھا کہ اس کو نہ بیان کرو آگے چلو فوراً اس شخص کے ٹوکنے پر میں نے کہا کہ ہائیں اس شخص نے کیوں ٹوکا...... تو ایک اور آدمی نے کہا بھائی یہ ٹوکنے والے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں...... ٹوکے جانے کے بعد جناب والا تخت سے وعظ کو چھوڑ کر ایک سیڑھی کر کے اترے اور ان صاحب کے پاس آئے جنہوں نے ٹوکا تھا اور ان سے پوچھا کہ تو یہ نہ بیان کروں انہوں نے کہا نہیں اس کو چھوڑ کر آگے بیان کرو یہ موقع نہیں ہے کسی دوسرے بیان میں اس کو بیان کرنا جناب والا نے فرمایا کہ جی ہاں اس کے بعد فلاں جگہ وعظ ہوگا تو ان صاحب نے جن کو مجھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتلایا گیا فرمایا ...... ہاں وہاں بیان کرنا اس کے بعد میں نے دیکھا کہ حضور ان سے دریافت فرما کر پھر تخت پر تشریف لے گئے (وہ سماں یعنی تخت سے اُتر کر دریافت کرنے کو تشریف لانا اور پھر واپس جانا اب تک آنکھوں میں ہے)...... اس وقت حضور پیر میں سیاہ پاپوش (...... چمڑے کے عربی موزے سے ملتی ہوئی) پہنے ہوئے ایک عصا ہاتھ میں سفید لباس کو ٹخنوں تک لانبا قمیص تھا خیر تخت پر تشریف لے جا کر تھوڑا وعظ اور فرمایا پھر ختم کر دیا۔

(قاری نور الحق جامع مسجد ٹانگو (برہما)

## خواب....اچھا وعظ بیان کرنے والے

حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور ان کی خدمت میں ہمارے حضرت مولانا (یعنی حضرت والا) اور دیگر حضرات علماء ہیں۔ ایک بڑا مکان ہے...... سب علماء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ حضور وعظ بیان فرمائیں۔ حضور نے جواب میں فرمایا کہ وعظ بیان کرنے والے بہت سے علماء موجود ہیں۔ پھر دوبارہ علماء نے درخواست وعظ کی کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ جواب میں ہمارے حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ العالی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وعظ انہیں بیان کرنا چاہیے۔ یہ اچھا وعظ بیان کرنے والے ہیں سب علماء چپ ہو گئے۔

(جیون ساکن گاؤں گوگواں تحصیل کرانہ ۵۔ شعبان جمعرات ۱۳۵۳ھ)

## خواب.... متعلقین کی مقبولیت

شب پنجشنبہ کو احقر نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے......

حضرت والا کی ہمراہی میں احقر بھی ہے اور بہت بڑی تعداد پیر بھائیوں کی بھی ہے جو سب کے سب حضرت والا کی ہمراہی میں سفر حج میں ہیں ایک مقام پر قیام ہوا اور وہ عمارت دو منزل کی معلوم ہوتی ہے وہاں اور بھی بہت لوگ ہیں۔ جب ہم سب لوگ ٹھہر گئے تو کسی کہنے والے نے کہا جس کو احقر پہچانتا نہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ہم سب لوگ مع حضرت والا کے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے لگے......

پھر کسی کہنے والے نے کہا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے فرماتے ہیں۔ وہ وقت فجر کی نماز کا معلوم ہوتا تھا ہم سب لوگ حضرت والا کے خادم اور دیگر لوگ بھی وضو کرنے لگے۔ جب وضو سے فارغ ہوئے تو صفیں سیدھی ہونے لگیں۔ پھر کسی نے کہا......

مولانا اشرف علی صاحب کے مرید سب اگلی صف میں ہو جاؤ ہم سب لوگ متفرق صفوں میں سے نکل نکل کر اگلی صف میں ہو گئے۔ نماز ختم ہونے کے بعد مع حضرت والا کے ایک میدان میں...... پہنچے جس میں ہم سب حضرت والا کے خادم ہی تھے میدان میں پہنچتے

ہی سب لوگ روتے ہوئے زمین پر لوٹنے لگے اور حضرت والا کھڑے ہیں اتنا دیکھنے کے بعد گھڑی کے الارم سے آنکھ کھل گئی ۴ بجے تھے احقر نماز تہجد کے لئے اُٹھ کھڑا ہوا۔

(شہاب الدین نئی دہلی ۲۔ ج ۲۔ ۱۳۵۲ھ)

## خواب.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہونا

چند روز ہوئے ایک خواب میں یہ دیکھا کہ میرے مکان میں آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور آپ تشریف لائے ہیں۔ بات چیت نہیں ہوئی۔ دوسرے شخص نے تعارف کرایا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور یہ مولانا اشرف علی ہیں...... (عمر جی آ منجی کبولی ضلع بھروچ)

## خواب.... جنت کی بشارتیں

میں نے حضور پُر نور سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ زمانہ عدم بلوغ میں جبکہ نحو میر وغیرہ پڑھتا تھا خواب میں دیکھا حسین وجمیل صورت تھی مولانا محمد اشرف علی صاحب کے مکان کے ایک درجہ میں حضور کے لئے چارپائی بچھی ہوئی تھی اور حضور رنگین لباس پہنے ہوئے تھے مخلوق حضور سے دریافت کر رہی تھی کہ ہمارے لئے کیا ہے جنت یا دوزخ آپ مسلمانوں کے لئے جنت کی بشارت سنا رہے تھے۔

اخیر میں مکان کے اس درجہ میں تشریف لا کر چارپائی پر رونق افروز ہوئے مولانا محمد اشرف علی صاحب کو اطلاع دی گئی مولانا مکان سے باہر تشریف لائے اور معانقہ حضور سے مشرف ہوئے۔ اس کے بعد یہ احقر ایسی حالت میں حاضر دربار اقدس ہوا کہ اس وقت حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سوا کوئی دوسرا وہاں نہ تھا۔

احقر نے بھی اپنے لئے عرض کیا کہ میرا ٹھکانا کہاں ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت سنائی۔

## خواب....اتباعِ نبوی

احقر جس وقت حضرت کے ساتھ کانپور میں تھا اس وقت تین خواب نظر آئے ایک یہ ہے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک راستہ سے چلتے ہیں اور ان کے پیچھے آنحضور (یعنی حضرت والا) اور ان کے بعد بندہ بھی غرض تینوں ایک ساتھ چلتے ہیں۔

## خواب.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں بیٹھنا

کل شب کو خواب دیکھا کہ سرزمین مکہ معظمہ کے ایک بہت وسیع میدان میں حضور سرور عالم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور دائیں جانب حضرت والا تشریف رکھتے ہیں اور ادھر ادھر بہت کثیر مجمع دیگر اصحاب کا حلقہ کئے ہوئے بیٹھا ہے۔ مگر بجز حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی دوسرے کا چہرہ صاف نہیں نظر آتا تھا۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سرخ تھا اور نہایت لطیف اور نازک اور سفید ٹوپی حضور زیب سر کئے ہوئے تھے۔ میں حاضر ہوا اور میں نے قصد بیعت ہونے کا کیا۔ اس پر ارشاد ہوا سامنے آ کر بیٹھو ہم بھی دیکھیں مرید کیسا ہے میں نہایت ادب سے ڈرتا ہوا دوزانو بیٹھا مگر کچھ مسکراہٹ آنے لگی میں نے روکا اور زیادہ مؤدب ہو کر دوزانو سامنے بیٹھا۔ پھر تھوڑا سا آگے بڑھا اور بیعت کی خواہش کا اظہار کیا اس پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد بیعت لینا شروع کیا مگر ہنوز شروع نہ کیا تھا کہ حضرت والا نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ان سے یہ عہد لے لیجئے کہ کرسی پر نہ بیٹھیں گے اسی پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عہد کرو کہ میں کرسی پر نہ بیٹھوں گا اور اسی کے ساتھ کسی اور بات کا عہد لیا مگر وہ بات یاد نہیں رہی۔ میں نے عہد کیا کہ میں کرسی پر نہ بیٹھوں گا۔..........

(منقول از اصل خط منشی علی سجاد صاحب بی۔اے ڈپٹی کلکٹر جو خواب دیکھنے کے زمانہ میں شاہ آباد ضلع ہردوئی میں تحصیلدار تھے۔ خط کے آخر میں تاریخ ۴۔ ذی الحجہ لکھی ہوئی ہے لیکن سنہ لکھا ہوا نہیں۔ کرسی پر نہ بیٹھنے کے عہد کے متعلق حضرت والا کی یہ تعبیر بھی

اس خط میں لکھی ہوئی ہے کہ مراد یہ ہے کہ بلاضرورت بلکہ اصل مراد ترفع سے نہی گو بلاکرسی ہی ہو خاص صورت کرسی کی مراد نہیں۔اھ

ڈپٹی صاحب نے کرسی پر بیٹھنا چھوڑ بھی دیا تھا لیکن حضرت والا کی تعبیر مذکور کی بناء پر پھر بیٹھنے لگے ۱۲

نوٹ نمبرا: یہ مبشرات تو ان مبشرات میں سے بعض ہیں جن میں حضرت والا کے متعلق بشارات بضمن زیارت حضورِ اقدس سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم دی گئیں۔ان کے علاوہ ایسے مبشرات بھی بکثرت ہیں جن میں حضرت والا کے متعلق بشارات دیگر اکابر کی زیارت کے ضمن میں دی گئیں ان اکابر میں سے بعض کے اسمائے گرامی جو سرسری مطالعہ سے نظر پڑ گئے ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں۔

1. حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام
2. حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
3. حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ
4. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ
5. حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ
6. حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
7. حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ
8. حضرت سلطان نظام الدین اولیاءؒ
9. حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ
10. حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ
11. حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ
12. حضرت میانجی نور محمد صاحب جھنجھانویؒ
13. حضرت حافظ غلام مرتضیٰ مجذوب پانی پتیؒ
14. حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمہ اللہ
15. حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہیدؒ
16. حضرت مولانا شیخ محمد صاحب تھانویؒ
17. حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحبؒ
18. حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ
19. حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ
20. حضرت مولانا فتح محمد صاحب تھانویؒ
21. حضرت مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی
22. حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندیؒ

نوٹ نمبر۲: جن صاحبوں کو مزید مبشرات مطالعہ کرنے ہوں وہ مآخذ مذکورہ تمہید باب ہذا کو ملاحظہ فرمائیں۔فقط۔(اشرف السوانح)

# مقبولین کے متعلق صدیوں پہلے پیشین گوئی کا عجیب واقعہ

حضرت مولانا وکیل احمد شیروانی مدظلہ (استاذ الکبیر جامعہ اشرفیہ لاہور) لکھتے ہیں:

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی وفات سے کچھ عرصہ قبل حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند، ڈھاکہ وسابقہ مشرقی پاکستان تشریف لے گئے وہاں اپنے میزبان سے معلوم ہوا کہ بنارس میں ایک کتاب سنسکرت زبان میں ہے۔جس کی بے شمار جلدیں ہیں.... اس کتاب کی ایک جلد یہاں ڈھاکہ میں اس خاندان کے ایک فرد کے پاس موجود ہے اس جلد میں ممتاز دینی شخصیتوں کے حالات اور واقعات درج ہیں.... اگر آپ دیکھنا چاہیں تو چل کر دیکھ لیں.... حضرت قاری صاحب نے احقر کے نام اپنے ایک گرامی نامہ کے اندر اس کی تفصیل یوں تحریر فرمائی ہے جو قارئین کی دلچسپی کے لیے پیش خدمت ہے....

(وکیل احمد شیروانی غفرلہ خادم مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان)

السلام علیکم واقعہ یہ ہے کہ تقریباً ۳۵ سال قبل میں ڈھاکہ گیا تھا.... قیام حکیم حبیب الرحمٰن صاحب مرحوم کے یہاں ہوا جو اصل سے لکھنو کے باشندے تھے.... باپ کے زمانہ سے ڈھاکہ میں آباد ہو گئے تھے.... نہایت ذکی اور ذہین تھے.... انہوں نے اتفاقی طور پر ذکر کیا کہ بنارس کے رہنے والے ایک صاحب یہاں ہیں ان کا بیان ہے کہ ایک کتاب جو سنسکرت میں لکھی ہوئی ہے اس کی بارہ جلدیں تو بنارس میں ہیں اور باقی جلدیں (شاید دس بیس یا کم وبیش ہوں صحیح یاد نہیں رہا) ہردوار میں ہیں.... صرف ایک جلد کی نقل ان صاحب

کے پاس ہے جو ہندوستان سے متعلق ہے ان جلدوں میں ممتاز شخصیتوں کے حالات و واقعات درج ہیں.... میں نے حکیم صاحب سے عرض کیا کہ اس شخص سے تو ہمیں بھی ملاؤ شاید کچھ واقعات کا علم ہو.... اس سے ملاقات کا وقت لے لیجئے چنانچہ وقت مقررہ پر ان سے ملاقات ہوئی وہ صاحب نوجوان اور خوش رو تھے....

بات چیت شروع ہوئی ان صاحب نے حکیم صاحب کے بیان کی تصدیق کی اور کہا کہ وہ کتاب میرے پاس موجود ہے... میں نے کہا کہ اگر ہندوستان کی شخصیتوں کے حالات دریافت کروں تو آپ بتلائیں گے؟ انہوں نے کہا ضرور مگر شرط یہ ہے کہ جن صاحب کے بارے میں معلوم کرنا ہو تو ان کا سن ولادت آپ بتلائیں میں نے کہا بہت اچھا....

## کتاب سنسکرت میں حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کا ذکر

اس کے بعد میں نے کہا کہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے بارے میں بتلایئے اور ان کا سن ولادت میں نے بتلا دیا اور اس نے فوراً کتاب کھولی اور بیان کرنا شروع کیا یعنی اس میں پڑھ پڑھ کر سنایا کہ:

''ہندوستان کی ایک یگانہ روزگار شخصیت ہوگی علم بہت وسیع ہوگا.... شہرت کافی ہوگی .... ایسا شخص صدیوں میں پیدا ہوتا ہے.... اس سے ہزاروں آدمی مستفید ہونگے وطن تھانہ بھون ہوگا ان کے ایک بھائی ہونگے جو ذہانت اور ذکاوت میں اوروں سے کم نہیں ہونگے مگر علمی لائن کے آدمی نہیں ہونگے ... نہ شہرت یافتہ ہونگے مولانا کے اولاد نہ ہوگی.... مگر روحانی اولاد بہت کثیر ہوگی اور سب دیندار لوگ ہونگے.... متقی ہونگے'' ....

غرض حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی بڑی عظمت بیان کی میں نے دل میں خیال کیا کہ حضرت تھانوی کی شخصیت معروف مشہور ہے ممکن ہے اس کی شہرت پر سنی سنائی باتیں نقل کر دی ہوں تو میں نے حضرت کے کچھ خانگی حالات پوچھے تو اس نے وہ بھی من وعن بیان کئے جو عام لوگوں کے علم میں نہیں آ سکتے تھے.... تو پھر میں نے پوچھا کہ ان کے خلفاء میں سے کسی کا حال بیان کیجئے اس نے کہا ان کی ولادت کا سن بتایئے...

# حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے خلفاء کرام کا ذکر

پھر اس کے بعد میں نے پوچھا کہ ان کے خلفاء کتنے ہیں؟

تو اس نے پوری فہرست سنادی... حالانکہ اس وقت بعض خلفاء کو اجازت بیعت ہوئی تھی... ان کے بعد پھر دوسروں کو ہوئی مگر اس نے ان کے نام بھی بتائے...

# حکیم الاسلام قاری طیب صاحب رحمہ اللہ کا ذکر

اس فہرست میں میرا نام بھی آیا اس نے کہا کہ: "ان کے ایک خلیفہ طیوب (طیب) ہیں جو دیابان (دیوبند) کے رہنے والے ہیں" حالانکہ میں نے اس سے اپنا تعارف بھی نہیں کرایا تھا نہ میزبان نے کرایا اور نہ وہ مجھ سے واقف تھا.... میں نے سن ولادت بتایا اور پوچھا کہ ان کے حالات کیا ہیں؟ اس نے کہا: "بڑے عالم ہیں ان کی شہرت بہت ہونے والی ہے؟ اور سفر کثرت سے کریں گے حتیٰ کہ بیرون ہند کے سفر بھی بہت کریں گے...."

اس وقت تک میں نے صرف افغانستان کا سفر کیا تھا.... دوسرے ممالک کا جن میں ایشیاء یورپ مڈل ایسٹ اور افریقہ وغیرہ شامل ہیں ابھی تک سفر نہیں ہوا تھا.... مگر اس نے ساری تفصیل بتلادی پھر کہا کہ وہ تین بھائی ہیں....

ایک نوعمری میں انتقال کر جائے گا.... دو بھائی زندہ رہیں گے ان کی دو بہنیں ہونگی ایک نوعمری میں گزر جائے گی دوسری زندہ رہے گی اور وہ صاحب اولاد ہوگی ان کے والد کی دوشادیاں ہونگی پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہ ہوگی یہ سب اولاد دوسری بیوی سے ہوگی"...

اب یہ سارے واقعات خانگی تھے.... جن کا علم میرے سوا شاید آج تک بھی کسی کو نہیں معلوم.... پھر اس نے میری شادی کا ذکر کیا اور رامپور (سسرال) کا قصہ بیان کیا کہ بیوی وہاں کی رہنے والی ہوگی اور اپنے گھر کی رئیسہ ہوگی۔

پھر میں نے مزید احتیاط کے طور پر کہا کہ ایک شخص مولوی وصی الدین ہیں (جو اس وقت سفر میں میرے ساتھ تھے اور دارالعلوم دیوبند کے طالب علم تھے) میں نے ان کے

بارے میں پوچھا....اور ان کا سن ولادت بتایا اس نے مولوی وصی الدین کے خانگی حالات سنائے جو صرف مولوی صاحب ہی کے علم میں تھے اور وہ بھی حیران رہ گئے....

## حکیم الامت سے اس واقعہ کا ذکر اور حضرت کا ارشاد

اس سفر سے واپسی کے بعد تھانہ بھون حاضر ہو کر سارا واقعہ حضرت تھانوی کو سنایا حضرت نے فرمایا کہ: ''اس واقعہ کی تغلیط کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی یہ سارے واقعات کتاب میں درج ہوں....اور ممکن ہے کہ انبیاء سابقین پر منکشف ہوئے ہوں اور وہ لکھ لیے گئے ہوں....جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن گھر سے باہر تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں اور فرمایا:

هٰذَا كِتَابٌ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَهٰذَا كِتَابٌ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ....

دائیں ہاتھ کی کتاب کے بارے میں فرمایا کہ اس میں ان تمام بنی آدم کے نام اور حالات لکھے ہوئے ہیں جو جنتی ہونے والے ہیں اور بائیں ہاتھ کی کتاب کے بارے میں فرمایا کہ ان میں ان تمام لوگوں کے اسماء اور احوال لکھے ہوئے ہیں جو جہنمی ہونے والے ہیں اور پھر دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر ارشاد فرمایا تو دونوں کتابیں غائب تھیں...

میں کہتا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شام میں ایک کتاب برآمد ہوئی جس میں خاص قواعد کے ذریعہ دنیا کے ماضی اور مستقبل کے بارے میں واقعات کا استخراج کیا جا سکتا تھا...لوگوں میں اس کتاب کا چرچا ہوا اور وہ فتنہ کی صورت اختیار کر گیا....

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام کا سفر کیا اور اس کتاب پر قبضہ کیا اور گیارہ قبریں کھودنے کا حکم دیا....جب قبریں تیار ہو گئیں تو ایک دن شب میں کسی وقت پہنچ کر اس کتاب کو ایک قبر میں دفن کر کے گیارہ کی گیارہ قبروں کو اوپر سے برابر کرا دیا جس سے یہ فتنہ ختم ہو گیا یہ ہے وہ واقعہ جس کے بارے میں آپ نے تحقیق چاہی....فقط

(محمد طیب رئیس عمومی دارالعلوم دیوبند وارد حال لاہور ۱۲ جمادی الاول ۷۷ ۱۳ھ)

باب 4

# بارگاہِ خداوندی میں قبولیت
# کا شرف حاصل کرنے والے
# خوش نصیبوں کا فیضانِ نظر

## حالات... واقعات اور کرامات

# شیر کا حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کو راستہ بتانا

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سمندر میں سفر کر رہے تھے' کہ اچانک ہماری کشتی ٹوٹ گئی' تو میں نے کشتی کا ایک تختہ پکڑ لیا اور اس پر سوار ہو گیا تو تختہ بہتا ہوا ایک گھنے جنگل کے پاس پہنچا جس میں شیر بیٹھا ہوا تھا۔

وہ میری طرف لپکا' تو میں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام ہوں۔ تو فوراً شیر نے اپنا سر جھکا دیا اور مجھے اپنے اوپر سوار کر لیا اور پھر مجھے جنگل سے نکال کر راستہ پر لا چھوڑا اور دھاڑ ماری میں نے سمجھا کہ مجھے وہ الوداع کہہ رہا ہے۔ (مستدرک حاکم)

# شیخ اندلسی رحمہ اللہ کی آزمائش اور مقبولیت

حضرت شیخ ابوعبداللہ مشہور شیخ المشائخ اندلس کے اکابر اولیاء اللہ میں ہیں ہزاروں خانقاہیں ان کے دم سے آباد .... ہزاروں مدارس ان کے فیوض سے جاری .... ہزاروں شاگرد ہزاروں مریدین .... آپ کے مریدین کی تعداد بارہ ہزار تک بتائی جاتی ہے .... ایک دفعہ بارادۂ سفر تشریف لے گئے ہزاروں مشائخ وعلماء ہمرکاب ہیں جن میں حضرت جنید بغدادیؒ حضرت شبلیؒ بھی ہیں .... حضرت شبلیؒ کا بیان ہے کہ ہمارا قافلہ نہایت ہی خیرات وبرکات کے ساتھ چل رہا تھا کہ عیسائیوں کی ایک بستی پر گزر ہوا .... نماز کا وقت تنگ ہو رہا تھا بستی میں پانی نہ ملا .... بستی سے باہر ایک کنوئیں پر چند لڑکیاں پانی بھر رہی تھیں حضرت شیخ کی نگاہ ایک لڑکی پر پڑی .... حضرت کی نگاہ اس پر پڑتے ہی تغیر ہونے لگا .... حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ شیخ اس کی گفتگو کے بعد سر جھکا کر بیٹھ گئے .... تین دن کامل گزر گئے کہ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں نہ کسی سے بات کرتے ہیں .... حضرت شبلیؒ کہتے ہیں کہ سب خدام

پریشان حال تھے.... تیسرے دن میں نے جرأت کر کے عرض کیا یا شیخ! آپ کے ہزاروں مریدین آپ کی اس حالت سے پریشان ہیں.... شیخ نے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا ''میرے عزیزو! میں اپنی حالت تم سے کب تک چھپاؤں.... پرسوں میں نے جس لڑکی کو دیکھا ہے اس کی محبت مجھ پر اتنی غالب آچکی ہے کہ تمام اعضاء و جوارح پر اسی کا تسلط ہے ....اب کسی طرح ممکن نہیں کہ اس سرزمین کو میں چھوڑ دوں....''

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''اے میرے سردار! آپ اہل عراق کے پیرومرشد علم و فضل.... زہد و عبادت میں شہرۂ آفاق ہیں.... آپ کے مریدین کی تعداد بارہ ہزار سے متجاوز ہو چکی ہے.... بطفیل قرآن عزیز ہمیں اور ان سب کو رسوا نہ کیجئے....''

شیخ نے فرمایا ''میرے عزیز! میرا تمہارا نصیب.... تقدیر خداوندی ہو چکی ہے. مجھ سے ولایت کا لباس سلب کر لیا گیا ہے اور ہدایت کی علامات اٹھالی گئیں....'' یہ کہہ کر رونا شروع کیا اور کہا ''اے میری قوم! قضاو قدر نافذ ہو چکی ہے اب کام میرے بس کا نہیں....''

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس عجیب واقعہ پر سخت تعجب ہوا اور حسرت سے رونا شروع کیا.... شیخ بھی ہمارے ساتھ رو رہے تھے....

یہاں تک کہ زمین آنسوؤں سے امنڈ آنے والے سیلاب سے تر ہو گئی.... اس کے بعد ہم مجبور ہو کر اپنے وطن بغداد کی طرف لوٹے.... جب ہم نے واپس آ کر یہ واقعات سنائے تو شیخ کے مریدین میں کہرام مچ گیا.... چند آدمی تو اسی وقت غم و حسرت میں عالم آخرت کو سدھار گئے اور باقی لوگ گڑگڑا کر خدائے بے نیاز کی بارگاہ میں دعائیں کرنے لگے کہ اے مقلب القلوب شیخ کو ہدایت کر اور پھر اپنے مرتبہ پر لوٹا دے....

اس کے بعد تمام خانقاہیں بند ہو گئیں اور ہم ایک سال تک اسی حسرت و افسوس میں شیخ کے فراق میں لوٹتے رہے.... ایک سال کے بعد جب مریدوں نے ارادہ کیا کہ چل کر شیخ کی خبر لیں کہ کس حال میں ہیں تو ہماری ایک جماعت نے سفر کیا....

اس گاؤں میں پہنچ کر لوگوں سے شیخ کا حال دریافت کیا تو گاؤں والوں نے بتایا کہ وہ جنگل میں سؤر چرا رہا ہے.... ہم نے کہا خدا کی پناہ یہ کیا ہوا؟

گاؤں والوں نے بتایا کہ اس نے سردار کی لڑکی سے منگنی کی تھی.... اس کے باپ نے اس شرط پر منظور کرلیا اور وہ جنگل میں سؤر چرانے کی خدمت پر مامور ہے.... ہم یہ سن کر ششدر رہ گئے اور غم سے کلیجے پھٹنے لگے.... آنکھوں سے بے ساختہ آنسوؤں کا طوفان امنڈنے لگا.... بمشکل دل تھام کر اس جنگل میں پہنچے جس میں وہ سؤر چرا رہے تھے....

دیکھا تو شیخ کے سر پر نصاریٰ کی ٹوپی اور کمر میں زنار بندھا ہوا ہے اور اس عصا پر ٹیک لگائے ہوئے خنزیروں کے سامنے کھڑے ہیں جس سے وعظ اور خطبہ کے وقت سہارا لیا کرتے تھے.... جس نے ہمارے زخموں پر نمک پاشی کا کام کیا.... شیخ نے ہمیں اپنی طرف آتے دیکھ کر سر جھکالیا.... ہم نے قریب پہنچ کر السلام علیکم کہا.... شیخ نے کسی قدر دبی آواز سے وعلیکم السلام کہا.... حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ ''اے شیخ! اس علم وفضل اور حدیث وتفسیر کے ہوئے آج تمہارا کیا حال ہے''؟

شیخ نے فرمایا ''میرے بھائیو! میں اپنے اختیار میں نہیں.... میرے مولیٰ نے مجھے جیسا چاہا ویسا کردیا اور اس قدر مقرب بنانے کے بعد جب چاہا کہ مجھے اپنے دروازہ سے دور پھینک دے تو پھر اس کی قضا کو کون ٹالنے والا ہے.... اے عزیزو! خدائے بے نیاز کے قہر وغضب سے ڈرو.... اپنے علم وفضل پر مغرور نہ ہو....'' اس کے بعد آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہا کہ ''اے میرے مولیٰ! میرا گمان تو تیرے بارے میں ایسا نہ تھا کہ تو مجھ کو ذلیل وخوار کر کے اپنے دروازہ سے نکال دے گا....'' یہ کہہ کر خدا تعالیٰ سے استغاثہ کرنا اور رونا شروع کردیا اور فرمایا ''اے شبلی! اپنے غیر کو دیکھ کر عبرت حاصل کر....''

شبلی نے روتے ہوئے عرض کیا ''اے ہمارے پروردگار! ہم تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں اور تجھ ہی سے استغاثہ کرتے ہیں اور ہر کام میں ہم کو تیرا ہی بھروسہ ہے، ہم سے یہ مصیبت دور کردے کہ تیرے سوا کوئی دفعہ کرنے والا نہیں....''

خنزیران کا رونا اور ان کی دردناک آواز سنتے ہی ان کے پاس جمع ہوگئے اور انہوں نے بھی رونا اور چلانا شروع کردیا.... ادھر شیخ بھی زار زار رو رہے تھے.... حضرت شبلی نے عرض کیا کہ ''.... شیخ! آپ حافظ قرآن تھے اور قرآن کو ساتوں قرأتوں سے پڑھا کرتے

تھے اب بھی کوئی اس کی آیت یاد ہے''؟

شیخ نے کہا ''اے عزیز! مجھے قران میں دو آیت کے سوا کچھ یاد نہیں رہا... ایک تو یہ ہے

''وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ۔ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ''

(جس کو اللہ ذلیل کرتا ہے اسکو کوئی عزت دینے والا نہیں بیشک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے)

اور دوسری یہ ہے: ''وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ''

(جس نے ایمان کے بدلہ میں کفر اختیار کیا... تحقیق وہ سیدھے راستہ سے گمراہ ہو گیا)

حضرت شبلی نے عرض کیا اے شیخ! آپ کو تیس ہزار حدیثیں مع اسناد کے بر زبان یاد تھیں... اب ان میں سے بھی کوئی یاد ہے...؟

شیخ نے کہا ''صرف ایک حدیث یاد ہے یعنی من بدل دینه فاقتلوه (جو شخص اپنا دین بدل ڈالے اس کو قتل کر ڈالو...)

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم نے یہ حال دیکھ کر شیخ کو وہیں چھوڑ کر بغداد کا قصد کیا... ابھی تین منزل طے کرنے پائے تھے کہ تیسرے روز اچانک شیخ کو اپنے آگے دیکھا کہ ایک نہر سے غسل کر کے نکل رہے ہیں اور باواز بلند شہادتیں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھتے جاتے ہیں... اس وقت ہماری مسرت کا اندازہ وہی شخص کر سکتا ہے جس کو اس سے پہلے ہماری مصیبت کا اندازہ ہو... بعد میں شیخ سے ہم نے پوچھا کہ کیا آپ کے اس ابتلا کا کوئی سبب تھا تو شیخ نے فرمایا ''ہاں جب ہم گاؤں میں اترے اور بت خانوں اور گرجا گھروں پر ہمارا گذر ہوا... آتش پرستوں اور صلیب پرستوں کو غیر اللہ کی عبادت میں مشغول دیکھ کر میرے دل میں تکبر اور بڑائی پیدا ہوئی کہ ہم مومن موحد ہیں اور یہ کمبخت کیسے جاہل و احمق ہیں کہ بے حس و بے شعور چیزوں کی پرستش کرتے ہیں مجھے اسی وقت ایک غیبی آواز دی گئی کہ یہ ایمان و توحید کچھ تمہارا ذاتی کمال نہیں کہ سب کچھ ہماری توفیق سے ہے... کیا تم اپنے ایمان کو اپنے اختیار میں سمجھتے ہو؟

اور اگر تم چاہو تو ہم تمہیں ابھی بتلا دیں... اور مجھے اسی وقت یہ احساس ہوا کہ گویا ایک پرندہ میرے قلب سے نکل کر اڑ گیا جو در حقیقت ایمان تھا...''

بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ جب شیخ بحال ہو کر اپنی خانقاہ میں چلے گئے اور پھر اصلاح امت کی خدمت میں لگ گئے تو وہ عیسائی کی لڑکی کہتی تھی کہ ہمارے شیخ کہاں گئے وہ ان کی جدائی میں بے چین تھی اور تلاش کرتی تھی.... اس کو ایک شخص ملا اور کہا کہ تم اس قدر بے چین کیوں ہو اس نے اپنا واقعہ سنایا انہوں نے کہا کہ آنکھ بند کرو اس نے آنکھ بند کر لی پھر کہا کہ اب آنکھ کھولو تو اس لڑکی نے دیکھا کہ شیخ کی خانقاہ سامنے ہے اور وہ اس میں تشریف فرما ہیں لڑکی ان کی خدمت میں حاضر ہوئی حضرت شیخ عبداللہ اندلسیؒ نے فرمایا کہ اب مجھے شادی کی ضرورت نہیں ہے لڑکی نے کہا کہ میں مسلمان ہو رہی ہوں اور آپ کے پاس رہ کر اسلام کی تعلیم کے مطابق زندگی گزاروں گی.... حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے منظور فرمالیا.... وہ لڑکی دن رات عبادت اور ذکر میں مصروف رہتی تھی اور ولیہ بن گئی.. .اور چند سال کے بعد اس کا انتقال ہو گیا.... حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی نماز جنازہ پڑھا کر دفن کرا دیا....

اللہ تعالیٰ اس طرح اپنے مخلصین بندوں کی مدد فرماتے ہیں اور تنبیہ کے طور پر کسی کوتاہی اور بھول پر سزا بھی دیتے ہیں اسی لئے اولیاء اللہ چھوٹی چھوٹی خطاؤں کو اور غلطیوں کو بھی گناہ کبیرہ کہتے ہیں کیونکہ بعض مرتبہ چھوٹی غلطی بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بن جاتی ہے.... اس سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ سے بھی غلطی ہو جاتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عام لوگوں سے بڑے بڑے گناہ سرزد ہوتے رہتے ہیں مگر ان کی کوئی پکڑ نہیں ہوتی.... اور مقربین کی چھوٹی چھوٹی غلطیوں کی پکڑ ہو جاتی ہے مگر وہ حضرات چھوٹی سی غلطی پر اس قدر نادم ہو کر روتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا غضب ان کے رحم و کرم سے بدل جاتا ہے....

باری تعالیٰ توبہ کرنے والے اور معافی مانگنے والے اپنے اولیاء کی توبہ کو قبول فرما کر ان کے مقام کو پہلے سے بہت زیادہ بلند فرما دیتے ہیں جیسا کہ حضرت شیخ ابو عبداللہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کے واقعہ کو آپ لوگوں نے سنا.... اگر بندہ اپنی غلطی پر نادم ہو کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا رہے تو وہ رحیم و کریم ہیں بڑے بڑے گناہوں کو معاف فرما کر ان کی جگہ پر حسنات شامل فرما دیتے ہیں اسلئے تمام بندگان خداوندی کو اپنی زندگی کے ہر لمحہ کی قدر کرنی چاہئے اور باری تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرنا چاہئے.... (مجالس حکیم الاسلام جلد دوم)

# شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی ایک کرامت و مقبولیت

حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سید الطائفہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ وہ تشریف لے جارہے تھے..... دیکھا کہ کچھ نصاریٰ نے کچھ مسلمانوں کو پکڑ رکھا ہے اور ان کو یہ طنز و طعن کررہے ہیں کہ ہمارے گرجا اور ان کی عمارتوں کو دیکھو تو نہایت مضبوط نہایت مستحکم.... نہ دراڑ نہ شگاف نہ چٹخن اور تمہاری مسجدوں کو دیکھو تو نہایت کمزور کہیں شگاف ہے تو کہیں چٹخن ہے.... تو مسجدوں کے اندر تو یہ تغیر کی شان اور گرجا گھر کی کیفیت یہ ہے کہ نہایت مضبوط اور فلک بوس.... نہایت مستحکم اور قوی.... تو گویا وہ لوگ اس طرح یہ حقانیت بتلارہے ہیں اور طنز و طعن کررہے تھے کہ ایسا کیوں ہے؟

اتنے میں حضرت پہنچ گئے..... آپ بڑے صاحب کرامت تھے..... فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری مساجد میں قرآن پڑھا جاتا ہے اور تمہاری گرجاؤں میں قرآن کی تلاوت نہیں ہوتی اور قرآن کریم کی شان یہ ہے کہ

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ

اور تھے صاحب کرامت..... اس آیت کو پڑھا اور گرجے کی جانب اشارہ کیا کہ گرجا آیت کا پڑھنا ہی تھا کہ پوری عمارت منہدم ہو کر نیچے آگئی اور فرمایا کہ قرآن کریم کی صحیح حقیقت کا انکشاف ہو جائے تو اس سے زیادہ مضبوط مستحکم عمارت بھی زمین بوس اور زمین دوز ہو جائے مگر حق یہ ہے کہ ہم ان حقیقتوں کو اپنے اندر نہیں اتارتے جیسے کسی شخص نے ایک عالم سے اشکال کیا تھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ جب تجلی ہوئی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہوا اور موسیٰ علیہ السلام محفوظ رہے.....

یہ ایک عجیب و غریب سوال کیا انہوں نے اس کا بڑا اچھا جواب دیا فرمایا کہ دیکھو! بلڈنگوں پر اگر بجلی گرے تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے اور پھٹ جاتی ہے مگر خاص قسم کے تار بلڈنگوں پر لگا دیے جاتے ہیں کہ اگر بجلی گرے تو وہ اسے جذب کر کے زمین میں اتار دیں اور اس عمارت کو محفوظ رکھیں تو جب تجلی ربانی ہوتی ہے تو استعداد اور قبولیت کا ایک خاص تار

اور کنکشن موسیٰ علیہ السلام میں موجود تھا.... جس کے نتیجے میں صرف بے ہوشی کی نوبت آئی ....اور پہاڑ میں استعداد کا تار اور کنکشن نہیں تھا تو وہ ریزہ ریزہ ہوگیا تو موسیٰ علیہ السلام کو تو صرف لگا دھکا اور پہاڑ ہوگیا دکا.... یعنی ریزہ ریزہ کہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے بہر حال کہنے کا منشا یہی ہے کہ قرآن کریم کی اس حقیقت کو حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طریق پر واضح فرمایا: اور دیکھئے ایک بات اور بھی ہے کہ اگر ہم عظمت کے ساتھ پڑھیں تو واقعتہً ہماری زندگی بدل جائے.... (فیض ابرار جلد اول)

# مقبول حضرات کی صحبت نے کہاں پہنچا دیا

کتنے واقعات ایسے ہیں کہ اللہ والوں کی تھوڑی دیر کی محفل ملی اور ساتھ ہی زندگی بدل گئی۔

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک ڈاکو تھا، وہ چھوٹی عمر میں تھا کہ کسی بات میں اس کے والد نے اس کو بہت مارا اور گھر سے نکل گیا اور آوارہ بن گیا۔ اس قسم کے لڑکے جو بے گھر ہو جاتے ہیں تو یہ پھر بری سوسائٹی میں پڑ کر بڑے بدمعاش بن جاتے ہیں۔ اب چونکہ اس کا کوئی سہارا نہیں تھا، بھوکا تھا، کھانا نہیں تھا، اس نے کسی کی کوئی چھوٹی سی چیز چرالی اور پکڑا گیا تو انہوں نے پولیس کے حوالے کر دیا۔ پولیس والوں نے اس کو اتنا مارا اتنا مارا کہ اس کے اندر انتقامی جذبہ پیدا ہو گیا۔ حالانکہ وہاں جاتا تو بندہ اصلاح کے لئے ہے لیکن کئی مرتبہ اصلاح کی بجائے الٹا اس کو اور بڑا بدمعاش بنا دیتے ہیں۔ تو جب انہوں نے اس کو بہت مارا تو ضد میں آ کر کہنے لگا: اچھا پہلے میں نے چھوٹی چوری کی تھی اب میں بڑی چوری کروں گا۔ چنانچہ جب یہ باہر نکلا تو اس نے باقاعدہ چوری کرنے کو اپنا پروفیشنل بنا لیا۔ کیونکہ جوان تھا لہٰذا اس کو اس طرح کے لوگ بھی مل گئے، اس پورے گینگ میں یہ سب سے زیادہ تیز طرار تھا۔ حتیٰ کہ یہ اتنا بڑا ڈاکو بن گیا کہ پورے علاقے کے لوگ اس کا نام سن کے ڈرتے تھے، مائیں اپنے بچوں کو اس کا نام لے کر ڈرایا کرتی تھیں۔

خیر بہت عرصہ یہ ڈاکے مارتا رہا، قابو نہیں آتا تھا، چھپ جاتا تھا۔ ایک ایسا موقع آیا کہ یہ پکڑا گیا کیونکہ چوری کی تھی، قاضی کی عدالت میں آیا تو قاضی نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا کہہ

دیا، چنانچہ ہاتھ کٹ گیا اور اس کو کچھ عرصہ جیل میں رہنا پڑا۔ آٹھ دس سال کے قریب تو یہ جیل میں رہا مگر اس کے اندر سے وہ ڈاکہ مارنے سے نفرت نہ پیدا ہوئی۔

دس سال کے بعد ابن ثبات جیل سے نکلا پہلے کی نسبت کمزور ہو گیا تھا، کہنے لگا نہیں، اب میں باہر آگیا ہوں، آج رات کہیں نہ کہیں ڈاکہ ماروں گا، دس سال کے بعد بھی یہ کہہ رہا ہے۔ چنانچہ بغداد کے قریب کرخ ایک چھوٹی سی بستی تھی، یہ وہاں چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی شان دیکھیں کہ اس کو ایک بڑے دروازے والا گھر نظر آیا، دیوار کے اوپر سے اندر گیا تو اس نے دیکھا کہ وہاں تو کپڑا ہی کپڑا پڑا ہوا ہے، لگتا تھا کہ کوئی کپڑے کا تاجر ہے۔ اب اس کا ہاتھ ایک اور کپڑے بہت سارے تھے۔

اس کا جی چاہے کہ سب اٹھاؤں اور لے جاؤں مگر اٹھا ہی نہیں سکتا تھا۔ اب حیران ہے سوچ رہا ہے کہ کیا کروں؟ تو اتنی دیر میں ایک آدمی موم بتی لئے وہیں آگیا تو یہ ذرا گھبرایا۔ جب یہ گھبرایا تو وہ اس کو کہتا ہے کہ گھبراؤ نہیں میں تمہارا ساتھی ہوں، تو یہ ذرا ہمت میں آگیا کہتا ہے کہ اگر تم میرے ساتھی ہو تو میں پہلے آیا ہوں، حق میرا بنتا ہے، اس نے کہا کہ ٹھیک ہے کہنے لگا کہ یہاں سے سلیکشن میں کرتا ہوں اور تم گٹھڑی بندھواؤ، سحری ہونے میں تھوڑا وقت ہے اور جلدی ہم یہاں سے جائیں۔

اس نے کہا: ٹھیک! اب اس بندے نے اس کے کہنے کے مطابق وہ کپڑے جو تھے علیحدہ کئے، ایک چھوٹی گٹھڑی بنائی اور ایک بڑی گٹھڑی بنائی اور اس کو کہا کہ آپ چونکہ ایک ہاتھ سے اٹھائیں گے تو آپ یہ چھوٹی گٹھڑی اٹھائیں اور بڑی گٹھڑی میں اٹھاتا ہوں لیکن میں پہنچا آپ کی جگہ پر دوں گا۔

اس نے کہا کہ ہاں بالکل ٹھیک مگر ابن ثبات کو ڈر ہوا کہ کہیں یہ میرے پیچھے لے کر سلپ ہی نہ ہو جائے، مجھے ہی نہ ہاتھ دکھا جائے تو اس نے کہا:

اچھا پھر تم میرے آگے آگے چلو۔ اب اس بندے نے اتنی بڑی گٹھڑی سر پہ رکھی اور آگے آگے، یہ تو ہلکا تھا یہ اس کو کہہ رہا ہے جلدی چلو جلدی چلو وہ چل تو رہا ہے مگر کچھ دور چل کر تھک گیا وزن جو زیادہ تھا۔ ابھی یہ اس کو گالیاں بھی نکال رہا ہے کہ صبح ہو جائے گی فاصلہ بہت ہے جلدی

کرجتی کہ ایک جگہ اس کو اتنا غصہ آیا کہ اس نے پیچھے سے اس کی کمر میں ایک لات ماری۔ اب سر پر بوجھ ہو اور پیچھے سے لات پڑے تو وہ تو منہ کے بل گرا اور اٹھ کر کہنے لگا کہ آپ مجھ پر ناراض نہ ہوں میں کوشش تو کر رہا ہوں مگر بوجھ اتنا زیادہ ہے کہ مجھ سے اٹھایا نہیں جا رہا۔

اس نے کہا: جلدی کرو۔ اس نے پھر اپنے سر پر گٹھڑی رکھی اور ذرا اور تیز پسینے میں شرابور ہانپتا کانپتا اس گھر تک پہنچ گیا، جہاں ابن ثبات نے جانا تھا۔ اور اس نے وہ پہنچائی اور پہنچا کے اس نے کہا بھائی اب صبح کا وقت ہو گیا، اب مجھے آپ اجازت دیں اب کل ملاقات ہوگی۔ اس نے کہا کہ ہاں میں عصر کے وقت میں کل نئی تجویز بناؤں گا تم مجھے ملنا آ کر اور پھر ہم مل کر جائیں گے مشن پر، وہ بندہ چلا گیا۔

اگلے دن ابن ثبات کے دل میں خیال آیا کہ کل جس مکان میں ہم نے ڈاکہ مارا مال تو بہت پڑا تھا، پتہ کروں کہ کسی کو پتہ بھی چلا یا نہیں، اگر نہیں تو چلا تو آج اور اٹھا کے لے آئیں گے۔ تو ظہر کے بعد ابن ثبات وہاں پہنچا تو دیکھا کہ لوگ آ رہے ہیں اور اس گھر میں جا رہے ہیں، ایک کو دیکھا، دوسرے کو دیکھا، تیسرے کو دیکھا، حیران ہوا، پوچھا کہ کیوں جا رہے ہو؟ بھائی کپڑے کے خریدار ہو؟ انہوں نے کہا کہ نہیں یہ ہمارے شیخ کا گھر ہے، کونسے شیخ کا گھر؟ جی جنید بغدادی کا گھر ہے۔ اس نے جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا نام تو سنا ہوا تھا۔ تو ابن ثبات کے دل میں خیال آیا کہ میں دیکھوں تو سہی کہ جنید بغدادی کون ہیں؟ اب یہ بھی دو چار بندوں کے پیچھے ہو کر تو اندر چلا گیا۔

اللہ کی شان کیا دیکھا کہ مریدوں کا مجمع لگا ہوا ہے اور جس بندے نے رات اس کو گٹھڑی پہنچائی تھی، وہ جنید بغدادی سامنے بیٹھا ان کو نصیحت کر رہا تھا۔

وہ حیران ہو گیا کہ اتنے بڑے شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور انہوں نے رات میری گٹھڑی پہنچائی اور گھر بھی انہیں کا، اب جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو پہچان لیا۔ خیر مجلس ختم ہو گئی، سب لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے تو جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور وہ رہ گئے تو یہ ان سے پوچھتا ہے کہ جی آپ تو شیخ تھے رات میرے شاگرد بن گئے؟ تو فرمانے لگے کہ میں نے تجھے پہچان لیا تھا کہ تو ابن ثبات ہے میں نے دیکھا کہ تمہارا ایک ہاتھ ہے اور تم مال

لے جانا چاہتے ہو تو میں نے سوچا کہ تمہیں ضرورت ہے اور تم لے جانے کی طاقت نہیں رکھتے تو چلو میں ہی تمہارے گھر پہنچا دوں۔

جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ الفاظ اتنے خلوص سے کہے کہ ابن ثبات کے دل کی دنیا بدل گئی۔ کہنے لگا کہ میں نے تو ایک انسانوں کا طبقہ دیکھا تھا۔

پولیس والوں کو جنہوں نے مجھے اتنا مارا، اتنا مارا، اتنی مجھ سے زیادتی کی کہ مجھے ڈاکو بنا دیا، میں نے ایسے انسان تو نہیں دیکھے جو اتنے خیر خواہ ہوتے ہیں۔ کہنے لگا کہ میں آج یہاں سے ایسے نہیں جانا چاہتا، میں سیکھنا چاہتا ہوں زندگی کو۔

چنانچہ ابن ثبات ان سے بیعت ہوا اور پکی توبہ کر لی۔ ساری دنیا کی سزائیں جو بارہ سال کے قریب اسے ملتی رہیں، جس ڈاکو سے توبہ نہ کروا سکیں، حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی محبت اور دل کے خلوص نے ایک رات میں اس دل کو جیت لیا۔ چنانچہ بیعت ہو گیا، حضرت کی خدمت میں آتا رہا تھوڑے عرصے کے بعد حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت پائی اور ان کے خلفاء میں سے ہوا۔

یہ ابن ثبات ہے جس کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مسئلہ خلق قرآن پیش ہوا تو اس وقت اتنا زیادہ میرے اوپر پریشر تھا کہ ایک دن میرے دل میں خیال آیا کہ احمد بن حنبل! شریعت نے جان بچانے کے لئے حیلہ کرنے کی اجازت دی ہے، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الحیل لکھی کہ حیلہ ایسی صورت میں بندہ کیسے کر سکتا ہے تو میں بھی اپنی جان بچانے کے لئے کوئی حیلہ کیوں نہ کر لوں؟ فرماتے ہیں کہ میرے ذہن میں یہ سوچ آئی اور میں اپنے گھر سے باہر نکلا تو مجھے ایک بندہ ملا جس کا ہاتھ کٹا ہوا تھا اور میرے قریب آ کر مجھے کہنے لگا:

احمد بن حنبل! میں مشہور اور بدنام زمانہ ڈاکو رہا ہوں اور ان پولیس والوں کے درے مجھے چوری سے نہیں روک سکے، کہیں ان دروں کے ڈر سے حق سے پیچھے نہ ہٹ جانا۔ کہتے ہیں: وہ بات کر کے چلا گیا لیکن میرے دل کو ایک نئی زندگی دے گیا، میں نے یہ فیصلہ کیا کہ اب اگر مجھے جان سے بھی مار دیا جائے تو میں حق کی بات کروں گا۔ اس کے بعد امام احمد بن

حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ وہ واقعہ پیش آیا کہ ان کو درے لگے تھے۔اور جب بعد میں اللہ نے ان کو صحت دیدی تو پھر ابن ثبات کا نام لے کر فرمایا کرتے تھے کہ میں اس محسن کا احسان اپنی زندگی میں کبھی نہیں بھول سکتا۔تو یہ اللہ والوں کی ایسی مجالس ہوتی ہیں کہ ایسے ایسے بدنام زمانہ ڈاکو بھی ان کی صحبت میں آ کر پھر وقت کے اولیاء بن جاتے ہیں۔اس لئے یہ صحبتیں انسان کے لئے غذا کی مانند ہیں۔(خطباتِ فقیر، ج35 ص113)

# مقبولانِ خدا کی ایک نظر

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے حضرت مرزا مظہر جانجاناں رحمہ اللہ اپنے شیخ کی پالکی کے ساتھ دوڑے ہوئے جارہے تھے.....راستے میں مسجد میں چند قلندر مکاری گردن جھکائے بیٹھے تھے ان میں ایک پیر بھی تھے.....شیخ نے انہیں اس حالت میں جتلا دیکھ کر فرمایا: مرزا اگر شیاطین نہ دیکھے ہوں تو دیکھ لو..... پالکی چلی گئی یہ ٹھہر گئے تھوڑی دیر کے بعد یہ بھی پہنچے پوچھا مرزا کہاں رہ گئے تھے عرض کیا حضور جس وقت چلے گئے تو میں نے سوچا کہ سب کے سب خاص بزرگوں کی وضع میں ہیں اور ان پر حضور کی نظر بھی پڑی ہے گو نظر عتاب ہی سہی، تو جنہوں نے بزرگوں کی شکل بنائی ہے ان پر حضور کی نظر بھی پڑی ہے وہ محروم رہیں؟ میں ان کے قلوب میں القاء نسبت کرنے کے لئے ٹھہر گیا تھا.....سب کے سب صاحب نسبت ہو گئے اور آ کر شیخ سے بیعت ہوئے.....(دعقا روح الج والشیخ ص ۲۷)

# قابل حضرات کی دُعا کی برکت

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک کرامت حضرت شیخ الشیوخ قطب العالم میاں جی نور محمد صاحب قدس اللہ سرہ کی مشہور ہے کہ آپ کے یہاں کوئی تقریب تھی حضرت پیرانی صاحبہ آنکھوں سے بالکل معذور تھیں.....عورتوں کا ہجوم ہوا ان کی مدارت میں مشغول ہوئیں مگر بینائی نہ ہونے سے سخت پریشان تھیں.....حضرت رحمہ اللہ سے بطور ناز کہنے لگیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ولی ہیں کیا جانیں.....ہماری آنکھیں جب

درست ہو جائیں تب ہم جانیں..... حضرت رحمہ اللہ باہر چلے گئے دعا فرمائی ہو گی..... اتفاقاً حضرت پیرانی صاحبہ بیت الخلاء تشریف لے گئیں راستے میں دیوار سے ٹکر لگی وہاں غشی ہو گئی اور گر پڑیں..... تمام جسم پسینے پسینے ہو گیا..... آنکھوں سے بھی بہت پسینہ نکلا..... ہوش آیا تو خدا کی قدرت سے دونوں آنکھیں کھل گئیں اور نظر آنے لگا..... حضرت میاں جی صاحب کی دعا کا یہ اثر ہوا..... یہ کرامت تھی میاں جی صاحب کی..... (ص ۱۳۲ ۱۱ امثال عبرت حصہ دوم)

## مقبولین کی برکات

مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ نے علم حدیث کی سند حضرت حاجی محمد افضل رحمہ اللہ سے حاصل کی تھی.. مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ تحصیل علم سے فراغت کے بعد حاجی صاحب نے اپنی ٹوپی جو پندرہ برس تک آپ کے عمامہ کے نیچے رہ چکی تھی' مجھے عنایت فرمائی.. میں نے وہ ٹوپی پانی میں بھگوئی' صبح وہ پانی پی گیا.. اس پانی کی برکت سے دماغ ایسا روشن اور ذہن ایسا تیز ہوا کہ کوئی مشکل کتاب مشکل نہ رہی..

اساتذہ کی ٹوپیاں اچھالنے والے اور مدرسہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کی باتیں کرنے والے طلبہ اس پر غور کریں کہ استاذ کے ساتھ آداب وعظمت کا معاملہ کرنے والوں نے کیا دولت حاصل کی اور پھر انہوں نے دنیا کو کیا فیض پہنچایا.. (تعلیم المتعلم)

## مقبولین کا جنات سے برتاؤ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شاہ محمد غوث گوالیری نے جنات کو تابع کیا تھا ایک بار ان کو حکم دیا کہ شاہ عبدالقدوس صاحب قدس سرہ گنگوہی کو یا اس سلسلہ کے اور کوئی بزرگ تھے ان کو یہاں لے آؤ جنات پہنچے..... حضرت شیخ مشغول تھے..... جنات پر ہیبت طاری ہو گئی..... شیخ نے دفعۃً دیکھا تو کچھ اشخاص نہایت قوی ہیکل کھڑے ہیں دریافت فرمایا کہ کون؟ عرض کیا ہم جنات ہیں پوچھا کیسے آئے عرض کیا کہ شاہ محمد غوث گوالیری نے بھیجا ہے وہ زیارت کے مشتاق ہیں۔

اگر ارشاد ہو تو بہت آرام سے حضرت کو وہاں پہنچا دیں.... فرمایا کہ ان کو ہی لے آؤ وہ جنات واپس گئے اور شاہ محمد غوث گوالیری کو لے کر چلے انہوں نے کہا بھی کہ تم تو میرے حکم بردار ہو کہنے لگے کہ اوروں کے مقابلہ میں باقی شیخ کے مقابلہ میں ہم ان کے حکم بردار ہیں غرض ان کو لیکر گنگوہ حاضر ہو گئے شیخ نے بہت ملامت کی کہ یہ کیا واہیات مشغلہ ہے انہوں نے اسی مجلس میں توبہ کی اور حضرت شیخ سے بیعت ہوئے....

ہمارے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک جولاہہ آیا کہ میری لڑکی پر اللہ بخش کا خلل ہے آپ چلئے فرمایا کہ میں عامل نہیں ہوں اس نے بہت اصرار کیا آپ تشریف لے گئے اس نے سلام کیا اور حضرت کی تشریف آوری پر شرمندگی ظاہر کی اور عرض کیا کہ اگر صرف اپنا نام لکھ کر بھیج دیتے تو میں چلا جاتا اور یہ بھی وعدہ کیا کہ آپ کے سلسلہ والوں کو کبھی نہ ستاؤں گا.... (ملفوظات حکیم الامت)

# مقبولین کی نگاہِ کرم

حضرت سید نفیس شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہر فتنہ کے ساتھ سحر ہوتا ہے...
حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عقیدت مند مولوی عبدالمنان پنجابی تھے... ایک دفعہ سر راہ جوگی کے پاس رُک گئے، اس نے سحر کر دیا... واپس آئے تو طبیعت پر ہندو ہو جانے کے خیالات کا ہجوم ہو گیا... بھاگم بھاگ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے... انہوں نے فرمایا... فوراً رائے پور چلے جاؤ... حاضر ہوئے... حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے صورتحال عرض کی... آپ نے خدام سے فرمایا کہ اسے فوراً سلا دو.... وہ تین دن سویا رہا.... بیدار ہوا تو کہا کہ میں رائے پور سے جاتا ہوں.... میرے قلب کی وہی کیفیت ہے.... ہندو ہو جانے... اسلام کو چھوڑنے اور مرتد ہو جانے پر دل مجبور کرتا ہے... اتنے میں حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ صبح کی سیر سے واپس تشریف لائے... مولوی عبدالمنان نے عرض کی کہ مجھے اجازت، میرے دل کی وہی کیفیت ہے، ہندو ہونا چاہتا ہوں... حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے شہادت کی انگلی سے اس کے دل کی طرف

(چھونے) کا اشارہ کیا اور فرمایا کہ مولوی صاحب! اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے اب بھی موجود ہیں جو یوں اشارہ کریں تو دل کی دُنیا بدل جائے... اشارہ کرتے ہی ان کے دل کی دُنیا بدل گئی اور جوگی کے سحر کا اثر جاتا رہا... (حیات نفیس)

## خواجہ غلام حسن سواک رحمہ اللہ کی نظر کا فیضان

خواجہ غلام حسن سواک رحمہ اللہ بڑے معروف بزرگ گزرے ہیں، ان کا بڑا مشہور واقعہ ہے.... اس واقعہ کے سینکڑوں لوگ گواہ موجود تھے.... ایک جگہ ہندو مسلمان اکٹھے رہتے تھے.... ہندوؤں نے مقدمہ کر دیا اور جج نے ان کو عدالت میں بلوالیا....

حضرت عدالت میں پہنچے جج سے پوچھا کہ مجھے کیوں بلایا.... اس نے کہا کہ جی آپ پر مقدمہ یہ ہے کہ آپ نوجوان ہندوؤں کو زبردستی مسلمان بناتے ہیں.... وہ بڑے حیران ہوئے، فرمانے لگے کہ میں زبردستی مسلمان بناتا ہوں؟

کہاہاں: تو یہ کہہ کر وہ ہندوؤں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان میں سے جو آدمی قریب تھا اس کی طرف دیکھ کر کہا ''اللہ'' ان کا ''اللہ'' کہنا تھا کہ اس ہندو نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا.... پھر دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے پھر تیسرے کی طرف پانچ بندوں کی طرف اشارہ کر کے ''اللہ'' کا لفظ کہا اور پانچوں بندوں نے کلمہ پڑھا....

جج نے یہ دیکھ کر انکا مقدمہ ہی خارج کر دیا.... سینکڑوں لوگوں نے یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا.... اس ''اللہ'' کے نام کی عجیب برکات ہیں....

ہاں! ہمیں یہ نام لینا نہیں آتا.... ذرا لیکر تو دیکھیں تب پتہ چلے گا، جب اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کہہ دیا ''تبارک اسم ربک'' برکت والا نام ہے تیرے رب کا'' ہم پہلے یہ نام پکارنا تو سیکھیں پھر اسکی برکتیں دیکھیں گے....

اللہ والے یہ ''اللہ'' کہنا سکھاتے ہیں.... اس کو پہلے دل میں اتارنا پڑتا ہے پھر یہ دل سے نکلتا ہے تو اسکی ایک تاثیر ہوتی ہے....

''دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے....'' (مختصر پر اثر)

# حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی نورِ بصیرت

مناظر اسلام حضرت مولانا امین صفدر صاحب رحمہ اللہ نے حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ سے اپنی بیعت کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک دن میں خدام الدین میں حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی مجلس ذکر کی تقریر پڑھ رہا تھا' جس میں آپ کا فرمان تھا کہ جسمانی آنکھیں تو اللہ تعالیٰ نے گدھوں اور کتوں کو بھی دی ہیں... آنکھیں تو اصل دل کی ہیں... اگر یہ روشن ہو جائیں تو انسان کو حرام حلال کا امتیاز ہو جاتا ہے اور اگر وہ قبر کے پاس سے گزرے تو اسے پتہ چلتا ہے کہ یہ قبر جنت کا باغ ہے یا دوزخ کا گڑھا' میں یہ پڑھ ہی رہا تھا کہ ایک ماسٹر صاحب جن کا نام رشید احمد تھا' وہ ہال کمرے میں داخل ہوئے' ان کے ہاتھ میں پانچ روپے کا نوٹ تھا اور کہتے آرہے تھے کہ کسی نے حرام نوٹ لینا ہے' یہ حرام ہے حرام' میں نے کہا مجھے دے دو... وہ مجھ سے پوچھنے لگے تم کیا کرو گے؟

میں نے حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی مجلس ذکر کی وہ تقریر سنائی اور کہا لاہور چلتے ہیں اور امتحان لیتے ہیں کہ خود حضرت لاہوری رحمہ اللہ کو حلال حرام کی تمیز ہے یا نہیں؟ اس پر چار پانچ ٹیچر اور تیار ہو گئے... ہم سب نے ایک ایک روپیہ اپنے پاس سے لے لیا' ایک روپے کے سیب اپنے روپے سے اور ایک کے حرام روپے سے خریدے اس طرح پانچ پھل ہم نے خرید لئے اور ہر پھل پر کوئی ایک نشانی لگا دی کہ یہ سیب حرام روپے کا ہے اور وہ حلال روپے کا ہے' یہ کینو حرام روپے کا ہے وہ حلال کا' غرضیکہ ہم پھل لے کر لاہور پہنچ گئے اور حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی خدمت میں جا پیش کئے' حضرت رحمہ اللہ نے پھلوں کی طرف دیکھا' پھر ہماری طرف دیکھا اور فرمایا بھئی یہ کیا لائے ہو میں نے عرض کیا: حضرت! زیارت کیلئے حاضر ہوئے ہیں' یہ کچھ ہدیہ ہے' فرمایا ہدیہ لائے ہو یا میرا امتحان لینے آئے ہو؟ یہ فرما کر آپ رحمہ اللہ نے ان مختلف پھلوں کو الگ الگ کر دیا اور فرمایا یہ حلال ہیں' یہ حرام ہیں' اب ہم نے بیعت کی درخواست کی تو حضرت نے سختی سے فرمایا: ''چلے جاؤ' تم بیعت کیلئے تھوڑا آئے ہو تم تو امتحان کیلئے آئے تھے اور ہمیں اٹھا دیا ہم واپس اسٹیشن پر آگئے گاڑی آئی' باقی

چاروں ساتھی سوار ہو گئے مگر میرا دل سوار ہونے کو نہ چاہا، میں ٹکٹ واپس کر کے شاہدرہ اپنے ہم زلف کے ہاں چلا گیا اور اگلے دن فجر کی نماز مسجد شیرانوالہ میں حضرت کی اقتدا میں ادا کی: نماز کے بعد درس کی جگہ پر حضرت رحمہ اللہ نے درس قرآن ارشاد فرمایا درس کے بعد چند ساتھی بیعت کیلئے بڑھے، میں بھی ساتھ بیٹھ گیا' دیکھ کر مسکرا کر فرمایا: اچھا اب بیعت کیلئے آ گئے ہو؟ میں نے عرض کیا: حضرت! حاضر ہو گیا ہوں' حضرت رحمہ اللہ نے بیعت فرمایا اور اسم ذات' استغفار اور درود شریف کی تسبیحات کی تعلیم فرمائی ...(سہ ماہی وفاق)

## یہ ہے قبولیت

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک دیہاتی آدمی آیا، اس کے دماغ میں یہی بسا ہوا تھا کہ مولوی اگر تعویذ گنڈا نہیں جانتا تو وہ بالکل جاہل ہے، اس کو کچھ نہیں آتا، چنانچہ آپ کو بڑا عالم سمجھ کر آپ کے پاس آیا، اور کہا کہ مجھے تعویذ دیدو، مولانا نے فرمایا کہ مجھے تو تعویذ آتا نہیں، اس نے کہا کہ اجی نہیں مجھے دیدو، حضرت نے فرمایا کہ مجھے آتا نہیں تو کیا دیدوں؟ لیکن وہ پیچھے پڑ گیا کہ مجھے تعویذ دیدو، حضرت فرماتے ہیں... کہ مجھے تو کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا لکھوں، تو میں نے اس تعویذ میں لکھ دیا کہ

"یا اللہ یہ مانتا نہیں، میں جانتا نہیں، آپ اپنے فضل و کرم سے اس کا کام کر دیجئے"

....یہ لکھ کر میں نے اس کو دیدیا کہ یہ لٹکا لے، اس نے لٹکا لیا، اللہ تعالیٰ نے اسی کے ذریعہ اس کا کام بنا دیا....(دین و دانش جلد ۵)

## مقبولین کے وقت میں برکت

یہ قرأت کی سرعت تھی یا وقت کی برکت یا دونوں کا نتیجہ کہ ایک مرتبہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ظہر تا عصر کے درمیانی وقفہ کی دس مجلسوں میں پوری بخاری ختم کر ڈالی' صحیح مسلم ڈھائی دن کی پانچ مجلسوں میں ختم کی' طبرانی کی معجم صغیر کی ڈیڑھ ہزار احادیث سندوں کے ساتھ ظہر اور عصر کے درمیان صرف ایک مجلس میں پوری پڑھیں..

سرعت قرأت ہوگی سو وہ اپنی جگہ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ چیز وقت کی برکت ہی کا کرشمہ ہے' جو لوگ اپنی زندگی نظام الاوقات کی پابند کردیتے ہیں اور جنہیں زندگی کے لمحہ لمحہ کی قیمت وصول کرنے کی فکر دامن گیر رہتی ہے' وقت کی برکت انہیں عطیہ کردی جاتی ہے.. ابن حجر رحمہ اللہ گھڑی گھڑی تول تول کر خرچ کرتے' لکھا ہے کہ لکھتے لکھتے قلم پر قط رکھنے کی ضرورت پیش آتی تو اتنی دیر بھی بے کار گزارنا ان کو گوارا نہ تھا فوراً ذکر میں مشغول ہوجاتے..

ان کی فتح الباری چودہ جلدوں میں' تہذیب التہذیب بارہ جلدوں میں' الاصابہ نو جلدوں میں' لسان المیز ان چار جلدوں میں اور تغلیق التعلیق پانچ جلدوں میں ہے' ایک سو پچاس سے اوپر تصانیف ہیں.. تواضع کا حال دیکھئے' اپنی تصانیف پر تبصرہ کیا تو فرمایا:

وَاُکْثَرُ ذٰلِکَ مِمَّا لَاتَسَاوِیْ نُسْخَۃً لِغَیْرِہٖ لٰکِنْ جَرِیَ الْقَلَمُ بِذٰلِکَ

''میری اکثر تصانیف دوسرے اہل علم کی ایک کتاب کے بھی برابر نہیں لیکن بس قلم چل گیا..'' (متاع وقت اور کاروان علم)

# جنات بھی مقبولین کا ادب کرتے ہیں

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ محمد غوث گوالیاری مصنف جواہر خمسہ عامل تھے..... یہ غالباً شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ کے ہم عصر ہیں..... حضرت شیخ کے لانے کے لئے انہوں نے ایک مرتبہ جنوں کو بھیجا..... شیخ مسجد میں مشغول تھے..... جن پہنچے مگر پاس جانے کی ہمت نہ ہوئی شیخ نے خود ہی سر اٹھا کر دیکھا پوچھا..... کون؟ جنوں نے جواب دیا کہ محمد غوث نے بھیجا ہے وہ زیارت کے مشتاق ہیں اگر اجازت ہو تو ہم اس طرح لے چلیں کہ تکلیف نہ ہوگی..... حضرت شیخ نے فرمایا: میں حکم دیتا ہوں کہ محمد غوث کو لے آؤ..... چنانچہ جن پہنچے اور ان کو لے کر چلے انہوں نے جنوں سے دریافت کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ تم تو میرے مطیع تھے اب یہ سرکشی کیسی؟ جنوں نے جواب دیا کہ سب کے مقابلے میں تو تمہارے مطیع! مگر شیخ کے مقابلے میں تمہاری اطاعت نہیں غرضیکہ ان کو لے کر شیخ کی خدمت میں پہنچے فرمایا کہ تمہیں شرم نہیں آتی اور بہت ڈانٹا آخر کار وہ بیعت ہو کر صاحب نسبت ہوئے گوالیار میں ان کا مزار ہے..... (صفحہ ۱۰۱ نمبر ۱۷۱ حسن العزیز جلد اول)

# جلال الدین قریشی رحمہ اللہ کی قبولیت

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ حضرت جلال الدین قریشی کی مجلس میں کسی شخص نے کیمیا کا ذکر کیا.... شیخ نے از راہ حقارت فرمایا تف بر عمل کیمیا کہ کیمیا یعنی سونا بنانے کے عمل پر لعنت ہو..... یہ کہتے ہوئے کچھ لعاب بھی منہ سے نکلا اور سامنے پیتل کے تھال پر جا پڑا.... تھوک کا اس تھال پر گرنا تھا کہ وہ فوراً خالص سونا بن گیا.... (اخبار الاخیار)

نہ لالچ دے سکیں ہرگز تجھے سکوں کی جھنکاریں
ترے دست توکل میں تھیں استغناء کی تلواریں

# اللہ والے کیسے مقبول ہوتے ہیں؟

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک دیہاتی آدمی آیا، اس کے دماغ میں یہی بسا ہوا تھا کہ مولوی اگر تعویذ گنڈا نہیں جانتا تو وہ بالکل جاہل ہے، اس کو کچھ نہیں آتا، چنانچہ آپ کو بڑا عالم سمجھ کر آپ کے پاس آیا، اور کہا کہ مجھے تعویذ دیدو، مولانا نے فرمایا کہ مجھے تو تعویذ آتا نہیں، اس نے کہا کہ اجی نہیں مجھے دیدو، حضرت نے فرمایا کہ مجھے آتا نہیں تو کیا دیدوں؟ لیکن وہ پیچھے پڑ گیا کہ مجھے تعویذ دیدو، حضرت فرماتے ہیں کہ مجھے تو کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا لکھوں، تو میں نے اس تعویذ میں لکھ دیا کہ "یا اللہ یہ مانتا نہیں، میں جانتا نہیں، آپ اپنے فضل و کرم سے اس کا کام کر دیجئے" یہ لکھ کر میں نے اس کو دیدیا کہ یہ لٹکا لے، اس نے لٹکا لیا، اللہ تعالیٰ نے اسی کے ذریعہ اس کا کام بنا دیا.... (دین و دانش جلد ۵)

# مقبول حضرات کا ایک جملہ بھی کافی ہوتا ہے

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ حضرت سید آدم بنوری رحمہ اللہ کے پاس ایک شخص آیا کہ حضرت! میری بچی کے اوپر ایک جن مسلط ہے، خاوند اندر جاتا ہے وہ جن اس کو باہر دھکے دے کر نکال دیتا ہے۔ لہٰذا کوئی تعویذ دے دیں۔

فرمایا: بچی کے کان میں صرف اتنا کہہ دیں کہ آدم بنوری کا حکم ہے فوراً نکل جاؤ۔
جب والد نے یہ الفاظ بچی کے کان میں کہے تو پھر وہ جن کبھی نظر نہ آیا۔

## اللہ تعالیٰ مقبولین کی نقل پر بھی نواز دیتے ہیں

مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ایک ڈاکو تھا... جس کی ساری زندگی ڈاکہ زنی میں گزری... جب بوڑھا ہو گیا... جسم میں طاقت نہ رہی... اعصاب کمزور ہو گئے... اور ڈاکہ ڈالنے سے عاجز ہو گیا... تو فاقوں کو نوبت پہنچنے لگی... اور گزر بسر کی کوئی صورت نہ رہی...

آخر اس نے اپنے دوستوں سے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے... دوستوں نے مشورہ دیا کہ پیر بن جاؤ... سبز رنگ کا تہبند... سبز رنگ کا چوغا اور موٹے موٹے دانوں کی تسبیح اور ایک لمبا عصا لے کر کسی گاؤں کے باہر بیٹھ جاؤ اور یادِ خدا میں مشغول رہو اور تصوف کی ایک کتاب مطالعہ میں رکھو اور جھاڑ پھونک شروع کرو... پھر دیکھو کیسی موج ہوتی ہے... پہننے کو کپڑے... کھانے کو طرح طرح کے کھانے... خدمت کیلئے ہمہ وقت خادم موجود ہوں گے اور زندگی راحت سے گزرے گی، کچھ کرنا نہ پڑے گا...

اس نے ایسا ہی کیا اور پیر بن کر کسی بستی کے باہر درخت کے نیچے بیٹھ گیا... چند روز تک لوگوں نے کوئی توجہ نہ دی... مگر ان کے مستقل قیام اور شغل عبادت نے ان کے ذہنوں میں ان کے بزرگ اور خدا رسیدہ ہونے کا خیال جما دیا... بستی میں کسی کا بچہ بیمار ہوا... دم کے لیے اس کے پاس آئے اور دم کرنے کی درخواست کی...

اس نے دم کر دیا... اور تعویذ لکھ دیا... بچہ تندرست ہو گیا...

بچہ کا تندرست ہونا تھا کہ پوری بستی میں اس کی بزرگی... للّٰہیت کی شہرت ہو گئی... اور لوگ اپنی مشکلات میں دُعائیں کرانے کیلئے حاضر ہونے لگے اور نذرانے آنے لگے اور چند ہی روز میں اچھا خاصا کام چل گیا... دُکان جم گئی... کھانے... پہننے کی کمی نہ رہی... خدمت گار... عقیدت مند ہر وقت حاضر باش رہنے لگے اور زندگی بڑے آرام سے گزرنے لگی... جب اس کی بزرگی کی شہرت دُور... دُور ہوئی تو کچھ مخلص لوگ بھی اللہ کا نام اور اس کا راستہ دریافت کرنے حاضر ہوئے... اور بیعت ہو گئے اور خلوص سے اللہ کی اطاعت کرنے لگے... اور

یہ ڈاکو پیران کے اشکالات اور احوال کی اصلاح... تصوف کی کتابوں کے ذریعہ کرتا رہا...

یہاں تک کہ یہ سب اپنے وقت کے کامل ولی ہو گئے اور مراقبہ کے ذریعہ ہر ایک کا مقام معلوم کرنے کے قابل ہو گئے... ایک روز ان سب نے سوچا اپنے حضرت کا مقام معلوم کرنا چاہیے... وہ کس مرتبہ پر ہیں... چنانچہ یہ سب کے سب مراقبہ میں بیٹھے اور دیر تک اپنے شیخ کا مقام دریافت کرتے رہے...

مگر سرتوڑ کوشش کے باوجود اُن کے مقام تک رسائی نہ ہو سکی... آخر مراقبہ سے نکلے اور سب اپنی اس حرکت پر نادم ہوئے اور کہنے لگے ہم سے سخت گستاخی ہوئی... ہم اس قابل کہاں کہ حضرت کا مقام معلوم کریں... حضرت کا مقام اتنا بلند ہے...

ہم میں اس کے معلوم کرنے کی استعداد ہی نہیں... چل کر حضرت سے معافی مانگنی چاہیے ورنہ کہیں ایسا نہ ہو ..... ہماری اس گستاخی سے یہ عطا شدہ دولت ہی چھن جائے... چنانچہ خلوت میں یہ سب اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گستاخی ذکر کر کے معافی چاہنے لگے، ڈاکو کی توبہ صادق کا وقت آ چکا تھا... فوراً اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے... اور ٹپ ٹپ نیچے گرنے لگے اور اس نے کہا کہ تم لوگ میرا مقام کہیں اعلیٰ علیین میں تلاش کرتے ہوں گے... میرا مقام تو کہیں بُرے لوگوں میں ڈھونڈتے تو ملتا... میں تو ڈاکو ہوں... ساری زندگی ڈاکہ زنی میں گزری... جب بوڑھا ہو گیا... اور ڈاکہ ڈالنا بس میں نہ رہا... تو زندگی گزارنے کے لیے یہ مصنوعی پیر بننے کا ڈھونگ رچایا... اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو آپ کے خلوص کی بدولت نواز دیا...

ورنہ میری حقیقت اس سے زیادہ نہیں جو بیان کی اور یہ کہہ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور کہا میں آج صدقِ دل سے تمہارے سامنے اللہ سے توبہ کرتا ہوں...

آپ حضرات بھی میرے لیے دُعا کریں، اللہ پاک مجھے معاف کر دے اور میری توبہ قبول فرمائے... مریدین نے جب اپنے شیخ کا یہ حال سنا...

رنج و غم سے انکی چیخیں نکل گئیں... اور وہ بھی سب رونے لگے اور دل سے اپنے شیخ کیلئے نہایت تڑپ کے ساتھ دُعا کرنے لگے... جس پر وہ مریدوں کی برکت سے صحیح اللہ والا بن گیا...

# وفات کے بعد بھی مقبولین کی برکت وفیضان

مولوی حافظ محمد اسماعیل صاحب جو کہ اہل سنت والجماعت کہلانے والے دوسرے مسلک کے بانی کے شاگرد مرید اور خلیفہ تھے اور اپنے مسلک کے زبردست مبلغ تھے اور ہمارے اکابر کے شدید مخالف تھے...ان کا واقعہ ہے کہ جب انہوں نے دارالعلوم دیوبند میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی علمیت... احسان وسلوک میں ممتاز حیثیت کا شہرہ سنا تو اپنے بیٹے ضمیر احمد کو پہلے دارالعلوم دیوبند کی شاخ مدرسہ بدرالاسلام شاہ گنج میں داخل کر دیا... پھر تکمیل کیلئے حضرت مدنی رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کر دیا...

دارالعلوم دیوبند میں دوران تعلیم مولوی ضمیر احمد صاحب کو اپنڈکس کا شدید درد اٹھا ...جسے انکے رشتہ داروں اور متعلقین نے دیوبند کی نحوست قرار دیا اور ان کے والد مولوی محمد اسماعیل صاحب کو فوراً دیوبند پہنچنے کا مشورہ دیا...

چنانچہ مولوی محمد اسماعیل صاحب اپنے بیٹے کی تیمارداری اور اسے اپنے ساتھ واپس لے جانے کی غرض سے دیوبند پہنچے اور اس دوران صرف اپنے بیٹے کے پاس ہی رہے... اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مولوی ضمیر احمد صاحب صحت مند ہونے لگے تو ایک دن ہم سبق دوستوں نے انہیں کہا کہ اپنے والد صاحب کو مزار قاسمی (یعنی حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی قبر مبارک) پر لے جاؤ... چونکہ مولوی اسماعیل صاحب کی اب تک کی زندگی انہی بزرگوں کو برا بھلا کہتے گزری تھی... مولوی ضمیر احمد صاحب نے بڑے اصرار کے بعد اپنے والد کو اکابر کے مزارات پر حاضری کے لیے تیار کیا...

مزار قاسمی پر پہنچنا تھا کہ عجیب وارفتگی کا حال ہوا... مولوی اسماعیل صاحب جو کہ ساری زندگی ان اکابر سے متنفر رہے اور لوگوں کو ان کے خلاف بدگماں کرتے رہے... اب خود اپنا یہ حال تھا کہ مزار قاسمی پر پہنچ کر مراقب ہوئے اور دیر تک گردن جھکائے بیٹھے رہے... عصر اور مغرب کی نمازیں مزار سے متصل مسجد میں ادا کیں... مغرب کے بعد واپس آئے تو عجیب حال ہو رہا تھا... آنسوؤں کا سیلاب امڈا چلا آ رہا تھا...

استغفار کے کلمات ورد زباں تھے... توبہ توبہ کی رٹ تھی کہ ہائے ہم نے ان علماء حق اور بزرگان دین کو بہت بُرا بھلا کہا تھا... مگر یہاں تو ان کی قبریں اس قدر منور ہیں اور اس قدر یہ کشش والے انسان ہیں کہ ہم نے اپنے علماء میں بھی یہ بات بالکل نہیں دیکھی... بالآخر مولوی صاحب حضرت مدنی رحمہ اللہ سے بیعت ہوئے... فرحمۃ اللہ علیہم رحمۃً واسعۃ (چراغ محمد)

## مقبولین کی صحبت کے کرشمے

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ اپنے مواعظ میں فرماتے ہیں:

جگر مراد آبادی بڑے مشہور شاعر تھے اور بے حد شراب پیتے تھے... اتنی شراب پیتے تھے کہ لوگ مشاعرہ میں سے اٹھا کر لے جاتے تھے بلکہ خود فرماتے ہیں...

پینے کو تو بے حساب پی لی اب ہے روز حساب کا دھڑکا

بڑی عجیب بات ہے کہ توبہ کرنے سے پہلے ہی اپنے دیوان میں اس شعر کا اضافہ کیا... چلو دیکھ کر آئیں تماشا جگر کا سنا ہے وہ کافر مسلمان ہوگا... جب ان پر اللہ کا خوف طاری ہوا تو حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ سے مشورہ کیا کہ میں کیسے توبہ کروں؟ خواجہ صاحب نے فرمایا حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں چلو... چنانچہ حاضر ہوئے اور توبہ کی اور حضرت سے چار دعاؤں کی درخواست کی...

1 ...میں شراب چھوڑ دوں... 2 ...داڑھی رکھ لوں...

3 ...حج کر آؤں... 4 ...اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرما دیں...

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ان کیلئے دعا فرمائی... اللہ تعالیٰ نے تین دعائیں تو دنیا میں قبول فرمائیں اور چوتھی کے بارے میں خود جگر کہتے تھے کہ اللہ نے وہ بھی قبول فرمالی ہوگی... چنانچہ داڑھی رکھ لی... اللہ نے حج بھی نصیب فرما دیا اور شراب بھی چھوڑ دی... جب شراب چھوڑی تو بیمار ہو گئے...... ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ آپ پیتے رہیں ورنہ آپ مر جائیں گے...... انہوں نے پوچھا کہ اگر پیتا رہوں تو کتنے سال زندہ رہوں گا... ڈاکٹروں نے کہا دو چار سال تک زندہ رہ سکتے ہو تو...... فرمایا کہ اللہ کے غضب کے ساتھ دو

چار سال تک زندہ رہنے سے بہتر ہے کہ ابھی اللہ کی رحمت کے سائے میں مر جاؤں...... لیکن اللہ نے پھر صحت بھی دی اور کئی سال تک زندہ رہے...... ایک بار میرٹھ میں تانگے میں بیٹھے ہوئے تھے اور تانگے والا یہ شعر پڑھ رہا تھا...

چلو دیکھ کر آئیں تماشا جگر کا ۔۔۔ سنا ہے وہ کافر مسلمان ہوگا

اور اس کو خبر بھی نہیں تھی کہ یہ داڑھی والا ٹوپی والا ...اور سنت لباس میں ملبوس جگر صاحب ہیں... شعر سن کر جگر صاحب رونے لگے اور اللہ کا شکر ادا کیا... کہ اللہ نے توبہ سے پہلے یہ شعر کہلوایا۔

عبدالحفیظ جونپوری یہ بھی مشہور شاعر تھے اور بہت شراب پیتے تھے... جب توبہ کی توفیق ہوئی تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت ہو گئے اور بیعت بھی اس طرح ہوئے کہ پہلے چند دن خانقاہ میں قیام کیا... تھوڑی سی داڑھی آ گئی تھی جس دن بیعت ہونا تھا اس دن داڑھی کو صاف کر کے خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب توبہ ہی کرنی تھی تو پھر داڑھی کے نور کو کیوں صاف کیا؟ تو عرض کیا... حضرت آپ حکیم الامت ہیں میں مریض الامت ہوں اور مریض کو اپنا پورا مرض حکیم کے سامنے پیش کرنا چاہئے.... تاکہ وہ صحیح نسخہ تجویز کرے...

اب وعدہ کرتا ہوں کہ کبھی داڑھی نہیں منڈاؤں گا...

پھر حضرت تھانوی رحمہ اللہ ایک سال بعد جونپور تشریف لے گئے تو انکی داڑھی خوب بڑھ چکی تھی تو حضرت نے فرمایا یہ بڑے میاں کون ہیں؟ لوگوں نے بتلایا کہ یہ وہی عبدالحفیظ جونپوری ہیں جو تھانہ بھون بیعت کیلئے گئے تھے...

موت سے تین دن پہلے ان پر ایسا خوف الٰہی طاری ہوا... کہ تڑپ تڑپ کر ایک دیوار سے دوسری دیوار کی طرف جاتے تھے ...اور خود ہی رو رو کر جان دیدی اور اپنے دیوان میں یہ اشعار بڑھا گئے۔

میری کھل کر سیاہ کاری تو دیکھو ۔۔۔ اور انکی شان ستاری تو دیکھو
گڑا جاتا ہوں جیتے جی زمین میں ۔۔۔ گناہوں کی گراں باری تو دیکھو
ہوا بیعت حفیظ اشرف علی سے ۔۔۔ بایں غفلت یہ ہوشیاری تو دیکھو

# مقبولِ خدا کی ایک نظر کام کر گئی

حضرت میاں جی نور محمد صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جب سید احمد شہید رحمہ اللہ ہفتے میں ایک دن جنگل میں سیر کے لئے تشریف لے جاتے تھے تو بڑے بڑے لوگ یہ حسرت کرتے تھے کہ ہمیں بھی سید صاحب کے ساتھ جانے کا موقع مل جائے.... حضرت میاں جی فرماتے ہیں.... ایک روز موقع مل گیا اور میں سید صاحب کے ساتھ چل پڑا.... سید صاحب گھوڑے پر تشریف فرما تھے.... خانم بازار دہلی سے گزرے.... وہاں سے آگے ایک گلی سے گزرے....

اس گلی میں ایک رنڈی کا مکان تھا.... وہ نہایت حسین اور پڑھی لکھی تھی.... اور اس گلی میں سے معمولی آدمی کا گزرنا ناممکن تھا.... گلی میں اس کا بڑا بنگلہ تھا.... بڑے بڑے شہزادے اور امیر زادے اس کے بنگلے پر جاتے تھے.... جب سید احمد شہید رحمہ اللہ اس کے بنگلے سے گزرے.... تو وہ حسن اتفاق سے اپنے دروازے پر کھڑی تھی....

زرق برق لباس میں ملبوس تھی.... سید صاحب نے اس کی طرف نظر اٹھائی.... پھر کیا تھا.... وہ چیخ پڑی اور سید صاحب کے گھوڑے کے پیچھے دوڑ پڑی اور پیچھے یہ آواز بھی لگا رہی تھی.... اے شاہسوار! خدا کے واسطے ذرا گھوڑا روک لے....

آپ نے گھوڑا روک لیا اور وہ بے تحاشا گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں کو لپٹ گئی.... اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی.... سید صاحب بار بار فرماتے تھے کہ بی بی سن تو سہی.... بات تو بتلاؤ تو کون ہے اور کیوں روتی ہے؟ گھوڑے کے پاؤں چھوڑ دے اور اپنا مطلب بتا.... وہ برابر روتی رہی اور گھوڑے کے پاؤں پکڑے ہوئے تھی....

جب اسے رونے سے افاقہ ہوا تو اس نے کہا.... کہ جی میں توبہ کرنا چاہتی ہوں اور کچھ نہیں چاہتی.... سید صاحب نے فرمایا اس وقت تمہارے مکان میں بندے ہیں؟

اس نے کہا جی ہاں.... سید صاحب نے فرمایا توبہ کے بعد نکاح کرے گی؟ اس نے اقرار کر لیا اور کہا کہ جو آپ فرمائیں گے وہ کروں گی.... اس وقت اس رنڈی کے گھر میں کل دس آدمی تھے....

فرمایا سب کو بلاؤ....تو تو آ گئے....جس شان سے (رونے کے ساتھ) وہ رنڈی آئی تھی اس شان سے یہ لوگ بھی آ گئے....اور رو رو کر سب توبہ تائب ہو گئے....سید صاحب نے فرمایا آپ سارے اکبری مسجد میں چلیں....

میں آ رہا ہوں....تھوڑی دیر کے بعد سید صاحب پہنچ گئے....اور نو بندوں میں سے ایک کے ساتھ اس کی شادی ہو گئی....نکاح بھی ہو گیا....

سید صاحب نے مسکرا کر پوچھا....بی بی اب کہاں جاؤ گی؟ بڑا پیارا جواب دیا....کہا کہ خاوند کے ساتھ ان کے گھر میں جاؤں گی....

کسی نے کہا اپنے بنگلے پر نہیں جائے گی؟ کہا اس بنگلے پر لعنت بھیجتی ہوں....گناہ کے کاروبار سے اس کو بنایا تھا....اب اس سے نفرت ہو رہی ہے....

یہ عورت اپنے خاوند کے ساتھ بالا کوٹ کے جہاد میں بھی گئی تھی....اکبری مسجد میں جو نو بندے سید صاحب سے بیعت ہوئے تھے....وہ سارے شہید ہو گئے....اور وہ خود مجاہدین کے گھوڑوں کی خدمت کرتی تھی....ان کے لئے چارہ وغیرہ بناتی....

حتیٰ کہ اس کے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے....ایک مجاہد نے ازراہ تعجب پوچھا....کہ بی بی اس وقت آپ خوش تھی کہ جب تمہاری خدمت کیلئے شہزادے موجود ہوتے تھے....یا اب اس حالت میں خوش ہو کہ اپنے ہاتھوں سے کام کرتی ہیں؟

وہ مسکرائی اور فرمایا سامنے جو پہاڑی کھڑی ہے....خدا کی قسم....اب میرے پاس ایمان و یقین الحمدللہ اتنا زیادہ ہے کہ اگر سامنے پہاڑی پر اپنا ایمان و یقین رکھ دوں....تو ان شاء اللہ یہ پہاڑی بھی نیچے دب جائے گی....اور میرے ایمان و یقین کے بوجھ کو نہیں اٹھا سکے گی....فرمایا الحمدللہ اب سکون ہی سکون ہے پہلے تو میں مصیبت میں ہوتی تھی....(ارواح ثلاثہ)

## مقبولِ خدا بندوں کا رُعب

مولانا محمد فیاض خان سواتی فرماتے ہیں۔ احقر کا اپنا مشاہدہ ہے کہ ہماری پھوپھی زاد بہن جو ہمارے گھر میں اکثر رہتی تھی، اس کو جنات کے دورے پڑتے تھے اور اس میں حاضر

ہونے والے جن عیسائی تھے جو بہت ہی موذی تھے، ان میں سے ایک کا نام چراغ دین تھا۔ ہمارے گھر کی سب سے اوپر والی چھت پر اسے دورہ پڑ جاتا تھا۔ جب حضرت صوفی عبدالحمید سواتی صاحب رحمہ اللہ کو بتایا جاتا اور وہ ابھی سیڑھیاں چڑھنا ہی شروع کرتے تو جنات یہ کہتے ہوئے فوراً بھاگ جاتے کہ "او صوفی صاحب آ گئے، او صوفی صاحب آ گئے" تو اس کے بعد وہ بالکل ٹھیک ہو جاتیں۔ (ماہنامہ نصرۃ العلوم منفر قرآن نمبر ۶۷۳)

## مقبولیت والے کا ایک جملہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مولانا اسماعیل صاحب رحمہ اللہ کے وعظ میں ایک ہیجڑا آ گیا اس سے مولانا نے فرمایا کہ خدا سے ڈرو بس اس پر ایک حالت طاری ہوگئی اور انگوٹھی چھلے جو پہن رکھے تھے سب اتار کر پھینک دیئے اور سرخ ہاتھ جن میں مہندی لگی ہوئی تھی پتھر پر رگڑنے شروع کئے..... تاکہ سرخی چھوٹ جاوے یہاں تک کہ خون نکل آیا لوگوں نے منع بھی کیا مگر اس نے کہا کہ یہ رنگ گناہ ہے اس کو چھٹانا چاہئے.....

(ص ۱۵۰ ام نمبر ۳۸۵ جلد مذکور)

## اہل قبولیت واہل بصیرت کا طرزِ عمل

حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک آدمی آیا اور وہ ہندو تھا۔ کہنے لگا کہ مجھے کشف القلوب حاصل ہے۔ کشف القلوب کا کیا مطلب؟ کہ دلوں میں جھانک کر دیکھ لیتے ہیں کہ کسی کے دل میں کیا ہے۔ یہ کشف کی ایک قسم ہے اور اللہ والوں کو بھی اللہ تعالیٰ دے دیتے ہیں۔ اور اگر غیر مسلم بھی اگر ریاضت اور مجاہدہ کریں تو اللہ تعالیٰ دنیا میں اس کو بھی یہ دے دیتے ہیں کہ چل دنیا میں تمہیں بھی تھوڑا منظر دکھا دیں۔ اس ہندو کو یہ حاصل تھا اور وہ کہنے لگا کہ مجھے کشف القلوب حاصل ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا میرا دل دیکھو! اس نے دل دیکھا، کہنے لگا کہ جی دل میں تو بالکل سیاہی ہی سیاہی نظر آ رہی ہے۔ حضرت نے فرمایا: اچھا تمہیں یہ نعمت کیسے ملی؟ کہنے لگا کہ میں نے ہر کام اپنے نفس کے

خلاف کیا جس وجہ سے مجھے یہ چیز مل گئی۔ حضرت نے تھوڑی دیر بعد بات بدلی اور فرمایا کہ تم مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے؟ کہنے لگا کہ میرا جی نہیں چاہتا، حضرت نے پکڑا کہ اچھا کہ جب تم نے باقی کام جی (نفس) کے خلاف کئے تو یہ بھی جی کے خلاف کرو۔ اب وہ پکڑا گیا اصل میں توجہ پڑ رہی تھی۔ چنانچہ اس نے کلمہ پڑھ لیا، کلمہ پڑھنے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ اب میرے دل میں ذرا جھانک کر دیکھو! تو کہنے لگا کہ حضرت ہر طرف نور ہی نور نظر آتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ دیکھو بھئی! میرا دل آئینے کی مانند تھا، جب تم نے پہلے دیکھا، چونکہ تم پہلے کافر تھے تمہیں اپنے دل کی سیاہی اس آئینے میں نظر آئی، اب کلمہ پڑھ لیا اور جھانک کر دیکھا تو تمہیں اپنے دل کا ایمان نور کی شکل میں نظر آیا۔ تو دوسروں کی شخصیت میں انسان کو اپنی تصویر نظر آ رہی ہوتی ہے۔ (خطباتِ فقیر، ج 26 ص 241)

# مقبولین کا فیضانِ نظر

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

میں نے اپنے بزرگوں سے ایک واقعہ سنا اور اس کے روایت کرنے والے مولانا منصور علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ مراد آباد کے علماء میں سے ہیں اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے ہیں جو دارالعلوم دیوبند (انڈیا) کے بانی ہیں، جن کا نام نامی ابھی آپ نے سنا تو مولانا منصور علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود مجھے اپنا واقعہ سنایا۔ کوئی راوی بھی بیچ میں نہیں، فرمایا کہ:

''جب میں دارالعلوم میں طالب علمی کے زمانے میں مقیم تھا اور دارالعلوم کی بالکل ابتداء تھی، ابھی قائم ہی ہوا تھا اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے میں پڑھتا تھا

فرماتے تھے کہ طلبہ میں ایک نوجوان لڑکا بہت ہی حسین اور خوبصورت تھا، اس سے اِن کی آنکھ لڑ گئی اور اس کا عشق ان کے قلب میں پیدا ہو گیا مگر چونکہ پاک دامن اور عفیف تھے، اس لیے برے جذبات سے تو قلب خالی رہا

مگر عشق و محبت کی وجہ سے اس میں ایک سوختگی اور ایک اضطراب اور بے چینی ہر وقت

کھا کر کہتا ہوں، جب تک حضرت رحمہ اللہ میرے ہاتھ پر ہاتھ پھیرتے رہے، پورے آسمان اور زمین کی چیزیں مجھ پر روشن تھیں ملائکہ کی آمد و رفت مجھے نظر آ رہی تھی، چڑھ رہے ہیں اور اُتر رہے ہیں۔ گویا پورا عالم غیب مجھ پر منکشف تھا۔

یہ میری کیفیت تھی، اخیر میں زور سے ہاتھ پھیر کر مجھے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اُٹھ جاؤ یہاں سے۔ فرماتے تھے میں باہر آیا، باہر آ کر جب مسجد سے باہر نکلا تو یہ سوچتا ہوں کہ کوئی چیز میرے قلب کے اندر تھی جو نکل گئی اور یہ یاد نہیں آتا کہ وہ چیز کیا تھی؟

یہ اس لڑکے کی محبت تھی مگر یہ بھی بھول گئے کہ وہ کیا چیز تھی اور سوچتے ہوئے جا رہے ہیں کہ کوئی چیز میرے قلب سے نکلی ہے جو میرے قلب میں جمی ہوئی تھی اور یہ یاد نہیں آتا کہ وہ کیا چیز تھی۔ فرماتے تھے کہ جب دارالعلوم کے اس دروازے کے قریب پہنچا ہوں جو سڑک پر ہے تو وہ لڑکا نظر پڑا۔ اُسے دیکھ کر یاد آیا کہ اچھا اس کی محبت تھی جو قلب میں گھسی ہوئی تھی، وہ ایسی نکلی کہ یہ بھی یاد نہیں آ رہا کہ وہ قلب کے اندر تھی بھی یا نہیں۔"

تو میں عرض کرتا ہوں کہ اللہ کا رسول اور رسول کے صحابی تو بہت اونچی شخصیتیں ہیں، بہت بالاتر ہیں، ان کے غلاموں اور خدام کو یہ کیفیت دی گئی کہ اگر وہ کسی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیں تو اس پر غیبی چیزیں منکشف ہونے لگتی ہیں۔

اللہ نے انسان کو دل ایک ایسی کائنات عطا کی ہے کہ اگر انسان دل کو سنوار لے تو شاہد ہی نہیں بلکہ غیوب کی چیزیں بھی اس کے سامنے آتی ہیں۔ بڑے بڑے علوم اس پر منکشف ہوتے ہیں۔ (خطبات حکیم الاسلام، وعظ جوہر انسانیت جلد 7)

## مقبولین کی چند لمحہ صحبت کی تاثیر

ہندوستان میں ایک مشہور چودھری جن کا نام چودھری مختار تھا۔ ان کے پانچ بیٹے تھے اور سب کے سب جید علماء تھے۔ بڑے بیٹے کا نام مولانا حبیب الرحمٰن تھا جو حضرت شیخ الہند صاحب کے شاگرد تھے۔ مولانا حبیب الرحمٰن نے حضرت مدنی قدس سرہ کی خدمت میں ایک تار بھیجی کہ حضرت جلدی دعا کے لیے تشریف لائیں میرے والد کا آخری وقت ہے۔

حضرت فوراً روانہ ہو گئے۔ جب حضرت مدنی نیچے اترے تو مولانا حبیب الرحمٰن صاحب آپ سے مل کر رو پڑے۔

حضرت کا یہ خیال تھا کہ ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ فرمایا اللہ کے بندے تم کیوں روتے ہو کیا آپ اور ہم نے نہیں مرنا ہے؟

مولانا حبیب الرحمٰن نے فرمایا: حضرت یہ بات نہیں والد صاحب ابھی تک زندہ ہیں' رونا اس بات پر آ رہا ہے کہ والد پر آخری لحات میں دنیا کی محبت اتنی غالب ہو گئی ہے کہ بس دنیا کے تذکرے کرتے رہتے ہیں' زمینوں کی باتیں کرتے ہیں' جائیداد اور مکانوں کی باتیں کرتے ہیں' کہیں میرے والد صاحب کا خاتمہ خراب نہ ہو جائے تو اس پر مجھے افسوس آ رہا ہے۔ جب حضرت...... چودھری صاحب کے مکان پر پہنچ گئے ا

حضرت نے فرمایا اندر سے پردہ کراؤ' حضرت چودھری صاحب کے کمرے میں گئے' ہاتھ ملایا' خیر خیریت پوچھی اور حضرت وہاں مراقبے میں بیٹھ گئے اور ذکر بالجہر با آواز بلند شروع فرمایا: مولانا حبیب الرحمٰن صاحب فرماتے تھے خدا کی قسم حضرت کے ذکر میں یہ اثر تھا کہ کمرے کی دیواریں بھی ساتھ ساتھ ذکر بالجہر کر رہی تھیں۔

حضرت نے تقریباً بیس منٹ تک ذکر کیا اور چلے گئے۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ والد صاحب کا نقشہ ایسا بدلا کہ انہوں نے ذکر شروع کر دیا۔ مزید تین چار دن تک وہ زندہ رہے' زبان پر بس ذکر ہی چڑھ گیا اور ذکر ہی پر میرے والد کا انتقال ہوا۔

(الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر)

باب 5

# مقبولیت کے اسباب

- ...اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبولیت حاصل کرنے کے اسباب
- ...تقویٰ و خشیت
- ...اخلاص و للّٰہیت اور تواضع
- ...سادگی...ادب واحترام اور خدمت
- ...حکمت وبصیرت پر مبنی اندازِ تبلیغ
- ...مقبولین کا اپنے مخالفین سے مثالی برتاؤ
- ...صبر وتحمل اور حلم ودرگزر
- ...زہد وقناعت اور توکل واستغناء

## (فصل اوّل)

# اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کا ایک اہم سبب.... تقویٰ وخشیت

## ایک برگزیدہ خاتون کی خداخوفی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اسلمؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ کی گلیوں میں رات کی تاریکی میں گشت فرمار ہے تھے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ آپ جب گشت لگاتے لگاتے تھک گئے تو ایک دیوار کے کنارے بیٹھ گئے۔ اچانک گھر سے آواز آئی کوئی عورت اپنی بیٹی سے کہہ رہی ہے۔ ''بیٹی اُٹھ دودھ میں پانی ملا دے''۔

بیٹی کہتی ہے اماں آپ کو امیر المؤمنین کا حکم معلوم نہیں؟ ماں بولی! امیر المؤمنین نے کیا حکم دیا ہے؟ بیٹی نے کہا کہ امیر المومنین نے حکم دیا ہے کہ دودھ میں پانی نہ ملایا جائے۔ ماں بولی تو پانی ملا دے تجھے کونسا امیر المؤمنین اس وقت دیکھ رہے ہیں؟ بیٹی بولی! نہیں اماں ایسا نہیں ہوسکتا کہ میں لوگوں کے سامنے تو امیر المؤمنین کی اطاعت کروں اور خلوت میں ان کی نافرمانی کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ماں بیٹی کی یہ باتیں سن رہے تھے، غلام سے فرمایا، اسلم! اس دروازے پر نشان لگا دو اور اس جگہ کو یاد رکھو۔ صبح ہوئی تو آپ نے اسلم سے کہا کہ اسلم جاؤ دیکھ کر آؤ یہ باتیں کرنے والی عورتیں کون تھیں، اور آیا ان کے شوہر ہیں یا نہیں؟

حضرت فرماتے ہیں میں نے اس جگہ آکر معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ دودھ میں پانی ملانے کا مشورہ دینے والی عورت ماں ہے اور منع کرنے والی بیٹی ہے۔ جو غیر شادی شدہ

ہے اور گھر میں مرد کوئی نہیں ہے۔ یہ معلومات حاصل کر کے میں نے امیر المؤمنین کو اطلاع دی، آپ نے اپنے صاحبزادوں کو جمع کیا اور فرمایا تم میں سے کسی کو شادی کی ضرورت ہو تو بتلائے میں اس کی شادی اس لڑکی سے کیے دیتا ہوں، اگر مجھے نکاح کی ضرورت ہوتی تو میں خود اس لڑکی سے نکاح کرتا، حضرت عبداللہؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ دونوں نے عرض کیا کہ ہماری تو پہلے ہی بیویاں موجود ہیں مزید کی ضرورت نہیں حضرت عاصمؓ بولے ابا جان میری شادی نہیں ہوئی اس لئے اس سے میری شادی کر دیں، چنانچہ آپ نے اپنے صاحبزادے عاصم رضی اللہ عنہ کی شادی اس لڑکی سے کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک بیٹی عطا کی اس بیٹی سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ پیدا ہوئے۔ (صفۃ الصفوۃ)

اس لحاظ سے وہ لڑکی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی نانی ہوئی، حضرت عاصمؓ نانا ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پرنانا ہوئے۔

# عبید بن عمیر رحمہ اللہ کی خداخوفی

عبید بن عمیر مشہور تابعی گذرے ہیں.... اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی فصیح زبان دی تھی ان کی مجلس میں مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی بیٹھا کرتے تھے اور ان کی دل پر اثر کرنے والی گفتگو سے پھوٹ پھوٹ کر روتے تھے....

مکہ مکرمہ میں ایک جوان عورت تھی.... شادی شدہ تھی.... اللہ تعالیٰ نے اسے غیر معمولی حسن سے نوازا تھا یہ حسن بھی عجیب چیز ہے بڑے بڑے بہادر پہلوان اور سورما اس کے ایک انداز غلط نگاہ کے وار سے ڈھیر ہو کر بسمل کی طرح تڑپنے لگتے ہیں وہ بہادر جو کسی کے وارے میں نہ آتا تھا بسا اوقات حسن کی ایک بھولی سی نظر سے اس کے قلب وجگر کی حالت دگرگوں ہو جاتی تھی یہ خاتون ایک دن آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھ رہی تھی شوہر سے کہنے لگی ''کوئی شخص ایسا ہو سکتا ہے جو یہ چہرہ دیکھے اور اس پر فریفتہ نہ ہو'' شوہر نے کہا'' ہاں ایک شخص ہے'' کہنے لگی'' کون؟'' ''عبید بن عمیر'' اسے شرارت سوجھی.... کہنے لگی'' آپ مجھے اجازت دیں.... میں ابھی انہیں اسیر محبت بنائے دیتی ہوں'' شوہر نے کہا'' اجازت ہے'' وہ عبید بن عمیر کے پاس آئی

....کہا ''مجھے آپ سے تنہائی میں ایک ضروری مسئلہ پوچھنا ہے'' چنانچہ عبید بن عمیر مسجد حرام کے ایک گوشے میں اس کے ساتھ الگ کھڑے ہوگئے تو اس نے اپنے چہرے سے حجاب سرکایا اور اس کا چاند جیسا چہرہ قیامت ڈھانے لگا عبید نے اسے بے پردہ دیکھ کر فرمایا ''خدا کی بندی! اللہ سے ڈر'' کہنے لگی ''میں آپ پر فریفتہ ہوگئی ہوں....آپ میرے متعلق غور کر لیں'' دعوت گناہ کی طرف اشارہ تھا....عبید بن عمیر اس کے جھانسے میں آنے والے کب تھے....ان کی حالت تو کہہ رہی تھی....

اے بادِ بہاری! مت چھیڑ ہمیں، لگ رہ اپنی تجھے اٹھکیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

عبید نے اس سے کہا کہ میں تجھ سے چند سوالات پوچھتا ہوں اگر تو نے صحیح اور درست جوابات دیئے تو میں تیری دعوت پر غور کر سکتا ہوں اس نے حامی بھری....فرمایا ''موت کا فرشتہ تیری روح قبض کرنے آ جائے اس وقت تجھے یہ گناہ اچھا لگے گا؟'' کہنے لگی ''ہرگز نہیں'' فرمایا ''جواب درست'' فرمایا ''لوگوں کو ان کے اعمال نامہ دیئے جا رہے ہوں اور تجھے اپنے اعمال نامہ کے متعلق معلوم نہ ہو کہ دائیں ہاتھ میں ملے گا یا بائیں ہاتھ میں....اس وقت تجھے یہ گناہ اچھا لگے گا؟'' کہنے لگی ''ہرگز نہیں'' فرمایا ''جواب درست'' فرمایا ''پل صراط کو عبور کرتے ہوئے تجھے اس گناہ کی خواہش ہوگی؟'' کہنے لگی ''ہرگز نہیں'' فرمایا ''جواب درست'' فرمایا ''اللہ کے سامنے اپنے اعمال کے سوال و جواب کے لئے جس وقت تو کھڑی ہو اس وقت اس گناہ میں تجھے رغبت ہوگی؟'' کہنے لگی ''ہرگز نہیں'' فرمایا ''جواب درست'' اس کے بعد اسے مخاطب کر کے کہا ''اللہ کی بندی! اللہ سے ڈر....اللہ نے تجھ پر انعام و احسان کیا ہے....اس کی نافرمانی نہ کر'' چنانچہ وہ گھر لوٹی تو اس کے دل کی کائنات بدل چکی تھی....دنیوی لذتیں اور شوخیاں اسے بے حقیقت معلوم ہونے لگیں....شوہر نے پوچھا ''کیا ہوا؟'' کہنے لگی ''مرد اگر عبادت کر سکتے ہیں تو ہم عورتیں کیوں نہیں کر سکتیں....ہم کیوں پیچھے رہیں'' اور اس کے بعد نماز روزہ اور عبادت میں منہمک ہو کر ایک عابدہ اور پرہیزگار خاتون بن گئی....اس کا آزاد منش شوہر اس کی حالت دیکھ کر کہا کرتا تھا ''مجھے عبید بن عمیر کے پاس شرارت کے لئے بیوی بھیجنے کا کس نے مشورہ دیا تھا اس نے تو میری بیوی

بگاڑ کر رکھ دی پہلے ہماری ہر رات شب زفاف تھی اب اس کی ہر شب.... شب عبادت بن گئی وہ راتوں کو عبادت میں مشغول ہو کر راہبہ بن چکی ہے....'' (کتاب التفات للمحلی.... ج:۲ ص:۱۱۹)

واقعتاً مرد مؤمن کی نگاہ ایمان افروز سے بسا اوقات دل کی دنیا میں انقلاب آجاتا ہے.... اور عقل وخرد کی شوخی ومستی.... جلوہ ایمان کے سامنے دم توڑنے لگتی ہے.....

جلووں نے اہل ہوش کو کیسے شکست فاش دی
آئے تھے انکو ڈھونڈنے خود سے بھی بے خبر ہو گئے

## خوفِ خدا کا حامل ہی خدا کے نزدیک عالم ہے

خدائے پاک کا ارشاد ہے..اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا
اللہ کے بندوں میں خوف خشیت کے حامل علماء ہیں۔

فائدہ..اس کی تفسیر میں ربیع ابن انس رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں..''جسے خوف خدا نہ ہو وہ عالم ہی نہیں..'' حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں..

''جو خدا سے خوف کرتا ہو وہی عالم ہے..'' (تفسیر القرطبی..331/7)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں اس آیت کی تفسیر میں شیخ شہاب الدین سہروردی کا قول لکھتے ہیں کہ'' آیت مبارکہ اس بات کی تعریض ہے کہ جسے خوف وخشیت نصیب نہیں وہ عالم نہیں..''

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''جو میں جانتا ہوں اگر وہ تم جان لو تو زیادہ رونے اور کم ہنسنے لگو'' چنانچہ کہتے ہیں'' عالم تو وہی ہے جو اللہ پاک سے ڈرتا رہتا ہو..'' (تفسیر مظہری..57/8)

علامہ ابوالفرج ابن جوزی اپنی تفسیر زاد المسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں..اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری مخلوقات میں مجھ سے وہی لوگ ڈرتے ہیں جو میری جبروت' میری عزت' میری سلطنت سے واقف ہوتے ہیں..

چنانچہ حضرت مجاہد اور شعبی عالم اسی کو قرار دیتے ہیں جو خدا سے (اس کی گرفت سے

گناہ پر) ڈرتا ہو.. ربیع بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''جو ڈرتا نہیں (گناہ کیے جاتا ہے) وہ عالم نہیں ہو سکتا..'' (زاد المسیر.. 486/6)

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں' کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ جنہیں اس بات کا علم حاصل ہے کہ اللہ پاک ہر شئی پر قادر ہے اس کے بندوں میں خدا رحمٰن کے عالم وہی ہیں جو بالکل شرک سے مبرا ہوں اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھیں (یعنی حلال کو اختیار کرتے ہوئے حرام اور ممنوعاتِ شرعیہ سے بچتے ہوں) اس کی نصیحت کو یاد رکھتے ہوں اس کی ملاقات کا یقین اور اپنے کیے ہوئے اعمال کے حساب پر ان کو یقین ہو..

حضرت سعید بن زبیر فرماتے ہیں کہ

''خوف خشیت ہی خدا کی نافرمانی اور معصیت سے روک سکتی ہے..''

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''جو خلوت اور تنہائی میں بھی خدا سے ڈرتا ہو (یہ نہیں کہ مخلوق کے سامنے رسوا ہونے کی وجہ سے ظاہراً گناہ سے بچتا ہو اور جہاں یہ خوف نہ ہو وہاں گناہ بسہولت کر لیتا ہو) خدا کی پسند کردہ چیزوں کی طرف رغبت ہو اور خدائے پاک کو جو چیزیں ناپسند ہوں غیظ و غضب کا باعث ہو یعنی گناہ کبیرہ سے احتراز کرتا ہو..''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ''بہت سی احادیث کا یاد کر لینا یا بہت باتیں کرنا کوئی علم نہیں بلکہ علم وہ ہے جس کے ساتھ اللہ کا خوف ہو..''

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''علم کثرتِ روایت (یعنی ظاہری علم جو نصاب کی کتابوں کے یاد کرنے سے حاصل ہوتی ہے) کا نام نہیں.. بلکہ وہ ایک نور ہے جو اللہ پاک دل میں ڈالتا ہے.. (جس کی وجہ سے خدا کی معرفت سے واقف ہو جاتا ہے اور پھر اس کی اطاعت کرنے لگتا ہے اور اس کی گرفت و گناہ سے ڈر کر بچنے لگتا ہے)''

چنانچہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر اور مراد لکھتے ہوئے فرماتے ہیں ''اس کے خوف کو کما حقہ وہی لوگ حاصل کر سکتے ہیں یعنی وہی لوگ جو خدا سے ڈرنے والے ہو سکتے ہیں جو علماء عارفین ہیں کیونکہ جس قدر معرفت الٰہی ہوگی علم میں کمال ہوگا خشیت اور خوف بھی زیادہ

ہوگا..'' (کیا نہیں دیکھتے کہ مضر اور زہر یلی اشیاء سے بچے نہیں ڈرتے بڑے جو اس کی مضرت اور نقصان سے واقف ہیں ڈرتے ہیں)..(مختصر ابن کثیر 146/3)

مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ معارف قرآن میں لکھتے ہیں ''معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک صرف عربی جاننے کا نام علم اور جاننے والے کا نام عالم نہیں (جیسا کہ آج کل مدرسہ میں محض پڑھنے اور نصاب کے پورے کرنے والے کو سمجھا جاتا ہے) جس میں خشیت نہیں وہ قرآن کی اصطلاح میں عالم نہیں..'' (معارف القرآن.. 338/7)

## شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے شاگرد کی خدا خوفی

حضرت حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں..

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شاگرد تھا، اس کو ایک مرتبہ کسی عورت نے بہانے سے گھر میں بلوایا کہ ایک مریض ہے اس کو پڑھ کر دم کر دیجئے..وہ سادہ آدمی تھا بیچارہ، جب گھر میں گیا تو دروازے بند..تب اس کو پتہ چلا کہ اس خاتون کی تو نیت ٹھیک نہیں..

اب کیسے گناہ سے بچے؟ اس نے فوراً بہانہ کیا کہ مجھے Toilet جانے کی ضرورت ہے.. چنانچہ وہ Toilet میں چلا گیا..وہاں جا کر جو گندگی پڑی ہوئی تھی اس نے وہ گندگی اپنے جسم پر مل لی..جب باہر نکلا تو بُو کے بھبھوکے آ رہے تھے..

جب وہ اس عورت کے قریب آیا تو اتنی بو آ رہی تھی..اس نے کہا مجھے کیا پتہ کہ تم اتنے کمینے اور اتنے بیوقوف انسان ہو..دفع ہو جاؤ یہاں سے..

چنانچہ دروازہ کھولا، اس نے اپنا ایمان بچایا نکل آیا..اب رو رہا تھا کہ راستے میں لوگوں کو بو آئی تو میں کیا جواب دوں گا..سیدھا مدرسے پہنچا..وہاں جا کر غسل خانے میں کپڑے بھی پاک کئے، دھوئے، غسل بھی کیا اور گیلے کپڑے پہن کر حضرت کے درس کے اندر آ کر پیچھے بیٹھ گیا..یہ کبھی لیٹ نہیں آیا تھا، اس دن لیٹ ہو گیا..تھوڑی دیر کے بعد حضرت نے درس دینے کے دوران رک کر پوچھا ارے تم میں سے آج اتنی تیز خوشبو لگا کر کون آیا..لڑکوں نے جب ادھر ادھر دیکھا..ایک لڑکے نے بتایا کہ جو یہ نیا لڑکا آیا ہے ابھی، دیر سے، اس نے خوشبو لگائی ہے..

حضرت نے قریب بلایا.. فرمایا کہ تم نے اتنی تیز خوشبو کیوں لگائی؟ جب بار بار پوچھا تو بتانا پڑا.. اس کی آنکھوں میں سے آنسو آ گئے، اس نے واقعہ سنایا.. کہنے لگا حضرت! میں نے تو دامن کو بچانے کیلئے عزت کو بچانے کے لئے اپنے جسم پر گندگی کو لگایا تھا لیکن اب میں نہا بھی چکا، دھو بھی چکا جہاں جہاں گندگی لگائی تھی.. میرے جسم کے ان ان حصوں سے خوشبو آ رہی ہے.. چنانچہ جب تک یہ نوجوان زندہ رہا اس کے جسم سے مشک کی خوشبو آتی رہی..

کتابوں میں لکھا ہے اسی وجہ سے ان کا نام خواجہ مشکی پڑ گیا تھا.. لوگ انہیں خواجہ مشکی کہتے تھے.. کہ جہاں جہاں انہوں نے گناہ سے بچنے کے لئے گندگی لگائی تھی.. ان کے جسم کی ان جگہوں سے خوشبو آیا کرتی تھی.. (خطبات فقیر ج19)

# ایک نوجوان کی خدا خوفی

شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں دارالعلوم میں اپنے دفتر میں بیٹھا ہوا تھا.... اس وقت ایک نوجوان میرے پاس آیا.... اس نوجوان میں سر سے لے کر پاؤں تک ظاہری اعتبار سے اسلامی وضع قطع کی کوئی بات نظر نہیں آ رہی تھی.... مغربی لباس میں ملبوس تھا.... اس کی ظاہری شکل دیکھ کر بالکل اس کا پتہ نہیں چل رہا تھا کہ اس کے اندر بھی دینداری کی کوئی بات موجود ہوگی.... میرے پاس آ کر کہنے لگا کہ میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھنے آیا ہوں.... میں نے کہا کہ کیا مسئلہ ہے؟

وہ کہنے لگا کہ مسئلہ یہ ہے کہ میں ''ا کچوری'' ''ماہر شماریات'' (Actuary) ہوں.... (انشورنس کمپنیوں میں جو حسابات وغیرہ لگائے جاتے ہیں کہ کتنا ''پریمیم'' ہونا چاہئے اور انشورنس کی کتنی رقم ہونی چاہئے.... اس قسم کے حسابات کے لئے ''ا کچوری'' رکھا جاتا ہے.... اس زمانے میں پاکستان بھر میں کہیں بھی یہ علم نہیں پڑھایا جاتا تھا.... پھر اس نوجوان نے کہا کہ میں نے یہ علم حاصل کرنے کے لئے ''انگلینڈ'' کا سفر کیا اور وہاں سے یہ حاصل کر کے آیا ہوں (اس وقت پورے پاکستان میں اس فن کو جاننے والے دو تین سے زیادہ نہیں تھے.... اور جو شخص ''ماہر شماریات'' بن جاتا ہے وہ انشورنس کمپنی کے علاوہ کسی اور جگہ پر کام کرنے

کے قابل نہیں رہتا.... بہر حال.... اس نوجوان نے کہا کہ) اور میں نے یہاں آ کر ایک انشورنس کمپنی میں ملازمت کرلی....اور چونکہ پاکستان بھر میں اس کے ماہر بہت کم تھے.... اس لئے ان کی مانگ بھی بہت تھی....اوران کی تنخواہ اور سہولتیں بھی بہت زیادہ تھیں....اس لئے میری تنخواہ اور سہولتیں بھی بہت زیادہ ہیں....

لہٰذا میں نے یہ ملازمت اختیار کرلی....جب یہ سب کچھ ہوگیا.... تعلیم حاصل کرلی.... ملازمت اختیار کرلی....تو اب مجھے کسی نے بتایا کہ یہ انشورنس کا کام حرام ہے....جائز نہیں ....اب میں آپ سے اس کی تصدیق کرنے آیا ہوں کہ واقعتہً یہ حرام ہے یا حلال ہے؟

میں نے اس سے کہا کہ اس وقت انشورنس کی جتنی صورتیں رائج ہیں....ان میں کسی میں سود ہے....کسی میں جوا ہے....اس لئے وہ سب حرام ہیں....اوراس وجہ سے انشورنس کمپنی میں ملازمت بھی جائز نہیں....البتہ ہمارے بزرگ یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی بینک میں یا انشورنس کمپنی میں ملازم ہو....تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے لئے دوسرا حلال اور جائز ذریعہ معاش تلاش کرے....اور اہتمام اور کوشش کے ساتھ اس طرح تلاش کرے جیسے ایک بے روزگار تلاش کرتا ہے....اور جب اس کو دوسرا حلال ذریعہ آمدنی مل جائے....تو اس وقت اس حرام ذریعہ کو چھوڑ دے.... یہ بات ہمارے بزرگ اس لئے فرماتے ہیں کہ کچھ پتہ نہیں کہ کس کے حالات کیسے ہوں....اب اگر کوئی شخص فوراً اس حرام ذریعہ کو چھوڑ دے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی پریشانی میں مبتلا ہو جائے....پھر شیطان آ کر اس کو یہ بہکا دے کہ دیکھو تم دین پر عمل کرنے چلے تھے تو اس کے نتیجے میں تم پر یہ مصیبت آ گئی....اس لئے ہمارے بزرگ فرماتے ہیں کہ اس حرام ملازمت کو فوراً مت چھوڑو.... بلکہ دوسری جگہ ملازمت تلاش کرو.... جب حلال روزگار مل جائے تو اس وقت اس کو چھوڑ دینا....

میرا یہ جواب سن کر وہ نوجوان مجھ سے کہنے لگا کہ مولانا صاحب! میں آپ سے یہ مشورہ لینے نہیں آیا کہ ملازمت چھوڑوں یا نہ چھوڑوں؟

میں آپ سے صرف یہ پوچھنے آیا ہوں کہ یہ کام حلال ہے یا حرام ہے؟

میں نے اس سے کہا کہ حلال اور حرام ہونے کے بارے میں بھی میں نے تمہیں بتا دیا

....اور ساتھ میں بزرگوں سے جو بات سنی تھی....وہ بھی آپ کو بتادی....اس نوجوان نے کہا کہ آپ مجھے اس کا مشورہ نہ دیں کہ میں ملازمت چھوڑوں یا نہ چھوڑوں....بس! آپ مجھے صاف اور دوٹوک لفظوں میں بتادیں کہ یہ ملازمت حلال ہے یا نہیں؟

میں نے کہا حرام ہے....اس نوجوان نے کہا کہ یہ بتائیں کہ اس کو "اللہ" نے حرام کیا ہے یا آپ نے حرام کیا ہے؟ میں نے کہا کہ اللہ نے حرام کیا ہے....اس نوجوان نے کہا جس اللہ نے اس کو حرام کیا ہے وہ مجھے رزق سے محروم نہیں کرے گا....لہٰذا اب میں یہاں سے اس دفتر میں واپس نہیں جاؤں گا....جب اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے تو وہ ایسا نہیں کرے گا کہ مجھ پر رزق کے دروازے بند کردے....لہٰذا میں آج ہی سے اس کو چھوڑتا ہوں....

(اصلاحی خطبات ج ۱۰)

# ایک نوجوان جو مقبولِ خدا ہو گیا

ایک نوجوان سے ہمیشہ مشک اور عنبر کی خوشبو مہکتی تھی، اس کے کسی متعلق نے اس سے کہا کہ آپ ہمیشہ اتنی عمدہ ترین خوشبو میں معطر رہتے ہیں، اس میں کتنا پیسہ بلاوجہ خرچ کرتے رہتے ہیں؟ اس پر نوجوان نے جواب دیا کہ میں نے زندگی میں کوئی خوشبو نہیں خریدی، اور نہ ہی کوئی خوشبو لگائی، سائل نے کہا: تو پھر یہ خوشبو کہاں سے اور کیسے مہکتی ہے؟ نوجوان نے کہا کہ یہ ایک راز ہے جو بتلانے کا نہیں، سائل نے کہا آپ بتلا دیجئے شاید اس سے ہم کو بھی فائدہ ہوگا۔

نوجوان نے اپنا واقعہ سنایا کہ میرے باپ تاجر تھے، گھریلو سامان فروخت کیا کرتے تھے، میں ان کے ساتھ دوکان میں بیٹھا تھا، ایک بوڑھی عورت نے آ کر کچھ سامان خریدا، اور والد صاحب سے کہا کہ آپ لڑکے کو میرے ساتھ بھیج دیجئے۔ تا کہ میں اس کے ساتھ سامان کی قیمت بھیج دوں۔ میں اس بوڑھی عورت کے ساتھ گیا تو ایک نہایت خوبصورت گھر میں پہنچا، اور اس میں ایک نہایت خوبصورت کمرے میں ایک مسہری پر ایک نہایت خوب صورت لڑکی موجود تھی، وہ مجھ کو دیکھتے ہی میری طرف متوجہ ہوئی، کیونکہ میں بھی نہایت حسین ہوں۔ میں نے اس کی خواہش پوری کرنے سے انکار کیا، تو اس نے مجھے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا، فوراً

اللہ پاک نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی۔ میں نے کہا کہ مجھے قضاء حاجت کے لئے بیت الخلاء جانے کی ضرورت ہے۔ اس نے فوراً اپنی باندیوں اور خادموں سے کہا کہ جلدی سے بیت الخلاء ان کے لئے صاف کردو۔ میں نے بیت الخلاء میں داخل ہوکر خود اجابت کر کے نجاست کو اپنے بدن اور کپڑوں پر مل لیا۔ اور اسی حالت میں باہر آیا۔ جب مجھے اس حالت میں دیکھا تو اس نے کہا: اسے فوراً یہاں سے باہر نکال دو! یہ مجنون ہے۔

میرے پاس ایک درہم تھا، میں نے اس سے ایک صابن خرید کر ایک نہر میں جا کر غسل کیا، اور کپڑے بھی دھو کر پہن لئے اور میں نے یہ راز کسی کو بتلایا نہیں۔

جب میں اسی رات میں سویا تو خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ نے آ کر مجھ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم کو جنت کی بشارت ہے۔ اور گناہ سے بچنے کے لئے جو تدبیر تم نے اختیار کی تھی۔ اس کے بدلہ میں تم کو یہ خوشبو پیش کی جارہی ہے۔ چنانچہ میرے پورے بدن پر وہ خوشبو لگائی گئی جو میرے بدن اور کپڑوں سے ہر وقت مہکتی رہتی ہے جو آج تک لوگ محسوس کرتے ہیں۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (الترغیب والترہیب)

## دین کا ایک طالب علم اور خوف آخرت

ہندوستان میں ایک شہر میں ایک نوجوان لڑکی اپنے عزیزوں کے گھر سے رات کے وقت اپنے گھر جارہی تھی کہ اچانک شہر میں ہندو مسلم فساد شروع ہوگیا جس محلے سے وہ گزر رہی تھی اس میں ہندوؤں کی اکثریت تھی.. لڑکی پریشان ہوگئی کہ اب کیا کرنا ہے.. ہندوؤں نے دیکھ لیا تو میری عزت کا خطرہ بھی ہے.. سامنے وہ ایک مسجد میں گھس گئی.. مسجد کا مؤذن ایک طالب علم تھا.. وہ مسجد میں رہتا تھا.. جب اس نے دیکھا کہ ایک نوجوان خاتون اندر آگئی تو اس نے خدا تعالیٰ کا واسطہ دیا کہ تم یہاں سے چلی جاؤ.. میری عزت خراب نہ کرو.. لوگوں کو پتہ چلا کہ رات کے وقت مسجد میں کوئی لڑکی آئی تھی.. میری بدنامی کا مسئلہ ہے.. لڑکی نے کہا.. حافظ صاحب آپ خود سوچ لیں کہ باہر جا کر ہندو کیا میری عزت خراب نہیں کریں گے؟

یہ اللہ پاک کا گھر ہے.. میں رات یہیں گزار لیتی ہوں.. طالب علم نے کہا کہ مسجد کے اندر ایک کونہ میں بیٹھ جاؤ اور خود طالب علم دوسرے کونے میں بیٹھ کر کتاب پڑھنے لگا.. سامنے موم بتی جل رہی تھی.. طالب علم بار بار انگلی موم بتی کے اوپر رکھتا تھا اور انگلی کو جلاتا تھا.. ساری انگلیاں جلا ڈالیں.. لڑکی دیکھ رہی تھی جب صبح قریب ہونے لگی اور فساد تقریباً ختم ہوگیا.. تو طالب علم نے کہا بی بی اب گھر چلی جاؤ.. آذان کا وقت ہونے والا ہے.. لوگ کہیں ہمیں دیکھ نہ لیں.. لڑکی نے کہا.. میں تب جاؤں گی کہ آپ پہلے یہ بتلائیں کہ آپ نے اپنی انگلیوں کو کیوں جلا دیا..

طالب علم نے بتایا کہ شیطان ہر جگہ ہوتا ہے.. شیطان جب مجھے گناہ کا خیال دل میں ڈالتا تو میں انگلی موم بتی کے اوپر رکھتا اور اپنے آپ کو کہتا کہ تو اس معمولی آگ کو برداشت نہیں کر سکتا ہے.. اگر گناہ کر لیا تو آخرت کی آگ اس سے کہیں زیادہ گرم ہوگی.. تو اس طرح بار بار شیطان غلط خیال دل میں ڈالتا اور یوں میں نے ساری انگلیاں جلا دیں.. اس کے بعد لڑکی اپنے گھر پہنچ گئی..

چند دن کے بعد لڑکی کے لیے ایک اونچے خاندان سے رشتہ آیا.. لڑکی نے انکار کیا اور اپنے والدین سے کہا کہ میں نے اس طالب علم کے ساتھ شادی کرنی ہے جو فلاں مسجد میں رہتا ہے.. پھر پوری بات بتلا دی اور لڑکی نے کہا کہ اس طالب علم کے دل میں خوف خدا ہے اور نیک لڑکا ہے آخر اس کے ماں باپ راضی ہو گئے.. اور اسی طالب علم کے ساتھ اس کی شادی ہوگئی.. لڑکی والوں نے اس کیلئے مکان بھی بنوایا.. (آداب المتعلمین بحوالہ در نایاب)

# انابت وتقویٰ سے آراستہ اکابر مقبولین

اللہ تعالیٰ جن حضرات کو مقبولیت عطا فرماتے ہیں، انہیں انابت وتقویٰ سے آراستہ فرماتے ہیں۔ اسلامی تاریخ کے روشن واقعات اس پر گواہ ہیں کہ تمام مقبولین متقین اور انابت سے مزین تھے۔ ذیل میں اپنے اکابر کی سوانح سے چند واقعات نقل کیے جاتے ہیں کہ ان حضرات کی مقبولیت کی ایک اہم وجہ یہی انابت وتقویٰ تھی۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنی تالیف ''اکابر دیوبند کیا تھے؟'' میں تحریر فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے ہمارے اکابر حضرات کو انابت وتقویٰ کے ایسے سانچوں میں ڈھالا تھا کہ یہ ''سیماھم فی وجوھھم'' کی مثال بن گئے تھے اور لوگ ان کے چہرے دیکھ کر اسلام قبول کرتے تھے...

## نورانی چہرے سے اسلام کی حقانیت

مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مظفر گڑھ کے سفر میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا، ملتان چھاؤنی کے اسٹیشن پر فجر کی نماز سے قبل حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ گاڑی کے انتظار میں تشریف فرما تھے، اردگرد خدام کا مجمع تھا۔

ریلوے کے ایک ہندو بابو صاحب لیمپ ہاتھ میں لیے آرہے تھے، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا منور چہرہ دیکھ کر سامنے کھڑے ہوگئے اور زار وقطار رونے لگے اور پھر یہ زیارت ہی ان کے ایمان کا ذریعہ بن گئی... وہ کہتے تھے کہ ان بزرگوں کا روشن چہرہ دیکھ کر مجھے یقین ہوگیا کہ اسلام سچا دین ہے... (انوار انوری، ص:۴۰)

# ذکرِ خدا سے خوشی

تمام اکابر دیو بند کا مشترک رنگ یہ تھا کہ وہ حروف ونقوش کے کتابی علم کو اس وقت تک اہمیت نہیں دیتے تھے جب تک اس کے ساتھ انابت الی اللہ اور صلاح وتقویٰ نہ ہو... حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب خانقاہ تھانہ بھون میں مدرسہ امدادیہ قائم فرمایا تو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ کو اس کی اطلاع دی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں تحریر فرمایا: ''اچھا ہے بھائی مگر خوشی تو جب ہوگی جب یہاں اللہ اللہ کرنے والے جمع ہو جاویں گے...'' (ارواح ثلاثہ، ص:۲۴۳، نمبر ۳۶۷)

# دار العلوم کا امتیاز

چنانچہ دار العلوم دیو بند کی بنیادی انابت الی اللہ پر تھی، راقم الحروف (مراد مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ) کے جد امجد حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب قدس سرہ فرماتے تھے کہ ''ہم نے دار العلوم کا وہ وقت دیکھا ہے جس میں صدر مدرس سے لے کر ادنیٰ مدرس تک اور مہتمم سے لے کر دربان اور چپڑاسی تک سب کے سب صاحب نسبت بزرگ اور اولیاء اللہ تھے... دار العلوم اس زمانہ میں دن کو دار العلوم اور رات کو خانقاہ معلوم ہوتا تھا کہ اکثر حجروں سے آخر شب میں تلاوت اور ذکر کی آوازیں سنائی دیتی تھیں اور درحقیقت یہی اس دار العلوم کا طغرائے امتیاز تھا...'' (میرے والد ماجد، از حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم، ص:۵۳)

# مولانا رفیع الدین رحمہ اللہ

دار العلوم دیو بند کے دوسرے مہتمم حضرت مولانا رفیع الدین صاحب قدس سرہ اگرچہ ضابطے کے عالم نہ تھے لیکن حضرت شاہ عبد الغنی صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اور اس درجے کے بزرگ تھے کہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک موقع پر فرمایا تھا: ''مولانا رفیع الدین صاحب اور حضرت مولانا گنگوہی رحمہم اللہ میں سوائے اس کے کوئی فرق نہیں کہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ عالم ہیں اور وہ عالم نہیں ورنہ نسبت باطنی کے

لحاظ سے دونوں ایک درجہ کے ہیں...'' (اشرف السوانح، ج:۱،ص:۱۳۹)

ان کا واقعہ ہے کہ انہوں نے ایک گائے پال رکھی تھی جس کی دیکھ بھال ایک خادم کے سپرد تھی... ایک روز اتفاقاً وہ خادم کسی وجہ سے گائے کو مدرسہ کے صحن میں باندھ کر کسی کام کو چلا گیا... دیوبند کے باشندے کوئی صاحب اِدھر آ نکلے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی گائے کو مدرسہ کے صحن میں دیکھا تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی کہ ''کیا مدرسہ کا صحن آپ کی گائے پالنے کے لیے ہے؟'' مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کوئی عذر بیان کرنے کے بجائے یہ گائے دارالعلوم ہی کو دے دی اور قصہ ختم کر دیا حالانکہ مولانا کا عذر بالکل واضح اور ظاہر تھا مگر یہ حضرات اپنے نفس کی طرف سے مدافعت کا پہلو اختیار ہی نہ کرتے تھے... (میرے والد ماجد، ص:۶۰)

## مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی رحمہ اللہ

مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں: حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے اس دور کے مہتمم تھے... جب دارالعلوم کا کام بہت زیادہ پھیل گیا تھا، طلبہ کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز تھی... بہت سے نئے شعبے قائم ہو چکے تھے اور ان کا انتظام شبانہ روز مصروفیات کے بغیر ممکن نہ تھا لیکن احقر نے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم سے سنا ہے کہ اس دور میں بھی نماز اور تلاوت کے دیگر معمولات کے علاوہ روزانہ سوا لاکھ اسم ذات کا معمول کبھی قضا نہیں ہوتا تھا اور اللہ پر توکل کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ دارالعلوم کی انتظامیہ کے خلاف ایک شدید طوفان اُٹھا اور بعض لوگ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جان کے بھی دشمن ہو گئے، ایسے حالات میں وہ رات کو دارالعلوم کی کھلی چھت پر تن تنہا سوتے تھے، بعض بہی خواہوں نے عرض کیا کہ ایسے حالات میں آپ کو اس طرح نہ سونا چاہیے بلکہ احتیاط کے مدنظر کمرے کے اندر سونا چاہیے... مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا کہ میں تو اس باپ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کا بیٹا ہوں جس کے جنازے کو چار اُٹھانے والے بھی میسر نہ آئے اور جسے رات

کے اندھیرے میں بقیع کی نذر کیا گیا... لہٰذا مجھے موت کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے... (یہ واقعہ احقر نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم سے سنا ہے... م ت ع)

یہ دیوبند کے وہ بزرگ ہیں جو خالص انتظامی کاموں میں مصروف تھے اور جیسا کہ انتظامی اُمور کا خاصہ ہے وہ بعض مرتبہ موردِ اعتراض بھی بنے اور عموماً اولیاء اللہ کی فہرست میں ان کا شمار نہیں ہوتا: قیاس کن زگلستان من بہار مرا (بحوالہ اکابر دیوبند کیا تھے؟)

# شیخ الہند رحمہ اللہ کی تواضع وانابت

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ سارا دن تعلیم و تدریس کی محنت اُٹھانے کے باوجود رات کو دو بجے بیدار ہو جاتے اور فجر تک نوافل وذکر میں مشغول رہتے تھے اور رمضان المبارک میں تو تمام رات جاگنے کا معمول تھا... حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تراویح سحری سے ذرا پہلے تک جاری رہتی تھی اور مختلف حفاظ کئی کئی پارے سناتے تھے، یہاں تک کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں پر ورم آجاتا اور "حتی تورمت قدماہ" کی سنت نبویہ نصیب ہوتی تھی...

ایک مرتبہ خوراک اور نیند کی کمی اور طویل قیام کے اثر سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ضعف بہت زیادہ ہو گیا... اس کے باوجود رات بھر کی تراویح کا یہ معمول ترک نہیں فرمایا... آخر مجبور ہو کر گھر کی خواتین نے تراویح کے امام مولوی کفایت اللہ صاحب کو کہلایا کہ آج کسی بہانے سے تھوڑا سا پڑھ کر اپنی طبیعت کے کسل اور گرانی کا عذر کر دیجئے... حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دوسروں کی راحت کا بہت خیال رہتا تھا اس لیے خوشی سے منظور کر لیا... تراویح ختم ہوگئی اور اندر حافظ صاحب لیٹ گئے اور باہر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ لیکن تھوڑی دیر بعد حافظ صاحب نے محسوس کیا کہ کوئی شخص آہستہ آہستہ پاؤں دبا رہا ہے، انہوں نے ہوشیار ہو کر دیکھا تو خود حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ تھے... ان کی حیرت وندامت کا کچھ ٹھکانہ نہ رہا... وہ اُٹھ کر کھڑے ہو گئے لیکن مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ: "نہیں بھائی! کیا حرج ہے؟ تمہاری طبیعت اچھی نہیں، ذرا راحت آجائے گی..." (حیات شیخ الہند رحمہ اللہ، از مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ، ص: ۱۸۹)

# علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا واقعہ

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا علم وفضل اور حیرت انگیز حافظہ اس قدر مشہور ہوا کہ ان کی دوسری خوبیاں اس میں گم ہوگئیں ورنہ انابت وتقویٰ اور سلوک و تصوف میں بھی انہیں ممتاز مقام حاصل تھا...

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہم سے انہوں نے خود بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ میں کشمیر سے آرہا تھا... راستہ میں ایک صاحب مل گئے جو پنجاب کے ایک مشہور پیر کے مرید تھے، ان کی خواہش اور ترغیب یہ تھی کہ میں بھی ان پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوں...

اتفاق سے وہ مقام میرے راستے میں پڑتا تھا... اس لیے میں نے بھی ارادہ کرلیا... ہم پیر صاحب کے پاس پہنچے تو وہ بڑے اکرام سے پیش آئے، کچھ باتیں ہوئیں، پھر وہ مریدین کی طرف متوجہ ہوگئے اور ان پر توجہ ڈالنی شروع کی جس سے وہ بیہوش ہو ہو کر لوٹنے اور تڑپنے لگے... میں یہ سب کچھ دیکھتا رہا...

پھر میں نے کہا "میرا جی چاہتا ہے کہ اگر مجھ پر بھی یہ حالت طاری ہوسکے تو مجھ پر آپ توجہ فرمائیں..." انہوں نے توجہ دینی شروع کی اور میں اللہ تعالیٰ کے ایک اسم پاک کا مراقبہ کر کے بیٹھ گیا... بے چاروں نے بہت زور لگایا لیکن مجھ پر کچھ اثر نہ ہوا، کچھ دیر کے بعد انہوں نے خود فرمایا کہ آپ پر اثر نہیں پڑسکتا...

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ بتاتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ سنا کر غیر معمولی جوش کے ساتھ فرمایا:

"کچھ نہیں ہے، لوگوں کو متاثر کرنے کے لیے ایک کرشمہ ہے ان باتوں کا، خدا رسیدگی سے کوئی تعلق نہیں، اگر کوئی چاہے اور استعداد ہو تو ان شاء اللہ تین دن میں یہ بات ہوسکتی ہے کہ قلب سے اللہ اللہ کی آواز سنائی دینے لگے... لیکن یہ بھی کچھ نہیں... اصل چیز تو بس احسانی کیفیت اور شریعت وسنت پر استقامت ہے..."

(حیات انور، ص: ۱۵۵ تا ۱۵۷، بحوالہ اکابر دیوبند کیا تھے؟)

# صلحاء کی نقل پر مقبولیت

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے خلیفہ حضرت مولانا محمد ضمیر الدین رحمہ اللہ (م ۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء) تحریر فرماتے ہیں۔

''ایک شہر میں اتفاقیہ چند ڈاکو جا پہنچے آپس میں کہنے لگے کہ ہوشیاری سے کام لینا چاہیے تاکہ ہم پکڑے نہ جائیں ان کے سردار نے کہا کہ سب کے سب درویش صورت بن جاؤ، وہ بولے حضور یہ کیوں کر؟ سردار نے جواب دیا سب کپڑے رنگوالو اور ہاتھ میں ایک تسبیح لے کر سبحان اللہ سبحان اللہ کرتے رہو جہاں بھی جاؤ سوائے سبحان اللہ کے اور کچھ زبان پر مت لاؤ، چنانچہ سب شہر میں داخل ہو کر مہمان سرا میں ٹھہرے ایک مکان میں سارے حلقہ باندھ کر بیٹھ گئے اور درمیان میں سردار بھی ایک لمبی چوڑی تسبیح لے کر بیٹھ گیا سب کے سب سوائے سبحان اللہ کے لب کشائی نہیں کرتے تھے۔

یہاں تک کہ تمام شہر میں مشہور ہو گیا کہ مہمان سرا میں ایک درویش صاحب باہر سے تشریف لائے ہیں سوا ذکر خدا کے ان کی زبان پر اور کچھ شغل نہیں ہے۔ شہر کے سب باشندے دور سے آ کر مصافحہ کرنے لگے اور اپنی حاجتیں بھی ظاہر کرنے لگے۔ اس شہر کے بادشاہ نے بھی ایک دن مع فوج کے آ کر عرض کیا کہ درویش صاحب ہماری زہے قسمت کہ آپ نے ہمارے شہر میں قدم رنجہ فرمایا ہم کو بھی فیض حاصل ہوگا اور سب کی دعوت کی کہ آج غریب خانہ پر تشریف لائیں درویش صاحب نے بھی دعوت قبول کر لی۔

بادشاہ کا ایک لڑکا مدت سے مرض فالج میں مبتلا تھا بہت علاج کیا مگر کچھ نفع نہیں ہوا، بادشاہ نے کھانا کھلانے کے بعد درویش صاحب سے یہ تمنا ظاہر کی کہ آپ مقبول بارگاہ ہیں ہمارے اس لڑکے کے حق میں دعائے خیر کیجئے۔ تاکہ اللہ پاک اس کو شفا بخشے کیونکہ اس کے سوا میرا اور کوئی فرزند نہیں جس کو دیکھ کر میں خوش ہوں، درویش صاحب مع کل مریدین کے ہاتھ اٹھا کر نہایت عجز و انکسار سے دعا کرنے لگے۔

اے بار خدایا! اگرچہ ہم سب گنہگار ہیں لیکن تیرے بنائے ہوئے بندے تو ہیں تیرا اور

چھوڑ کر کہاں گریہ وزاری کریں آج ہماری شرم تو ہی رکھنے والا ہے ادھر ان کا رونا تھا اُدھر دریائے رحمت خداوندی کا جوش میں آنا اور اسی وقت دعا قبول ہوئی اور شاہزادے نے آرام پایا بس اس رحمت الٰہی کو درویش دیکھ کر دل میں کہنے لگا کہ ہم نے لوگوں کے دکھانے کے لئے یہ مکر گانٹھ کر عابدوں کی سی صورت بنائی تھی۔

اس ریاکاری میں جب یہ نتیجہ برآمد ہوا تو معلوم نہیں اگر ہم خاص اللہ کے واسطے ہی ذکر الٰہی کرتے اور سچے طریقے سے عابد بن جاتے خدا جانے کیا نفع ہوتا یہ کہہ کر سب نے اللہ کا نعرہ مارا اور شہر سے دو تہائی کی جگہ جا پڑے لکھا ہے کہ سب کے سب ولی کامل بن گئے۔

مذکورہ اس واقعہ سے یہ بات بخوبی واضح ہو رہی ہے کہ صورت کا سیرت پر اثر پڑتا ہے ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

"یَاَیُّهَا النَّاسُ ابْكُوْا فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِیْعُوْا فَتَبَاكُوْا." (الحدیث)

اے لوگو رو‌ؤ اگر رو نہیں سکتے تو رونے والا منہ ہی بنا لو۔

ہمیں چاہیے کہ ہم انبیاء وصالحین کی شکل وصورت اور ان جیسا لباس و پوشاک اپنائیں تاکہ ہمارے قلوب پر اس کا اثر ہو، ویسے بھی عام قاعدہ ہے کہ آدمی کو جس سے محبت ہوتی ہے اسے اس کی ہر ادا پیاری لگتی ہے اور وہ اسے اپناتا ہے۔

جب ہمیں انبیاء وصالحین سے محبت ہے تو اس قاعدہ کے تحت ان کی ہر ہر ادا سے پیار ہونا چاہیے اور ان کی ہر ہر ادا اپنانی چاہیے اور بزبان حال کہنا چاہیے۔

تیرے محبوب کی یارب شباہت لیکے آیا ہوں حقیقت اسکو تو کردے میں صورت لیکر آیا ہوں
نہ شوکت لیکے آیا ہوں نہ عظمت لیکے آیا ہوں محبت لیکے آیا ہوں محبت لیکے آیا ہوں

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

# مقبولین کیسے متقین ہوتے ہیں؟

حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ جس زمانہ میں سفر کی سہولتیں بہت کم تھیں.... سفر عموماً پیادہ پا یا چھکڑوں.... بہلیوں میں ہوا کرتے تھے اور راستے غیر محفوظ اور پر خطر تھے....

اس وقت مولانا کسی ضرورت سے اپنے سب اہل خاندان کے ساتھ کاندھلہ سے گنگوہ کے لئے روانہ ہوئے اور اس وقت کاندھلہ سے گنگوہ جانے کے لئے وہ راستہ زیادہ موزوں سمجھا جاتا تھا جو موضع گڑھی پختہ سے ہو کر جاتا تھا.... مولانا کا قافلہ گڑھی پختہ سے نکل کر گنگوہ کے راستہ میں تھا کہ اچانک اس قافلہ کو ڈاکوؤں نے گھیر لیا.... مولانا نے جب دیکھا کہ ہم ڈاکوؤں کے نرغہ میں آ گئے ہیں اور ڈاکو حملہ کرنے.... مارنے لوٹنے کے لئے آ رہے ہیں تو حضرت مولانا گاڑی سے اتر کر ڈاکوؤں کے سردار کے پاس گئے اور اس سے فرمایا کہ اپنا کام کرنے سے پہلے میری ایک بات سن لو.... سردار نے کہا: ''کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟

مولانا نے فرمایا'' میں چاہتا ہوں کہ تمہارے ساتھ ایک معاملہ کرلوں.... ڈاکوؤں کے سردار نے اس کی تفصیل پوچھی تو مولانا نے کہا: معاملہ اس طرح کرلو کہ تم ہماری عورتوں کو مت چھیڑنا ہاتھ بھی نہ لگانا اور ہم اپنے پاس کوئی زیور.... روپیہ پیسہ اور قیمتی سامان نہیں رکھیں گے.... سب تمہیں دے دیں گے.... (ڈاکوؤں کے لئے ہدایت واصلاح کا وقت آ چکا تھا) انہوں نے مولانا کی یہ فرمائش قبول کرلی.... اب ڈاکوؤں کا گروہ ایک طرف بیٹھ گیا....

مولانا اپنی گاڑیوں (بہلیوں یا چھکڑے) کے پاس آئے اور سب عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جس کے پاس جو زیور اور قیمتی سامان ہو وہ دے دو.... عورتوں.... بچیوں نے اپنے اپنے زیورات اتارنے اور پیسے وغیرہ نکالنے شروع کر دیئے...... مولانا کھڑے ہوئے اس کی نگرانی فرماتے رہے.... جب سب زیورات وغیرہ جمع ہو گئے تو مولانا ان سب کو ایک کپڑے میں باندھ کر ڈاکوؤں کے گروہ کے پاس لائے اور کہا: ''بھائی! دیکھو.... میں سب سامان لے آیا ہوں....'' یہ کہہ کر گٹھری ان کے حوالہ کر دی اور ڈاکوؤں کی اس بات کے لئے تحسین فرمائی کہ انہوں نے اپنی بات کو نبھایا اور کسی عورت کو دیکھا تک نہیں.... ڈاکو وہ سامان لے کر خوش ہو گئے اور مولانا کا قافلہ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا....

مولانا کا قافلہ کچھ ہی دور چلا تھا کہ مولانا کے ساتھ جانے والی عورتوں میں کچھ کھسر پھسر شروع ہوئی.... حضرت مولانا نے اس کو محسوس کرلیا اور پوچھا کیا بات ہے؟

عورتوں نے کہا.... کچھ نہیں.... مگر جب مولانا نے سختی سے معلوم کیا تو بتایا کہ وہ فلاں یہ

کہہ رہی ہے کہ میری ہنسلی (گلے میں پہننے کا ایک زیور جو خاصا بھاری اور قیمتی ہوتا ہے) بچ گئی.... میں نے کپڑوں کے نیچے چھپالی تھی.... مولانا نے یہ سنا تو فوراً سواری روکنے کی ہدایت کی.... گاڑی سے اتر کر مولانا ان خاتون کے پاس آئے اور فرمایا: ''بی بی! یہ تو وعدہ خلافی ہے.... چونکہ ہم ڈاکوؤں سے وعدہ اور معاہدہ کر چکے ہیں اس لئے یہ زیور ان کا ہو چکا ہے.... لاؤ.... مجھے دو.... میں ڈاکوؤں کو دے کر آؤں گا....'' اس خاتون نے وہ زیور اتار کر مولانا کے حوالے کر دیا.... مولانا گاڑی سے اتر کر واپس گئے اور وہاں پہنچے جہاں ڈاکوؤں کا گروہ پڑا ہوا تھا.... ڈاکو مولانا کو واپس آتا ہوا دیکھ کر یہ سمجھے کہ شاید بڑے میاں (مولانا) کے معاون مددگار آگئے ہیں اور یہ مقابلہ کے لئے آئے ہیں.... اس خیال سے ڈاکو ہتھیار اٹھانے لگے.... تو مولانا نے فرمایا.... میں لڑنے کے لئے نہیں آیا میں تو ایک بات کہنے اور تمہاری ایک امانت تمہیں لوٹانے کے لئے آیا ہوں....

مولانا یہ فرمانے کے بعد ڈاکوؤں کے سردار کے پاس پہنچے اور اس سے مخاطب ہو کر فرمایا .... ''بھائی! میں تمہارے سے معافی مانگنے اور تمہاری ایک امانت واپس کرنے آیا ہوں.... تم اپنے وعدہ اور بات کے سچے نکلے ہم نہ نکلے یہ ایک زیور ہے جو ایک بچی نے اپنے کپڑوں میں چھپالیا تھا مگر کیونکہ تمہارے سے وعدہ ہو چکا تھا اس لئے اب یہ ہمارا نہیں رہا.... تمہارا ہے.... میں یہی دینے کے لئے آیا تھا.... یہ زیور سنبھالو اور اس بچی کی غلطی کو معاف کر دو....''

ڈاکوؤں کا سردار مولانا کی بات سن کر بولا.... ''تم مولوی مظفر حسین کاندھلوی تو نہیں ہو.... اس علاقہ میں تو وہی ایک ایسے سچے آدمی ہیں....'' مولانا نے فرمایا.... ''ہاں بھائی.... مظفر حسین میرا ہی نام ہے.... ڈاکوؤں کا سردار یہ سنتے ہی مولانا کے قدموں میں گر گیا اور ڈاکوؤں کے پورے گروہ میں گریہ وبکا اور آہ وزاری شروع ہو گئی اور اسی وقت سب ڈاکوؤں نے اپنے اس کام اور تمام گناہوں سے توبہ کی.... مولانا سے بیعت ہو گئے اور مولانا کے قافلہ سے لیا ہوا ایک ایک سامان واپس کر دیا اور عہد کیا کہ ہم نے آج تک جن لوگوں کا سامان لوٹا ہے یا کسی قسم کی تکلیف پہنچائی ہے ان کو تلاش کر کے ان کا سب سامان واپس کریں گے یا ان سے معافی مانگیں گے.... کسی نے سچا کہا ہے: (جواہر پارے)

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

(فصل دوم)

# اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کا ایک اہم سبب اخلاص وللّٰہیت اور تواضع

## قبولیت کا شاہکار.... دارالعلوم دیوبند

دارالعلوم دیوبند کی آمدنی میں ہمیشہ مدوجزر رہتا آیا ہے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ دارالعلوم میں اتنی زیادہ آمدنی ہوتی ہو جس کو دیکھ کر منتظمین دارالعلوم مطمئن ہو جائیں اور نہ کبھی ایسی کمی ہوئی کہ آمدنی نہ ہونے سے دارالعلوم کے ضروری کام رک جائیں... حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے رجب ۱۳۶۶ھ کے جلسہ تقسیم انعام میں اپنے زمانہ اہتمام کا جو تجربہ بیان کیا وہ حضرت ممدوح کے الفاظ میں یہ ہے:....

"مجھے اپنے ۲۵...۲۶ سال کے زمانہ اہتمام کا جو تجربہ ہے اس میں یہ چیز نہایت شدت کے ساتھ مجھے محسوس ہوتی رہی ہے کہ کوئی غیبی طاقت ہے جو اس ادارے کو چلا رہی ہے اور اس کا دارومدار ظاہری جدوجہد سے بالاتر کوئی غیبی قوت ہے جو اس کو تھامے ہوئے ہے گو ہمارے اندر بہت سی خامیاں ہیں مگر اکابر کا فیض ہے کہ کام برابر چل رہا ہے عدم اعتناء دین کے اس دور میں جب کہ علوم دینیہ سے شدید بعد پیدا ہو چکا ہے۔ اس دارالعلوم کا نہ صرف قائم رہنا بلکہ ترقی کرتے رہنا بلاشبہ اس کی علامت ہے کہ یہ من جانب اللہ قائم ہے ... چنانچہ جب کبھی مخالفین کی جانب سے ایسی سعی کی گئی کہ چندہ نہ آئے تو اس سال میں چندہ نسبتاً زیادہ ہی آیا اور مخالفین کو اپنے مقصد میں شرمندگی اٹھانی پڑی یہ واقعہ ہے کہ اس دور پرفتن میں دارالعلوم کا قائم رہنا اسباب کے درجہ میں نہیں ہے بلکہ غیبی امداد و اعانت ہے

جو اس کو چلا رہی ہے غالباً ۱۳۴۹ھ کا واقعہ ہے اور یہ میرے اہتمام کا پہلا سال تھا...

مولوی گل محمد خاں صاحب جو خزانہ کے تحویل دار تھے اور تنخواہ کی تقسیم کا کام اُن سے متعلق تھا رجب کی آخری تاریخ میں میرے پاس آئے اور بتلایا کہ خزانہ میں ایک پائی نہیں ہے اور پرسوں کو ڈھائی ہزار روپے تنخواہ کا تقسیم کرنا ہے میں نے کہا ''اس میں فکر کی کیا بات ہے، جس کا کام ہے وہ خود چلائے گا''....

اُن کو رخصت کر کے میں نے حضرات مدرسین کو بلا کر دریافت کیا کہ آپ دارالعلوم میں کیوں پڑے ہوئے ہیں؟ اور کیا مقصد ہے؟ آیا دین کی خدمت مقصود ہے یا تنخواہ حاصل کرنا؟ سب نے ایک زبان ہو کر جواب دیا کہ ہمارا مقصد اس امانت کی خدمت ہے جو اکابر نے ہمیں سونپی ہے حاشا وکلا، تنخواہ پر کبھی ہماری نظر نہیں رہی'' میں نے کہا'' اگر تنخواہ نہ ملے تو آپ کیا کریں گے؟'' جواب دیا کہ فاقے کریں گے اور پڑھائیں گے!

میں نے کہا الحمد للہ! آپ مطمئن رہیں دارالعلوم بھی ان شاء اللہ چلے گا اور آپ کو تنخواہ بھی ملتی رہے گی خزانے میں اس وقت ایک پیسہ نہیں ہے دعا کیجئے کہ اکابر کی اس امانت کے باقی رکھنے میں اللہ تعالیٰ ہمیں رسوائی سے بچائے''

سب نے مل کر خشوع وخضوع کے ساتھ دعا کی جس کا اگلے ہی دن یہ نتیجہ ظاہر ہوا کہ ابھی تنخواہ کی تقسیم کا وقت بھی نہ آیا تھا کہ حق تعالیٰ نے ڈھائی ہزار روپے بھیج دیئے دو ہزار کلکتہ کے ایک تاجر نے بیمہ کے ذریعہ سے بھیجے تھے اور پانچ سو میرٹھ کے ایک مشہور آرمی کنٹریکٹر خاں صاحب رشید احمد خاں نے خود دارالعلوم میں تشریف لا کر عطا فرمائے...

غرضیکہ دارالعلوم کی بناء بھی غیبی امور کے اوپر ہے اور کاموں کا انصرام بھی من جانب اللہ ہے...(ماہنامہ دارالعلوم دیوبند)

## مقبولین کی تواضع وللّٰہیت

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں: اگر صرف وسعت مطالعہ، قوت استعداد اور کثرت معلومات کا نام علم ہو تو یہ صفت آج بھی ایسی کمیاب نہیں لیکن اکابر دیوبند

کی خصوصیت یہ ہے کہ علم وفضل کے سمندر سینے میں جذب کر لینے کے باوجود ان کی تواضع و فنائیت اور للّٰہیت انتہا کو پہنچی ہوئی تھی... یہ محاورہ زبان زدعام ہے کہ ''پھلوں سے لدی ہوئی شاخ ہمیشہ جھکتی ہے...'' لیکن ہمارے زمانے میں اس محاورے کا عملی مظاہرہ جتنا اکابر دیوبند کی زندگی میں نظر آتا ہے اور کہیں نہیں ملتا... چند واقعات ملاحظہ فرمائیے:

## حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی کمالِ تواضع

بانی دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم بحر ناپیدا کنار تھے... ان کی تصانیف آب حیات، تقریر دل پذیر، قاسم العلوم اور مباحثہ شاہ جہاں پور وغیرہ سے ان کے مقام بلند کا کچھ اندازہ ہوتا ہے اور ان میں سے بعض تصانیف تو ایسی ہیں کہ اچھے اچھے علماء کی سمجھ میں نہیں آتیں... حد یہ ہے کہ ان کے ہم عصر بزرگ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جملہ دارالعلوم میں معروف تھا کہ ''میں نے آب حیات کا چھ مرتبہ مطالعہ کیا ہے، اب وہ کچھ کچھ سمجھ میں آئی ہے...''

اور حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''اب بھی مولانا (نانوتوی رحمہ اللہ) کی تحریریں میری سمجھ میں نہیں آتیں اور زیادہ غور وخوض کی مشقت مجھ سے برداشت ہوتی نہیں... اس لیے مستفید ہونے سے محروم رہتا ہوں اور اپنے دل کو یوں سمجھالیتا ہوں کہ ضروریات کا علم حاصل کرنے کے لیے اور سہل سہل کتابیں موجود ہیں پھر کیوں مشقت اُٹھائی جائے...'' (اشرف السوانح ص: ۱۳۶، ۱۳۷، ج: ۱)

ایسے وسیع وعمیق علم کے بعد بالخصوص.... جب کہ اس پر عقلیات کا غلبہ ہو... عموماً علم و فضل کا زبردست پندار پیدا ہو جایا کرتا ہے... لیکن حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا حال یہ تھا کہ خود فرماتے ہیں:

''جس طرح صوفیوں میں بدنام ہوں.... اسی طرح مولویت کا دھبہ بھی مجھ پر لگا ہوا ہے..... اس لیے پھونک پھونک کر قدم رکھنا پڑتا ہے... اگر مولویت کی قید نہ ہوتی... تو قاسم کی خاک کا بھی پتہ نہ چلتا...'' (ارواح ثلاثہ، ۱۷۶، نمبر ۲۳۰)

چنانچہ ان کی بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ بقول مولانا احمد حسن صاحب امروہوی رحمۃ اللہ علیہ: ''حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ جس طالب علم کے اندر تکبر دیکھتے تھے اس سے کبھی کبھی جوتے اُٹھوایا کرتے تھے اور جس کے اندر تواضع دیکھتے تھے اس کے جوتے خود اُٹھالیا کرتے تھے...'' (ارواح ثلاثہ،ص:۲۰۶،۲۸۸)

## حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی تواضع

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی حال تھا... انہیں ان کے تفقہ کے مقام پر بلندی کی بناء پر حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''ابوحنیفہ عصر'' کا لقب دیا تھا اور وہ اپنے عہد میں اسی لقب سے معروف تھے...

حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ جیسے بلند پایہ محقق جو علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کو ''فقیہ النفس'' کا مرتبہ دینے کے لیے تیار نہ تھے... حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو ''فقیہ النفس'' فرمایا کرتے تھے...ان کے بارے میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ واقعہ سناتے ہیں کہ:

''حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ حدیث کا سبق پڑھا رہے تھے کہ بارش آ گئی... سب طلباء کتابیں لے لے کر اندر کو بھاگے مگر مولانا سب طلباء کی جوتیاں جمع کر رہے تھے کہ اُٹھا کر لے چلیں،لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو کٹ گئے...'' (ارواح ثلاثہ،ص:۲۲۷،۲۲۸)

## حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی تواضع

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ کے علم وفضل کا کیا ٹھکانہ؟ لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ مراد آباد تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگوں نے وعظ کہنے کے لیے اصرار کیا... مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے عذر فرمایا کہ مجھے عادت نہیں ہے مگر لوگ نہ مانے تو اصرار پر وعظ کے لیے کھڑے ہو گئے اور حدیث ''فقیہ واحد اشد علی الشیطن من الف عابد'' پڑھی اور اس کا ترجمہ یہ کیا کہ:

''ایک عالم شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے...''

مجمع میں ایک مشہور عالم موجود تھے... انہوں نے کھڑے ہو کر کہا کہ: ''یہ ترجمہ غلط ہے اور جس کو ترجمہ بھی صحیح کرنا نہ آوے اس کو وعظ کہنا جائز نہیں...''

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا جوابی ردعمل معلوم کرنے سے پہلے ہمیں چاہیے کہ ذرا دیر گریبان میں منہ ڈال کر سوچیں کہ اگر ان کی جگہ ہم ہوتے تو کیا کرتے؟ ترجمہ صحیح تھا اور ان صاحب کا انداز بیان توہین آمیز ہی نہیں، اشتعال انگیز بھی تھا... لیکن اس شیخ وقت کا طرزِ عمل سنئے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر مولانا فوراً بیٹھ گئے اور فرمایا کہ ''میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھے وعظ کی لیاقت نہیں ہے مگر ان لوگوں نے نہیں مانا... خیر اب میرے پاس عذر کی دلیل بھی ہو گئی، یعنی آپ کی شہادت...''

چنانچہ وعظ تو پہلے ہی ختم فرما دیا... اس کے بعد ان عالم صاحب سے بطرز استفادہ پوچھا کہ ''غلطی کیا ہے؟ تا کہ آئندہ بچوں'' انہوں نے فرمایا کہ ''اشد'' کا ترجمہ ''اثقل'' (زیادہ بھاری) نہیں بلکہ اضر (زیادہ نقصان دہ) کا آتا ہے...

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے برجستہ فرمایا کہ حدیث وحی میں ہے ''یاتینی مثل صلصلة الجرس وهو اشد علی'' (کبھی مجھ پر وحی گھنٹیوں کی آواز کی طرح آتی ہے اور وہ مجھ پر سب سے زیادہ بھاری ہوتی ہے) کیا یہاں بھی اضر (زیادہ نقصان دہ) کے معنی ہیں؟ اس پر وہ صاحب دم بخود رہ گئے... (ارواح ثلاثہ، ص: ۲۸۲، ۳۳۶)

## حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی تواضع کا دوسرا واقعہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جب کانپور میں مدرس تھے انہوں نے مدرسہ کے جلسہ کے موقع پر اپنے استاذ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مدعو کیا... کان پور میں بعض اہل علم معقولات کی مہارت میں معروف تھے اور کچھ بدعات کی طرف بھی مائل تھے... ادھر علمائے دیوبند کی زیادہ توجہ چونکہ خالص دینی علوم کی طرف رہتی تھی اس لیے یہ حضرات یوں سمجھتے تھے کہ علمائے دیوبند کو معقولات میں کوئی درک نہیں

ہے... حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت نوجوان تھے اور ان کے دل میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو مدعو کرنے کا ایک داعیہ یہ بھی تھا کہ یہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر ہوگی تو کان پور کے ان علماء کو پتہ چلے گا کہ علمائے دیوبند کا علمی مقام کیا ہے اور وہ منقولات و معقولات دونوں میں کیسی کامل دستگاہ رکھتے ہیں...

چنانچہ جلسہ منعقد ہوا اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر شروع ہوئی... حسن اتفاق سے تقریر کے دوران کوئی معقولی مسئلہ زیر بحث آ گیا... اس وقت تک وہ علماء جن کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر سنانا چاہتے تھے، جلسہ میں نہیں آئے تھے... جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر شباب پر پہنچی اور اس معقولی مسئلہ کا انتہائی فاضلانہ بیان ہونے لگا تو وہ علماء تشریف لے آئے جن کا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو انتظار تھا...

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس موقع پر بہت مسرور ہوئے کہ اب ان حضرات کو شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے علمی مقام کا اندازہ ہوگا لیکن ہوا یہ کہ جوں ہی حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے ان علماء کو دیکھا، تقریر کو مختصر کر کے فوراً ختم کر دیا اور بیٹھ گئے...

حضرت مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے، انہوں نے یہ دیکھا تو تعجب سے پوچھا کہ: ''حضرت! اب تو تقریر کا اصل وقت آیا تھا، آپ بیٹھ کیوں گئے؟'' شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: ''ہاں دراصل یہی خیال مجھے بھی آ گیا تھا...''

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا واقعہ مشہور ہے کہ کسی یہودی نے ان کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی گستاخی کر دی تھی تو وہ اس پر چڑھ دوڑے اور اسے زمین پر گرا کر اس کے سینے پر سوار ہو گئے...

یہودی نے جب اپنے آپ کو بے بس پایا تو کھسیانا ہو کر اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے روئے مبارک پر تھوک دیا...

دیکھنے والوں نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کو چھوڑ کر فوراً الگ ہو گئے اور پوچھنے پر بتایا کہ میں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بناء پر اس یہودی سے اُلجھا تھا، اگر تھوکنے کے بعد کوئی کارروائی کرتا تو یہ اپنے نفس کی مدافعت ہوتی...

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس عمل سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یہ سنت تازہ فرمادی... مطلب یہی تھا کہ اب تک تو تقریر نیک نیتی سے خالص اللہ کے لیے ہورہی تھی... لیکن یہ خیال آنے کے بعد اپنے علم جتانے کے لیے ہوتی... اس لیے اسے روک دیا...

# حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ کی خدمت وتواضع

مدرسہ معینیہ اجمیر کے معروف عالم حضرت مولانا محمد معین الدین صاحب معقولات کے مسلم عالم تھے... انہوں نے شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ کی شہرت سن رکھی تھی، ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا تو ایک مرتبہ دیوبند تشریف لائے اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے مکان پر پہنچ گئے... گرمی کا موسم تھا، وہاں ایک صاحب سے ملاقات ہوئی جو صرف بنیان اور تہبند پہنے ہوئے تھے... مولانا معین الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے اپنا تعارف کرایا اور کہا کہ ''مجھے حضرت مولانا محمود حسن صاحب سے ملنا ہے...'' وہ صاحب بڑے تپاک سے مولانا اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کو اندر لے گئے، آرام سے بٹھایا اور کہا کہ ''ابھی ملاقات ہوجاتی ہے'' مولانا اجمیری رحمۃ اللہ علیہ منتظر رہے، اتنے میں وہ شربت لے آئے اور مولانا کو پلایا... اس کے بعد مولانا اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ''حضرت مولانا محمود حسن صاحب کو اطلاع دیجئے...''

ان صاحب نے فرمایا ''آپ بے فکر رہیں اور آرام سے تشریف رکھیں...'' تھوڑی دیر بعد وہ صاحب کھانا لے آئے اور کھانے پر اصرار کیا، مولانا اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ''میں مولانا محمود حسن صاحب سے ملنے آیا ہوں، آپ انہیں اطلاع کردیجئے...''

ان صاحب نے فرمایا: ''انہیں اطلاع ہوگئی ہے آپ کھانا تناول فرمائیں، ابھی ملاقات ہوجاتی ہے...'' مولانا اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے کھانا کھالیا تو ان صاحب نے انہیں پنکھا جھلنا شروع کردیا... جب دیر گزر گئی تو مولانا اجمیری رحمۃ اللہ علیہ برہم ہوگئے اور فرمایا کہ آپ میرا وقت ضائع کررہے ہیں... میں مولانا سے ملنے آیا تھا اور اتنی دیر ہوچکی ہے، ابھی تک آپ نے ان سے ملاقات نہیں کرائی... اس پر وہ صاحب بولے کہ:

''دراصل بات یہ ہے کہ یہاں مولانا تو کوئی نہیں، البتہ محمود خاکسار ہی کا نام ہے...''

مولانا معین الدین صاحب یہ سن کر ہکا بکا رہ گئے اور پتہ چل گیا کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کیا چیز ہیں؟

# علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی تواضع کے واقعات

## پہلا واقعہ

امام العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ علم وفضل میں یکتائے روزگار تھے... حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک مجلس میں نقل کیا کہ ایک عیسائی فیلسوف نے لکھا ہے کہ ''اسلام کی حقانیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ غزالی رحمۃ اللہ علیہ جب محقق اور مدقق اسلام کو حق سمجھتا ہے...''

یہ واقعہ بیان کر کے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''میں کہتا ہوں کہ میرے زمانے میں مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وجود اسلام کی حقانیت کی دلیل ہے کہ ایسا محقق اور مدقق عالم اسلام کو حق سمجھتا ہے اور اس پر ایمان رکھتا ہے...''

(حیات انور، ص:۱۱۹، بروایت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ)

انہی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ حضرت مولانا محمد انوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ مقدمہ بہاول پور کے موقع پر جب حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیوں کے کفر پر بے نظیر تقریر فرمائی اور اس میں یہ بھی فرمایا کہ

''جو چیز دین میں تواتر سے ثابت ہو اس کا منکر کافر ہے...''

تو قادیانیوں کے گواہ نے اس پر اعتراض کیا: ''آپ کو چاہیے کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ پر کفر کا فتویٰ دیں کیونکہ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں علامہ بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تواتر معنوی کا انکار کیا ہے...''

اس وقت بڑے بڑے علماء کا مجمع تھا، سب کو پریشانی ہوئی کہ فواتح الرحموت اس وقت پاس نہیں ہے... اس اعتراض کا جواب کس طرح دیا جائے؟ مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ جو

اس واقعہ کے وقت موجود تھے، فرماتے ہیں: ''ہمارے پاس اتفاق سے وہ کتاب نہ تھی... مولانا عبداللطیف صاحب، ناظم مظاہر العلوم سہارن پور اور مولانا مرتضیٰ حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ حیران تھے کہ کیا جواب دیں گے؟''

لیکن اسی حیرانی کے عالم میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آواز گونجی:

''جج صاحب! لکھئے، میں نے بتیس سال ہوئے یہ کتاب دیکھی تھی، اب ہمارے پاس یہ کتاب نہیں ہے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ دراصل یہ فرماتے ہیں کہ حدیث **"لاتجمع اُمتی علی الضلالۃ"** تواتر معنوی کے رُتبے کو نہیں پہنچی۔

لہٰذا انہوں نے اس حدیث کے متواتر معنوی ہونے کا انکار فرمایا ہے نہ کہ تواتر معنوی کے حجت ہونے کا... ان صاحب نے حوالہ پیش کرنے میں دھوکے سے کام لیا ہے... ان کو کہو کہ عبارت پڑھیں ورنہ میں ان سے کتاب لے کر عبارت پڑھتا ہوں...''

چنانچہ قادیانی شاہد نے عبارت پڑھی... واقعی اس کا مفہوم وہی تھا جو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا... مجمع پر سکتہ طاری ہو گیا اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''جج صاحب! یہ صاحب ہمیں مُفحَم (لاجواب) کرنا چاہتے ہیں... میں چونکہ طالب علم ہوں، میں نے دو چار کتابیں دیکھ رکھی ہیں، میں ان شاء اللہ مُفحَم نہیں ہونے کا...'' (انوار انوری، مؤلفہ مولانا محمد انوری رحمہ اللہ، ص: ۳۲)

ایک طرف علم و فضل اور قوت حافظہ کا یہ محیر العقول کارنامہ دیکھئے کہ بتیس سال پہلے دیکھی ہوئی کتاب کا ایک جزوی حوالہ کتنی جزرسی کے ساتھ یاد رہا... دوسری طرف اس موقع پر کوئی اور ہوتا تو نہ جانے کتنے بلند بانگ دعوے کرتا....

لیکن خط کشیدہ جملہ ملاحظہ فرمائیے کہ وہ تواضع کے کس مقام کی غمازی کر رہا ہے؟ اور یہ محض لفظ ہی نہیں ہیں وہ واقعتاً اپنے تمام کمالات کے باوصف اپنے آپ کو ایک معمولی طالب علم سمجھتے تھے اور اس دُعائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مظہر تھے کہ **"اللّٰھم اجعلنی فی عینی صغیرا وفی اعین الناس کبیرا"**

## دوسرا واقعہ

حضرت مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ ہی راوی ہیں کہ ایک دفعہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کشمیر تشریف لے جا رہے تھے، بس کے انتظار میں سیالکوٹ اڈے پر تشریف فرما تھے، ایک پادری آیا اور کہنے لگا کہ آپ کے چہرے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ مسلمانوں کے بڑے عالم دین ہیں... فرمایا ''نہیں! میں طالب علم ہوں...''

اس نے کہا ''آپ کو اسلام کے متعلق علم ہے؟'' فرمایا: ''کچھ کچھ...'' پھر ان کی صلیب کے متعلق فرمایا کہ ''تم غلط سمجھے ہو... اس کی یہ شکل نہیں ہے...''

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر چالیس دلائل دیئے، دس قرآن سے، دس توریت سے، دس انجیل سے اور دس عقلی... وہ پادری آپ کی تقریر سن کر کہنے لگا کہ اگر مجھے اپنے مفادات کا خیال نہ ہوتا تو میں مسلمان ہو جاتا... نیز یہ کہ مجھے خود اپنے مذہب کی بہت سی باتیں آپ سے معلوم ہوئیں... (انوار انوری، مؤلفہ مولانا محمد انوری رحمۃ اللہ علیہ، ص: ۳۶)

## تیسرا واقعہ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں: احقر کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم نے بار بار یہ واقعہ بیان فرمایا کہ جب میں دارالعلوم دیوبند میں ملا حسن پڑھاتا تھا تو ایک روز اس کی عبارت پر کچھ شبہ ہوا جو حل نہیں ہو رہا تھا... میں نے سوچا کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے بارے میں استفسار کرنا چاہیے...

چنانچہ میں کتاب لے کر ان کی تلاش میں نکلا، وہ اپنی جگہ پر نہیں تھے اور جب وہ اپنی جگہ پر نہ ہوں تو ان کا کتب خانہ میں ہونا متعین تھا... میں کتب خانہ میں پہنچا تو وہ کتب خانے کی بالائی گیلری میں بیٹھے مطالعہ میں مشغول تھے... میں ابھی نیچے ہی تھا کہ انہوں نے مجھے دیکھ لیا اور اوپر ہی سے میرے آنے کی وجہ پوچھی... میں نے عرض کیا کہ ''ملا حسن کے ایک مقام پر کچھ اشکال ہے وہ سمجھنا تھا...'' وہیں بیٹھے بیٹھے فرمایا ''عبارت پڑھیے'' میں نے عبارت پڑھنی شروع کی تو بیچ ہی میں روک کر فرمایا: ''اچھا! یہاں آپ کو یہ شبہ ہوا ہوگا'' اور

پھر بعینہ وہی اشکال دُہرا دیا جو میرے دل میں تھا... میں نے تصدیق کی کہ واقعی یہی شبہ ہے... اس پر انہوں نے اس کے جواب میں وہیں سے ایسی تقریر فرمائی کہ تمام اشکال کافور ہوگئے... اب ظاہر ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ عرصہ دراز سے حدیث کی تدریس میں مصروف تھے اور منطق کی کتابوں سے واسطہ تقریباً ختم ہوگیا تھا لیکن اس کے باوجود یہ حافظہ اور یہ استحضار کرشمۂ قدرت نہیں تو اور کیا ہے؟

## چوتھا واقعہ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں: احقر نے اپنے والد ماجد سے بھی سنا ہے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری مدظلہم سے بھی کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۲۱ھ میں علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور شرح ہدایہ ''فتح القدیر'' اور اس کے تکملہ کا مطالعہ بیس سے کچھ زائد ایام میں کیا تھا اور کتاب الحج تک اس کی تلخیص لکھی تھی اور انہوں نے صاحب ہدایہ پر جو اعتراضات کیے ہیں ان کا جواب بھی لکھا تھا... اس کے بعد مدت العمر ''فتح القدیر'' کی مراجعت کی ضرورت نہیں پڑی اور کسی تازہ مطالعہ کے بغیر اس کی نہ صرف باتوں بلکہ طویل عبارتوں تک کا حوالہ سبق میں دیا کرتے تھے... حضرت مولانا بنوری مدظلہم فرماتے ہیں کہ انہوں نے ۱۳۴۷ھ میں ہم سے یہ واقعہ بیان کیا اور فرمایا:

''چھبیس سال ہوئے پھر مراجعت کی ضرورت نہیں پڑی اور جو مضمون اس کا بیان کروں گا، اگر مراجعت کرو گے تو تفاوت کم پاؤ گے...'' (مجلہ العصر ص ۷، ۲، طبع مجلس علمی کراچی)

## پانچواں واقعہ

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب مدظلہم حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں... وہ فرماتے ہیں کہ درس سے فراغت کے بعد میں جب بھی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو پہلے سے لکھے ہوئے متعدد سوالات کے جواب ان سے معلوم کیا کرتا تھا... ایک دفعہ کی حاضری میں ترمذی شریف کی ایک عبارت کا حوالہ میں نے دیا اور عرض کیا کہ اس عبارت میں یہ اشکال ہے، بہت غور کیا لیکن حل نہیں ہوسکا... فرمایا: ''مولوی صاحب! آپ کو یاد نہیں رہا، مجھے خوب یاد ہے کہ جس سال آپ دورہ میں تھے، اس موقع پر

میں نے بتایا تھا کہ یہاں ترمذی کے اکثر نسخوں میں ایک غلطی واقع ہوگئی ہے لیکن لوگ سرسری طور پر گزر جاتے ہیں اور انہیں پتہ نہیں چلتا ورنہ یہ اشکال سب کو پیش آنا چاہیے..." پھر فرمایا کہ "صحیح عبارت اس طرح ہے..." مولانا نعمانی مدظلہم لکھتے ہیں: "اللہ اکبر! یہ بات بھی یاد رہتی تھی کہ فلاں سال اس موقع پر سبق میں یہ بات فرمائی تھی..." (حیات انور، ص: ۱۳۹)

## چھٹا واقعہ

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے اپنی ایک تصنیف کے سلسلہ میں ابوالحسن کذاب کے حالات کی ضرورت تھی، مجھے ان کی تاریخ نہ ملی... چنانچہ میں حسب معمول حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دردولت پر پہنچ گیا۔ اس وقت مرض وفات اپنی آخری حد پر پہنچ چکا تھا اور دو تین ہفتے بعد وصال ہونے والا تھا۔ کمزور بے حد ہو چکے تھے، ابتدائی گفتگو کے بعد میں نے آنے کی غرض بتائی تو انہوں نے فرمایا کہ ادب اور تاریخ کی کتابوں میں فلاں فلاں مواقع کا مطالعہ کر لیجیے اور تقریباً آٹھ دس کتابوں کے نام لے دیئے... میں نے عرض کیا کہ حضرت! مجھے تو کتابوں کے اتنے اسماء یاد بھی نہ رہیں گے... نیز انتظامی مہمات کے بکھیڑوں میں اتنی فرصت بھی نہیں کہ چند جزوی مثالوں کے لیے اتنا طویل وعریض مطالعہ کروں...

بس آپ ہی اس شخص کی دروغ گوئی کے متعلقہ واقعات کی دو چار مثالیں بیان فرما دیں، میں انہی کو آپ کے حوالے سے جزو کتاب بنادوں گا... اس پر مسکرا کر ابوالحسن کذاب کی تاریخ اس کے سن ولادت سے سن وار بیان فرمانی شروع کر دی جس میں اس کے جھوٹ کے عجیب و غریب واقعات بیان فرماتے رہے... آخر میں سن وفات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ شخص مرتے مرتے بھی جھوٹ بول گیا، پھر اس جھوٹ کی تفصیل بیان فرمائی...

حیرانی یہ تھی کہ یہ بیان اس طرز سے ہو رہا تھا کہ گویا حضرت ممدوح نے آج کی شب میں مستقلاً اسی کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے جو اس بسط سے سن وار واقعات بیان فرما رہے ہیں... چنانچہ میں نے تعجب آمیز لہجے میں عرض کیا کہ "حضرت! شاید کسی قریبی زمانے ہی میں اس کی تاریخ دیکھنے کی نوبت آئی ہوگی؟" سادگی سے فرمایا: "جی نہیں! آج سے تقریباً چالیس سال کا عرصہ ہوتا ہے جب میں مصر گیا ہوا تھا... خدیوی کتب خانہ میں مطالعہ کے

لیے پہنچا تو اتفاقاً اسی ابوالحسن کذاب کا ترجمہ سامنے آ گیا اور اس کا مطالعہ دیر تک جاری رہا... بس اسی وقت جو باتیں کتاب میں دیکھیں حافظہ میں محفوظ ہوگئیں اور آج آپ کے سوال پر مستحضر ہوگئیں جن کا میں نے اس وقت تذکرہ کیا..." (حیات انور، صفحہ:۲۲۵ تا ۲۲۸)

## ساتواں واقعہ

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تحریک خلافت کے دور میں جب امارت شرعیہ (عوام کی طرف سے قاضی مقرر کرنے) کا مسئلہ چھڑا تو مولوی سبحان اللہ خان صاحب گورکھپوری نے اپنے بعض نقاط نظر کی تائید میں بعض سلف کی عبارت پیش کی جو ان کے نقطہ نظر کی تو مؤید تھی مگر مسلک جمہور کے خلاف تھی... یہ عبارت وہ لے کر خود دیو بند تشریف لائے اور مجمع علماء میں اسے پیش کیا... تمام اکابر دارالعلوم حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمرے میں جمع تھے... حیرانی یہ تھی کہ نہ اس عبارت کو رد ہی کر سکتے تھے کہ وہ سلف میں سے ایک بڑی شخصیت کی عبارت تھی اور نہ اسے قبول ہی کر سکتے تھے کہ مسلک جمہور کے صراحۃً خلاف تھی... یہ عبارت اتنی واضح اور صاف تھی کہ اسے کسی تاویل و توجیہ سے بھی مسلک جمہور کے مطابق نہیں دیکھا جا سکتا تھا...

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ استنجاء کے لیے تشریف لے گئے ہوئے تھے، وضو کر کے واپس ہوئے تو اکابر نے عبارت اور مسلک کے تعارض کا تذکرہ کیا اور یہ کہ ان دونوں باتوں میں تطبیق بن نہیں پڑتی... حضرت ممدوح رحمۃ اللہ علیہ حسب عادت "حسبنا اللہ" کہتے ہوئے بیٹھ گئے اور عبارت کو ذرا غور سے دیکھ کر فرمایا کہ اس عبارت میں جعل اور تصرف کیا گیا ہے اور دو سطروں کو ملا کر ایک کر دیا گیا ہے... درمیان کی ایک سطر چھوڑ دی گئی ہے... اسی وقت کتب خانہ سے کتاب منگوائی گئی... دیکھا تو واقعی اصل عبارت میں سے پوری ایک سطر درمیان سے حذف ہوئی تھی... جوں ہی اس سطر کو عبارت میں شامل کیا گیا عبارت کا مطلب مسلک جمہور کے موافق ہو گیا اور سب کا تحیر رفع ہو گیا... (حیات انور، ص:۲۲۹، ۲۳۰)

## آٹھواں واقعہ

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ طلاق کے ایک مسئلہ میں کشمیر

کے علماء میں اختلاف ہوگیا... فریقین نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حاکم بنایا... حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کے دلائل غور سے سنے... ان میں سے ایک فریق اپنے مؤقف پر فتاویٰ عمادیہ کی ایک عبارت سے استدلال کر رہا تھا... حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''میں نے دارالعلوم کے کتب خانہ میں فتاویٰ عمادیہ کے ایک صحیح قلمی نسخہ کا مطالعہ کیا ہے... اس میں یہ عبارت ہرگز نہیں ہے لہٰذا یا تو ان کا نسخہ غلط ہے یا یہ لوگ کوئی مغالطہ انگریزی کر رہے ہیں...'' (مجمع العصر، ص: ۲۷)

ایسے علم و فضل اور ایسے حافظہ کا شخص اگر بلند و بانگ دعوے کرنے لگے تو کسی درجہ میں اس کو حق پہنچ سکتا ہے لیکن حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس قافلہ رشد و ہدایت کے فرد تھے جس نے ''من تواضع للّٰہ'' کی حدیث کا عملی پیکر بن کر دکھایا تھا... چنانچہ اسی واقعہ میں جب انہوں نے حضرت مولانا بنوری مدظلہم کو اپنا فیصلہ لکھنے کا حکم دیا تو انہوں نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام کے ساتھ "الحبر البحر" (عالم تبحر) کے دو تعظیمی لفظ لکھ دیئے... حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا تو قلم ہاتھ سے لے کر زبردستی خود یہ الفاظ مٹائے اور غصہ کے لہجے میں مولانا بنوری سے فرمایا:

''آپ کو صرف مولانا محمد انور شاہ لکھنے کی اجازت ہے...'' (حیات انور، ص: ۲۳۳)

پھر ایسا شخص جو ہمہ وقت کتابوں ہی میں مستغرق رہتا ہو، اس کا یہ جملہ ادب و تعظیم کتب کے کس مقام کی نشان دہی کرتا ہے کہ: ''میں مطالعہ میں کتاب کو اپنا تابع کبھی نہیں کرتا بلکہ ہمیشہ خود کتاب کے تابع ہو کر مطالعہ کرتا ہوں...''

چنانچہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہم فرماتے ہیں:

''سفر و حضر میں ہم لوگوں نے کبھی نہیں دیکھا کہ لیٹ کر مطالعہ کر رہے ہوں یا کتاب پر کہنی ٹیک کر مطالعہ میں مشغول ہوں بلکہ کتاب کو سامنے رکھ کر مؤدب انداز سے بیٹھتے، گویا کسی شیخ کے آگے بیٹھے ہوئے استفادہ کر رہے ہوں...''

اور یہ بھی فرمایا کہ ''میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد سے اب تک دینیات کی کسی کتاب کا مطالعہ بے وضو نہیں کیا...'' (حیات انور، ص: ۲۳۳)

# مولانا محمود رحمہ اللہ کی کمال سادگی

دارالعلوم کی تاریخ میں یہ جملہ بہت معروف ہے کہ دارالعلوم کی ابتداء دو ایسے بزرگوں سے ہوئی جن دونوں کا نام محمود تھا اور دونوں قصبہ دیوبند کے باشندے تھے... ان میں سے شاگرد تو وہ محمود تھے جو شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے معروف ہوئے اور استاد حضرت ملا محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے... راقم الحروف کے جدامجد حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ ملا محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سنن ابن ماجہ پر جو حاشیہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے چھپا ہوا ہے اس کا بڑا حصہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے لکھوایا ہے... ان کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ طلباء نے اس پر تعجب کا اظہار کیا... وجہ یہ تھی کہ علم کے دعوے اور نام ونمود کی خواہشات سے اللہ تعالیٰ نے اس فرشتہ خصلت بزرگ کو ایسا پاک رکھا تھا کہ عام آدمی کو یہ پہچاننا بھی مشکل تھا کہ یہ کوئی بڑے عالم ہیں...

اپنا گھریلو سودا سلف اور گوشت ترکاری خود بازار سے خرید کر لاتے اور گھر میں عام آدمیوں کی طرح زندگی گزارتے تھے مگر علوم کے استحضار اور حفظ کا عالم یہ تھا کہ راقم کے جدامجد حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب کی ایک بڑی کتاب (جو غالباً منطق یا اصول فقہ کی کتاب تھی) اتفاقاً درس سے رہ گئی تھی، انہیں یہ فکر تھی کہ دورۂ حدیث شروع ہونے سے پہلے یہ کتاب پوری ہو جائے... چنانچہ انہوں نے ملا محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی، ملا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اوقات مدرسہ کے علاوہ بھی میرے تمام اوقات اسباق سے بھرے ہوئے ہیں، صرف ایک وقت ہے کہ جب میں گھر کا گوشت، ترکاری لینے کے لیے بازار جاتا ہوں، یہ وقت خالی گزرتا ہے تم ساتھ ہو جاؤ تو اس وقفے میں سبق پڑھا دوں گا...

احقر کے دادا حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کتاب بڑی اور مشکل تھی۔ جس کو دوسرے علماء غور ومطالعہ کے بعد بھی مشکل سے پڑھا سکتے تھے مگر ملا محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ راستہ میں، کچھ قصاب کی دکان پر یہ تمام کتاب ہمیں اس طرح پڑھا دی کہ کوئی مشکل ہی نظر نہ آئی... (میرے والد ماجد، مؤلفہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم، ص ۵۴، ۵۵)

# حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی تواضع وللّٰہیت جس کی برکت نے اُنہیں مقبولیت کے اعلیٰ مقام تک پہنچا دیا

ہمارے مقبولِ خدا بزرگانِ دین میں حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ محتاج تعارف نہیں۔ آپ کی تصنیفات میں سے ''آب حیات'' ایک علمی شاہکار ہے۔ آپ نے حرمین شریفین میں اپنے شیخ و مرشد سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچ کر ''آب حیات'' کا مسودہ جس کمال تواضع سے پیش کیا اور خود شیخ کا تعارف جن والہانہ آداب والقاب کے ساتھ کرایا وہ قابل مطالعہ ہے۔

''آب حیات'' کے ابتدائی صفحات کی یہ عبارت پڑھئے۔ اگر چہ کوئی بات سمجھ میں آنے سے رہ بھی جائے لیکن ہر لفظ کا نور کسی بھی قاری سے مخفی نہیں رہ سکتا۔

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: آٹھویں شوال کو وطن سے رُخصت ہوکر گرد افشانی راہ بیت اللہ اختیار کی، میرٹھ پہنچ کر جو تقریر مذکور کے ناتمام رہ جانے کا ذکر آیا تو منشی صاحب موصوف بتاکید تمام باعث انجام ہوئے اور یہ فرمایا کہ غالباً ممبئی پہنچ کر بانتظار روانگی سفینہ جہاز چند روز کا توقف ہوا، پھر وہاں کچھ اور کام بھی نہ ہوگا... اگر اس عرصہ میں تمام کر کے میرٹھ کو روانہ کیا جائے تو پھر یہ ارمان نہ آئے کہ ہدیۃ الشیعہ کو چھاپا تو کیا چھاپا...

طعن میراث فدک کے جوابوں میں جو کہ جواب تھا وہ وہی نہ چھاپا، جب وہ اپنے اصرار سے باز نہ آئے اور ان کے اصرار پر مجھ سے انکار نہ ہوسکا، ادھر دیکھا کہ کتاب مذکور کے چند اجزاء چھپ چکے اور اسی قدر چھپ جانے کے بعد توقف میں حرج بھی ہے تو بجز تسلیم اور کچھ نہ سوجھی، مسودہ کے کاغذ جو بعض احباب کے حوالے کرنے کے لیے ساتھ لایا تھا، ساتھ لیے اور ممبئی پہنچا تو ہر چند دس بیس روز تک وہاں رہنا پڑا مگر کچھ دن بوجہ کاہلی امروز فردا میں گزرے اور کچھ دن بیماری کے بہانہ میں رائیگاں گئے...

آخر ایام قیام میں طبیعت پر بوجھ ڈال کر بیٹھا اور جوں توں بن پڑا، پانچ یا چار دن

میں تمام کیا مگر یہ ارادہ جو پیشتر سے مکنون تھا کہ بعد اتمام اصل کو میرٹھ روانہ کیجئے اور نقل بغرض پیشکش حضرت پیر و مرشد ادام اللہ فیوضہ ساتھ لیجئے دل کا دل ہی میں رہا... نقل کا اتفاق نہ ہوا زمانہ روانگی کا جلد آ گیا، ناچار ہو کر میرٹھ کا بھیجنا موقوف رکھا پر بامید ہائے چند در چند ایک بار حضرت پیر و مرشد ادام اللہ فیوضہ کے گوش گزار کر دینا یا ملاحظہ اقدس سے گزار لینا ضروری سمجھا... اس لیے اوراق مسودہ کا پشتارہ باندھ کر جہاز پر چڑھا اور محض بامداد خداوندی باوجود گمراہی اور نامہ سیاہی کے جس کی وجہ سے اپنی رسائی تو درکنار ہمراہیوں کی گم گشتگی کا بھی اندیشہ تھا دریا پار ہو کر جدہ پہنچا اور وہاں سے بسواری شتر دو روز میں دونوں قبلوں کی زیارت سے مشرف ہوا... "بیت اللہ زادھا اللہ شرفًا وعزۃً الی یوم القیامۃ" کا طواف میسر آیا اور حضرت پیر و مرشد ادام اللہ فیوضہ کی قدم بوسی سے رُتبہ عالی پایا...

"اعنی بزیارت مطلع انوار سبحانی منبع اسرار صمدانی مورد افضال ذی الجلال والاکرام مخدوم مطاع خاص و عام سر حلقہ مخلصان سراپا اخلاص سر لشکر صدیقاں باختصاص رونق شریعت زیب، طریقت ذریعہ نجات وسیلہ سعادات دستاویز مغفرت، نیازمندان بہانہ واگذاشت مستمندان ہادی گمراہان مقتدائے دین، پناہان زبدۂ زمان، عمدۂ دوران سیدنا و مرشدنا و مولانا الحاج امداد اللہ لازال کاسمہ امدادًا من اللہ للمسلمین واہل اللہ کی زیارت سے جو ہنگامۂ رست خیر مثال غدر ہندوستان کے بعد وطن قدیمی تھانہ بھون ضلع سہارن پور و مظفر نگر کو چھوڑ کر بحکم اشارات باطنی بلد اللہ الامین مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً وعزۃً میں مقیم ہیں..."

بہرہ اندوز شرف و عزت ہوا بوجہ تہیدستی دین و دُنیا اور کچھ پیش کش نہ کر سکا، اوراق سیاہ مسودہ مذکور کو پیش کر کے رسم پیشکش بجالایا...

مگر شکر عنایات کس زبان سے کیجئے کہ اس ہدیۂ مختصرہ کو قبول فرما کر صلہ و انعام میں دُعائیں دیں... علاوہ بریں تصحیح وجدانی اور تحسین زبانی سے اس ہیچمدان کی اطمینان فرمائی، اپنی کم مائیگی اور ہیچ مدانی کے سبب جو تحریر مذکور کے صحت میں تردد تھا رفع ہو گیا... پھر یہ کوئی سمجھے تو اور متعجب ہو، قاسم نادان کی تحقیق اور تنقیح اور ایسی مستحسن اور صحیح:

زبان گنگ و چنیں نغمہ خوش آئندہ

میں کہاں اور یہ مضامین عالی کہاں، یہ سب اس شمس العارفین کی نور افشانی ہے یہاں میں بھی مثل زبان و دست وقلم واسطۂ ظہور مضامین مکنونہ دل عرش منزل ہوں ورنہ اپنی ہیچ مدانی سے جس پر بے سروسامانی، دوسری پریشانی دو شاہد عادل گواہ ہوں انکار نہیں کیا جاتا... بے سروسامانی کا حال پوچھیے تو نہ اپنے گھر میں کوئی عالم جو بوجہ قدر دانی علم کی طرف لگائے، نہ اپنے دل میں شوق جو تحصیل علم میں مزہ آئے اور اس کام سے دل نہ گھبرائے، نہ گھر میں کوئی کتاب جو یہ بات ہو کہ جب جی چاہا اٹھایا دیکھ لیا، نہ روپیہ پیسے کا ایسا حساب کہ حسب دلخواہ ضروریات تحصیل میں لیا صرف کیا اور پریشانی کی کیفیت پوچھیے تو کچھ نہ پوچھیے...

ایک دل ہزار مقصود پھر ہر مقصود کے لیے ہزار غم موجود، ایک بات ہو تو کچھ بات بھی ہے، پھر کس کس کو حاصل کیجیے جو دل کو قرار آئے اور دل کی پریشانی جائے، ساری تمنائیں بر آئیں تو ہم میں اور خدا میں کیا فرق رہ جائے اور سب ارادوں سے دست بردار ہو جائیے اور خدا کے ہو رہیے تو ایسی عقل اور ایسی ہمت کہاں سے آئے کہ بجز نامِ خدا اور کچھ نہ بھائے، یہ نصیب ہو تو پھر کیا بات نعمتِ ولایت ہم سے نابکاروں کو ہاتھ آجائے... بہرحال اپنا حال تو معلوم ہے اس سامان پر یہ نعمت...

ہاں حضرت مسطور الصفات کی عنایت کے نام جو کچھ لگائیں بجا ہے اور ان کی توجہات کی نسبت جو کچھ بتائیں زیبا ہے... اس لیے یہ ہیچمدان بدترین گنہ گارانِ زبان و دل سے اس بات کا معترف ہے کہ میرے کلام پریشان میں اگر کوئی سخن دل نشین اہل دل اور کوئی تحقیق لائق تصدیق اہل حق ہے تو وہ حضرت مرشد برحق ادام اللہ فیوضہ کے انتساب وتوسل کا پھل ہے اور اگر اختلاط اغلاط اور آمیزش خرافات ہو تو یہ تیرہ دروں خود قائل ہے کہ اپنی عقل نارسا ہے اور اپنے دماغ میں خلل ہے...

یہی وجہ ہوئی کہ حضرت پیر و مرشد ادام اللہ فیوضہ کے سنانے کی ضرورت ہوئی مگر جب زبان فیض ترجمان سے آفریں وتحسین سن لی تو اصل مضامین کی حقیقت تو اپنے نزدیک محقق ہوگئی... یوں کوئی منکر نہ مانے تو وہ جانے، منکروں کا کام یہی ہے ہاں نقصانِ تقریب اور پریشانی تقریر کا اندیشہ باقی ہے... سو اس کی اصلاح محققان عیب پوش کے ذمہ ہے میرا کام

نہیں میرا کام ہے تو یہ ہے کہ تعمیل امر بزرگان کی جائے۔ (ابتدائی صفحات ''آب حیات'')

**نوٹ**:.... حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی تالیف ''آب حیات'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برزخی حیات پر جامع کتاب ہے۔ پاکستان میں پہلی مرتبہ کمپیوٹر ایڈیشن ادارہ کی طرف سے شائع شدہ ہے۔ (از مرتب)

## حکیم الامت رحمہ اللہ کی تواضع

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے علم وفضل کے بارے میں کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانا ہے... حضرت رحمۃ اللہ علیہ طالب علمی کے زمانے ہی سے اپنی قوت استعداد، ذہانت وفطانت اور علم وعمل میں مصروف تھے لیکن جب ۱۳۰۰ھ میں آپ دار العلوم سے فارغ التحصیل ہوئے اور دستار بندی کے لیے دیوبند میں بہت بڑا اور شاندار جلسہ منعقد کرنے کی تجویز ہوئی تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ہم سبقوں کو لے کر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا کہ ''حضرت! ہم نے سنا ہے کہ ہم لوگوں کی دستار بندی کی جائے گی اور سند فراغ دی جائے گی۔

حالانکہ ہم اس قابل ہرگز نہیں... لہٰذا اس تجویز کو منسوخ فرما دیا جائے ورنہ اگر ایسا کیا گیا تو مدرسہ کی بڑی بدنامی ہوگی کہ ایسے نالائقوں کو سند دی گئی...''

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ سن کر جوش آ گیا اور فرمایا کہ تمہارا یہ خیال بالکل غلط ہے یہاں چونکہ تمہارے اساتذہ موجود ہیں اس لیے ان کے سامنے تمہیں اپنی ہستی کچھ نظر نہیں آتی اور ایسا ہی ہونا چاہیے.... باہر جاؤ گے تب تمہیں اپنی قدر معلوم ہوگی، جہاں جاؤ گے بس تم ہی تم ہو گے... (اشرف السوانح، ج:۱، ص:۳۲، بحوالہ اکابر دیوبند کیا تھے؟)

## مقبولین کے اِخلاص کی تاثیر

تاتاری جب بغداد کی سلطنت پر غالب آ گئے تو ان کے اندر احساس برتری پیدا ہو گیا، وہ اپنے آپ کو مسلمانوں سے بہت اونچا سمجھنے لگے ایک تاتاری شہزادہ ایک بار

گھوڑے پر سوار ہو کر شکار کے لئے جا رہا تھا، اس کے ساتھ اس کا کتا بھی تھا، راستہ میں ایک مسلمان بزرگ ملے، اس نے مسلمان بزرگ کو اپنے پاس بلایا اور کہا: ''تم اچھے ہو یا میرا کتا'' مسلمان بزرگ نے اطمینان کے ساتھ جواب دیا: ''اگر میرا خاتمہ ایمان پر ہو تو میں اچھا ورنہ تمہارا کتا اچھا'' یہ جملہ اس وقت اتنا مؤثر ثابت ہوا کہ تاتاری شہزادہ کا دل ہل گیا، وہ اس ''ایمان'' کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا جس پر آدمی کا خاتمہ نہ ہو تو وہ کتے سے بدتر ہو جاتا ہے۔ اس تلاش کا بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مسلمان ہو گیا۔

# کلمہ اِخلاص سے اسلام کی جیت

مفکر اسلام مولانا علی میاں رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: ''انگریزی عمل داری کی ابتدا کا واقعہ ہے کہ ضلع مظفر نگر کے قصبے کاندھلہ میں ایک جگہ پر ہندو مسلمانوں کا تنازع ہوا کہ یہ ہندوؤں کا معبد (عبادت گاہ) ہے یا مسلمانوں کی مسجد؟

انگریز مجسٹریٹ نے فریقین کے بیانات سننے کے بعد مسلمانوں سے تخلیہ میں پوچھا کہ کیا ہندوؤں میں کوئی ایسا شخص ہے جس کی صداقت پر آپ اعتماد کر سکتے ہیں اور جس کی شہادت پر فیصلہ کر دیا جائے؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں، ہندوؤں سے پوچھا تو انہوں نے کہا یہ بڑی آزمائش کا موقع ہے۔ معاملہ قومی ہے لیکن پھر بھی ایک مسلمان بزرگ ہیں جو کبھی جھوٹ نہیں بولتے، شاید وہ اس موقع پر بھی سچی ہی بات کہیں، یہ بزرگ مفتی الٰہی بخش صاحب رحمہ اللہ (تلمیذ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ خلیفہ حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ) کے خاندان کے ایک بزرگ تھے (آپ کا اسم گرامی محمود بخش تھا، آپ مفتی الٰہی بخش صاحب رحمہ اللہ کاندھلوی کے حقیقی بھائی اور مولانا ظفر حسین کاندھلوی رحمہ اللہ کے والد تھے۔ ۱۲۵۸ھ میں انتقال ہوا۔ ناقل)۔

مجسٹریٹ نے ان کے پاس چپڑاسی بھیج کر عدالت میں طلب کیا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ فرنگی کا منہ کبھی نہ دیکھوں گا۔ مجسٹریٹ نے کہا کہ آپ میرا منہ نہ دیکھیں، لیکن تشریف لے آئیں، معاملہ اہم ہے اور آپ کے یہاں تشریف لائے بغیر

فصیل نہیں ہوسکتا، وہ بزرگ تشریف لائے اور پیٹھ پھیر کر کھڑے ہو گئے، معاملہ ان کی خدمت میں عرض کیا گیا اور دریافت کیا گیا کہ آپ کا اس بارہ میں کیا علم ہے؟

ہندوؤں اور مسلمانوں کی نگاہیں ان کے چہرے پر ہیں اور کان ان کے جواب پر لگے ہوئے تھے جن پر اس اہم معاملہ کا فیصلہ ہونا ہے، ان بزرگ نے فرمایا کہ صحیح بات تو یہ ہے کہ جگہ ہندوؤں کی ہے مسلمانوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں، عدالت کا فیصلہ ہو گیا، جگہ ہندوؤں کو مل گئی، مسلمان مقدمہ ہار گئے لیکن اسلام کی اخلاقی فتح ہوئی۔

صداقت اور اسلامی اخلاق کے ایک مظاہرہ نے چند گز زمین کھو کر بہت سے غیر مسلم انسانوں کے ضمیر اور دل و دماغ جیت لیے۔ بہت سے ہندو اسی روز ان کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے۔" (انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر)

## مقبول حضرات کس قدر مخلص ہوتے ہیں

جس زمانہ میں مصر میں شیخ المحدثین مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ شہرہ آفاق شرح بذل المجہود کی طباعت ہو رہی تھی تو اس کی تصحیح وغیرہ کے سلسلہ میں ہزاروں روپے خرچ کر کے انتظامات کئے جا رہے تھے تو ایک دن حضرت مولانا شیخ سلیم صاحب رحمہ اللہ سابق مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی صاحب قدس سرہ سے عرض کیا کہ... آپ اتنا روپیہ خرچ کر کے اتنے اہتمام سے کتاب طبع کرا رہے ہیں اور اس کی رجسٹری کروائی نہیں اگر کوئی اس کا فوٹو لے کر چھاپ لے گا تو وہ کتاب کو چوتھائی قیمت پر بیچ سکے گا اور آپ کی کتاب رہ جائے گی... حضرت شیخ نے فرمایا کہ:...... اگر کوئی ایسا کرے تو اس کو فوٹو کروانے کی اجرت بھی میں خود پیش کر دوں گا اور بعد میں میری یہ کتاب بھی بک جائے گی... (اکابر کا تقویٰ ۱۰۳)

## حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا کمال اِخلاص

کسی شخص نے حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال پوچھا' حضرت! دین کی جو کتابیں آپ نے پڑھیں وہی کتابیں آپ کے دوسرے ساتھیوں نے بھی پڑھیں'

لیکن اللہ تعالیٰ نے جو مرتبہ آپ کو دیا ہے وہ کسی اور کو نہیں دیا اس کی کیا وجہ ہے؟

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے عجیب جواب دیا کہ میرے ساتھیوں نے قرآن مجید کو اس نیت سے پڑھا کہ ہم معارف قرآن کو جان لیں اور حقائق قرآن مجید سے واقف ہو جائیں' اس لیے ان کو وہ حقائق تو مل گئے مگر وہ نعمت نہ ملی جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کر دی' اس نے پوچھا حضرت! یہ نعمت آپ کو کیسے ملی؟

فرمانے لگے کہ میں نے جب بھی قرآن کو پڑھا ہمیشہ اس نیت سے پڑھا کہ اے اللہ! تیرا غلام حاضر ہے تیرا حکم جاننا چاہتا ہے کہ جس کو یہ اپنی زندگی میں عمل میں لے آئے سبحان اللہ! یہی چیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تھی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اڑھائی سال کے اندر سورہ بقرہ مکمل کی' حالاں کہ عربی زبان تو ان کی مادری زبان تھی' اس لیے ان کو تو صرف و نحو کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی' پھر اڑھائی سال کیسے لگے؟ معلوم ہوا کہ وہ حضرات! ایک ایک آیت پڑھتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے ادھر ان کی سورت مکمل ہوتی تھی اور ادھر ان کا عمل اس سورت پر مکمل ہوتا تھا.. (اسلاف کے حیرت انگیز واقعات)

## مقبولِ خدا کا کایا پلٹ جملہ

آل سنجر کا ایک وزیر تھا جسکا نام نظام الملک تھا، وہ دین دار بھی تھا، اس نے ایک مرتبہ ارادہ کیا کہ میں دین کی اشاعت کیلئے ایک مدرسہ بنالوں۔

چنانچہ اس نے لاکھوں روپیہ اپنی ذات سے خرچ کر کے ایک بہت بڑی عمارت بنائی اور اس وقت کے بزرگ شیخ تقی الدین بن دقیق جو وقت کے بڑے محدث، فقیہ، عارف باللہ تھے ان کو مدرسے کا انچارج بنایا اور بڑے بڑے مدرسین مقرر کیے..

وقت گزرتا رہا اور اس مدرسے سے لوگ دین حاصل کرتے رہے، ایک مرتبہ نظام الملک کے کانوں میں یہ خبر پہنچی کہ عام طور پر طالب علموں کی نیتیں فاسد ہوتی ہیں اور وہ دین کو دنیا کے حاصل کرنے کیلئے حاصل کرتے ہیں، جس کے بارے میں احادیث میں ہے کہ وہ علم وبال ہے جس کو اگر دنیا کے حصول کا ذریعہ بنایا جائے، چنانچہ اس نے ارادہ کر لیا کہ میں مدرسہ ختم کر دوں گا..

پھر خیال آیا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ خبر غلط ہو لہٰذا اس نے تحقیق کرنے کا ارادہ کرلیا، ایک دن اس نے بھیس بدل کر عامیانہ لباس پہن کر مدرسے میں گھومنا شروع کردیا، سینکڑوں طلباء دین پڑھنے میں مشغول تھے اس نے طالب علموں سے ان کے مقاصد دریافت کرنا شروع کردیئے ایک طالب علم کا کہنا تھا کہ میں اس لیے تعلیم حاصل کررہا ہوں تاکہ وزارت کے عہدے پر پہنچ جاؤں، کسی نے کہا کہ ہمارے خاندان میں قاضی کا عہدہ چلا آرہا ہے۔۔ میں قاضی بننا چاہتا ہوں، کسی نے کہا کہ میں اس لئے پڑھ رہا ہوں تاکہ میری دنیا آرام سے گزر جائے، غرض عام طور پر طلباء نے جو اغراض بیان کیں وہ سن کر نظام الملک نے پختہ ارادہ کرلیا کہ اب تو میں ضرور یہ مدرسہ ختم کردوں گا، پھر اچانک ایک طالب علم کو دیکھا کہ ٹمٹماتے ہوئے چراغ کے سامنے مطالعے میں مصروف ہے، نظام الملک نے اس سے جا کر پوچھا کہ آپ کس مقصد کے لئے پڑھ رہے ہیں؟

اس نے نگاہ تک اٹھا کر نہ دیکھا، نظام الملک نے دوبارہ پوچھا کہ بھائی ایک آدمی آپ کے پاس کھڑا ہے اور کچھ پوچھنا چاہتا ہے، اس پر طالب علم نے کہا کہ میں جو گھر بار چھوڑ کر آیا ہوں تو علم کے حصول کے لئے آیا ہوں، مجھے اتنی فرصت کہاں کہ میں آپ کی بات کا جواب دوں، نظام الملک کے دوبارہ پوچھنے پر طالب علم نے کہا کہ میں نے سنا تھا کہ ہمارا کوئی خالق اور رب ہے اور ظاہر ہے کہ اتنا بڑا محسن بغیر محنت اور قیمت کے معلوم نہیں ہو سکتا، میں اسی رب کے بارے میں معلومات جمع کررہا ہوں، نظام الملک جو پہلے سے اس سے متاثر ہوچکا تھا یہ سن کر اور زیادہ متاثر ہوا اور پھر اس نے ارادہ کرلیا کہ میں اس طالب علم کی وجہ سے اس مدرسے کو برقرار رکھوں گا، چنانچہ اس ایک طالب علم کے اخلاص کی وجہ سے ایک مدرسہ ختم ہونے سے بچ گیا، یہ طالب علم امام غزالی رحمہ اللہ تھے۔۔ (عالمی تاریخ)

## تواضع اور انابت الی اللہ

ڈاکٹر مصطفیٰ سعید الحق نے مفکر اسلام سید ابوالحسن مولانا علی ندوی رحمہ اللہ کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے کہ مولانا موصوف جب ۱۹۵۶ء میں دمشق یونیورسٹی کی دعوت پر

دمشق تشریف لائے تو یونیورسٹی کی طرف سے ایک نہایت شاندار ہوٹل میں آپ کے قیام کا نظم کیا گیا.. مگر آپ نے یونیورسٹی کی اس پیشکش کو قبول نہیں کیا بلکہ سادگی اور تواضع کے ساتھ ایک مسجد کے حجرہ میں قیام پسند فرمایا تا کہ عبادت والا ماحول میسر رہے اور پھر اس شان سے مقالات پیش کئے کہ پورے ملک میں دھوم مچ گئی.. ان مقالات کی کامیابی میں مولانا مرحوم کی انابت الی اللہ کو بڑا دخل تھا..

شام کے مشہور ترین داعی اور مصلح قوم شیخ علی الدقر رحمہ اللہ علیہ کا واقعہ لکھا ہے کہ شیخ موصوف روزانہ صبح کو نماز فجر کے بعد ایک مسجد میں درس دیتے تھے..

یہ مسجد اگرچہ زیادہ بڑی نہیں تھی لیکن حاضرین سے کھچا کھچ بھر جاتی تھی.. لوگ صبح صبح دور دراز سے آپ کا درس سننے آتے تھے اور جب مسجد تنگ پڑ جاتی تو سڑکوں پر چٹائیاں بچھا کر درس سنا کرتے تھے اور اگرچہ دور تک شیخ کی آواز نہ پہنچ پاتی پھر بھی لوگ صرف شیخ کی زیارت کرنے ہی کو باعث سعادت سمجھتے تھے اور درس کی تاثیر کا عالم یہ ہوتا تھا کہ شرکاء مجلس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب شدت تاثر سے رواں رہتا..

ایک مرتبہ ایک شاگرد نے شیخ سے اس درس کی تاثیر کے متعلق پوچھا تو شیخ نے فرمایا..

''پیارے بیٹے! آج ضرورت نہ ہوتی تو میں کبھی اس راز کو نہ کھولتا.. بات یہ ہے کہ یہ درس جو تم روز سنتے ہو اس کی پشت پر قرآن کریم کے ان دس پاروں کی طاقت ہے جو روزانہ فجر کی نماز سے پہلے میں اس ارادہ اور نیت سے تلاوت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے اس درس کو مسلمانوں کیلئے نفع بخش بنادے اور میری زبان میں اثر پیدا کر دے''..

اس واقعہ سے یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ اصلاح امت کیلئے مصلح کے اندر عمل کی بھرپور طاقت اور خلق خدا کی خدمت کا سچا جذبہ ہونا ضروری ہے.. تاریخ پڑھنے سے یہ بات بخوبی عیاں ہوتی ہے کہ ایسے مصلحین کی زبان سے نکلنے والے چند سادے اور بے ربط کلمات بھی ایسا اثر رکھتے ہیں کہ بڑے بڑے فصحاء اور بلغاء کی لمبی لمبی لچھے دار تقریروں میں بھی وہ تاثیر نہیں ہوتی..

امام ربانی قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے دیو بند کی جامع مسجد میں ایک معمولی سی کتاب لے کر تقریر شروع کر دی اور درمیان میں کسی مناسبت سے ''اللہ''

ایسے سوز و گداز سے کہا کہ پورا مجمع بے قابو ہو گیا اور درود یا ذکر خداوندی سے گونج گئے۔۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے درس حدیث کے شرکاء بتاتے ہیں کہ جس وقت آپ مسند حدیث پر تشریف فرما ہوتے تو روحانیت کا ایک سیلاب ہوتا تھا کہ الفاظ اس کیفیت کو بیان کرنے سے قاصر ہیں۔۔

یاد رکھنا چاہئے کہ محض مضامین بیان کرنا' نادر و نایاب علوم اور نوادرات کی بارش کر دینا' یا لطائف و قصص کے ذریعہ سامعین کے دلوں کو موہ لینا اور انہیں واہ واہ پر مجبور کر دینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔۔ بڑی بات یہ ہے کہ قوت عمل اور ذوق عبادت کی بنا پر اللہ تعالیٰ سے اتنا قوی اور مضبوط تعلق ہو کہ اس کی طرف سے تاثیر اور حکمت کے دروازے کھل جائیں اور ہماری ذات سے اللہ تعالیٰ دین کی اشاعت و حفاظت کا کام لے لیں۔۔اس لئے اس ضروری اور اہم نکتہ کی طرف پوری توجہ اور سنجیدگی کے ساتھ دھیان دینے کی ضرورت ہے۔۔

## سید احمد کبیر رفاعی رحمہ اللہ کی تواضع و انکساری

سید احمد رفاعی رحمہ اللہ مشہور بزرگ اکابر صوفیہ میں ہیں۔ انکا قصہ مشہور ہے کہ جب ۵۵۵ھ میں حج سے فارغ ہو کر زیارت کیلئے حاضر ہوئے اور قبر اطہر کے مقابل کھڑے ہوئے تو یہ دو شعر پڑھے۔

فی حالة البعد روحی کنت ارسلها تقبل الارض عنی وھی نائبتی

وھذہ دولة الاشباح قد حضرت فامد یمینک کے تحظی بھا شفتی

ترجمہ۔ ''دوری کی حالت میں میں اپنی روح کو خدمت اقدس بھیجا کرتا تھا وہ میری نائب بن کر آستانہ مبارک چومتی تھی۔ اب جسموں کی حاضری کی باری آئی ہے اپنا دست مبارک عطا کیجئے تاکہ میرے ہونٹ اس کو چومیں''۔

اس پر قبر شریف سے دست مبارک باہر نکلا اور انہوں نے اس کو چوما (الحاوی للسیوطی)

کہا جاتا ہے کہ اس وقت تقریباً نوے ہزار کا مجمع مسجد نبوی شریف میں تھا۔ جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک کی زیارت کی جن میں حضرت

محبوب سبحانی قطب ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہ کا نام نامی بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

ہمارے حضرت حاجی محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے اسکے بعد حضرت صاحب مسجد نبوی کے دروازے کے سامنے لیٹ گئے اور لوگوں سے کہا مجھ پر پاؤں رکھ کر گزر و یہ عمل آپ نے تواضع وانکساری کیلئے کیا۔ اس پر حضرت حاجی صاحب سے کسی نے پوچھا حضرت پھر کسی نے پاؤں رکھا؟ حضرت نے اپنے خاص انداز میں فرمایا وہ مرنہ جاتا جو حضرت سید پر پاؤں رکھتا۔ (سرمایہ عشاق)

## حضرت مسیح الامت رحمہ اللہ کی کمال تواضع اور عبدیت

مسیح الامت حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب جلال آبادی رحمہ اللہ کے حالات میں ہے کہ اِصلاحی تعلق ہونے کے بعد ہی سے آپ برابر پوری پابندی کے ساتھ (اپنے شیخ) حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حالات کی اطلاع فرماتے رہے اور حسب ارشاد تبلیغ دین کا مطالعہ فرمایا... دارالعلوم میں طالب علمی کے زمانے میں آپ کا معمول یہ رہا کہ 15 شعبان کی چھٹیوں میں امتحان سے فارغ ہو کر آپ تھانہ بھون تشریف لے آتے اور رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں گھر تشریف لے جاتے اور مختلف اوقات میں بھی شش ماہی وغیرہ کی چھٹیوں میں تشریف لاتے رہتے...

زمانہ طالب علمی میں آپ پر عبدیت... رحم لی اور توحید کا بہت غلبہ ہوا آپ نے اپنا وہ حال حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی خدمت میں لکھا جو مع حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے جواب کے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے...

### خط مسیح الامت رحمہ اللہ

مسیح اللہ... دارالعلوم دیوبند... 19 رجب 1350ھ

حضرت مرشدنا ماؤانا وملجانا عمت فیوضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ... حضرت کا یہ غلام بدتر از خلائق عرصہ سے اپنے اندر ایک تغیر پاتا ہے... جس کی اطلاع کا ارادہ اسی وقت تھا مگر خیال ہوا کہ یوں ہی معلوم ہوتا

ہے...خیال ہی خیال ہے کہ تغیر ہوا ہے مگر جب عرصہ گذر گیا اور اس میں زیادتی دیکھی پھر اپنا فرض سمجھا کہ حضور والا کو اطلاع کر کے حسب ارشاد اتباع کرے کہ یہ اپنا فرض عین ہے گذشتہ سال تک اپنی یہ حالت تھی کہ اگر خلاف طبیعت کسی سے کوئی بات ہو جاتی تو بہت ناگوار ہوتا تھا کہ ناراض بھی ہو جاتا اور اس کا اثر اس سال کے شروع میں بھی رہا...

رفتہ رفتہ اب بہت عرصہ سے یہ حالت ہے کہ خلاف طبیعت و قاعدہ ہونے پر قلب کو تکلیف تو ہوتی ہے...مگر غصہ تو کیا ناگواری بھی نہیں ہوتی یہاں تک کہ بعض دفعہ نان بائی بڑی دیر سے کھانا لایا...کبھی بالکل نہیں لایا...انتظار میں فاقہ کرنا پڑا...

دھوبی نے وقت پر کپڑے نہ دیئے...کبھی لے نہ گیا اور کبھی خود ڈال آیا...کبھی ہاتھ سے دھو کر پہن لیے مگر ان بیچاروں سے ناراض ہونے کو غصہ کرنے کو دل نہیں چاہتا کبھی نرمی سے سمجھا بھی دیا تو خیال ہوا کہ شاید ناگواری ہوئی ہو...

دوسرے وقت احقر معافی چاہتا ہے اور خوش کرنے کو کچھ پیسے زائد دے دیتا ہے۔
حضرت! واللہ ایسے موقع پر فوراً یہ خیال ہو جاتا ہے کہ اس غلام میں اور ان بے چاروں میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہ خیال آتا ہے کہ یہ سب میرے محبوب کے ہیں پھر تو کچھ کہنے کی ہمت نہیں ہوتی...شرم آتی ہے کہ اس نالائق سے محبوبِ خدا کے کسی مخلوق کو تکلیف پہنچے...حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ خادم سے کسی کو ایذا نہ ہو...

حضرت اس کا یہ اثر ہے کہ بھڑ تک کے مارنے کو دل نہیں چاہتا...یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ نابکار سب سے بدتر روز شب خدا کی نافرمانی کرتا رہتا ہے...اللہ تعالیٰ معاف فرماتے رہتے ہیں...اگر گرفت فرمائیں کہیں ٹھکانہ نہ رہے یہ لوگ بیچارے تیری طبیعت کے خلاف کر دیتے ہیں...کیا یہ نہیں ہوتا کہ تو ضبط کر لے اور تیری طبیعت ہی کیا جو ناگواری ہو...

حضرت یہ بھی دل میں آتا ہے کہ سب من جانب اللہ ہے کہ کوئی کھانا نہ لایا...کسی نے کپڑے نہ دھوئے کسی نے کچھ گم کر دیا...حالانکہ ایسے وقت میں یہ خیال آتا ہے کہ یہ جانور موذی ہیں اور موذی کے مارنے کا حکم ہے اور ان افعال میں ان لوگوں کے کسب کو دخل

ہے... اگر ان جانوروں کو مار دیا جائے اور ان لوگوں کو کچھ کہہ دیا جائے اور کہتے وقت اپنے بڑے ہونے کا خیال قطعاً نہ آوے اور ان بے چاروں کو چھوٹا و حقیر نہ سمجھ کر کہا جائے تو کوئی حرج نہ ہوگا گناہ نہ ہوگا مگر حضرت والا اللہ یہ خیال کہ یہ سب میرے محبوب کے ہیں ان باتوں سے روکتا ہے کسی سے کچھ کہنے کو دل نہیں چاہتا...

فقط والسلام

## جواب از حضرت حکیم الامت قدس سرہ

مبارک ہو... مگر بھڑ میں قدرے ترمیم کی ضرورت ہے. جس کی صورت یہ ہے کہ اور کسی کو بتلا دیا کہ یہ بھڑ بیٹھی ہے...

ایک مرتبہ اس خط کے واقعہ کو بیان فرمانے کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ میری طبیعت کا یہ رنگ ابھی تک گیا نہیں... خود کبھی کسی جانور کو نہیں مارتا... اتفاق سے کبھی مار دیا تو مار دیا ورنہ اکثر دوسروں کو بتلا دیتا ہوں... چنانچہ ایک مرتبہ مجلس میں ہم خدام بیٹھے ہوئے تھے کہ گدے میں سے حضرت والا کو کسی کھٹمل نے کاٹ لیا... حضرت نے دیکھ کر فرمایا کہ وہ ہے چھوٹا سا چنانچہ حاضرین میں سے مولوی محمد ہاشم صاحب راوت نے کھڑے ہو کر اس کھٹمل کو پکڑ کر باہر لے جا کر مار دیا۔

اسی طرح ایک مرتبہ حضرت والا نے ذکر کے متعلق اپنا حال حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کی خدمت میں لکھا جس پر حضرت حکیم الامت نے جواب میں لکھا کہ آپ جو ذکر و شغل چاہیں جس طرح چاہیں کریں عام اجازت ہے اور اس پر یہ بھی فرمایا کہ بہت کم ایسا ہے کہ میں نے کسی کو اس طرح اجازت دی ہو... (سات عالمی شخصیات)

(فصل سوم)

# اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کا ایک اہم سبب سادگی...ادب واحترام اور خدمت

## امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا کمال ادب

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جب حج کرنے گئے ہیں تو تین دن ٹھہر کر مدینہ طیبہ سے واپس ہونے لگے، تمام اہل مدینہ نے آ کے راستہ روکا کہ ہم تو آپ کو نہیں جانے دیں گے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عظمت اور محبت تھی۔ سارے اہل مدینہ آ کے کھڑے ہو گئے کہ ابھی آپ اور رہیں ہم نہیں جانے دیں گے۔

ان کے کہنے سننے سے پھر رُک گئے، پانچ دن کے بعد پھر ارادہ کیا۔ پھر اہل مدینہ نے آ کے روک دیا کہ ہم ابھی نہیں جانے دیں گے، بہت کہا، بہت معذرت کی مگر اہل مدینہ نے نہیں مانا، پھر رُک گئے، یہاں تک کہ کئی دفعہ ہوتے ہوتے گیارھواں دن آ گیا، اب جانے کا ارادہ کیا۔ پھر اہل مدینہ نے روکا کہا اب میرے بس میں نہیں ہے رکنا۔

لوگوں نے عرض کیا، حضرت! بس کی کیا بات ہے؟

فرمایا: گیاراں دن گزر گئے ہیں، آج تک میں نے استنجاء نہیں کیا، ایک ہی وضو سے اتنے دن گزارے۔ اس لیے کہ میرے دل نے گوارہ نہیں کیا کہ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آ کر میں یہاں بول و براز کروں۔ اس زمین کو گندہ کروں۔ معلوم نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم کہاں پڑا ہوگا اور میں وہاں گندگی ڈالوں؟

یہ تھی حقیقی عظمت، ہم اور آپ اس عظمت کا تصور بھی نہیں کر سکتے، یہ امام ہی کا رُتبہ اور

حق تھا کہ گیارہ دن تک ایک وضو سے رہے، تب اہل مدینہ نے کہا کہ اب تو ہم جلدی رُخصت کریں گے، جلدی رُخصت کیا، تب جا کے استنجاء وغیرہ سے فارغ ہوئے، خیر یہ تو ایک کرامت کا درجہ ہے، ہر ایک اس کو انجام نہیں دے سکتا۔ (وعظ رحمۃ للعالمین جلد دوم)

## ادب سے قبولیت

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نہر کے کنارے بیٹھ کر ایک دن وضو فرما رہے تھے جدھر سے پانی آ رہا تھا تو اسی جانب اوپر کی طرف ایک دوسرا آدمی بیٹھا تھا اور وضو بنا رہا تھا.. اس نے سوچا کہ میرا وضو کا پانی امام احمد بن حنبل کی طرف جا رہا ہے یہ تو ادب کے خلاف ہے..تو اٹھ کر امام صاحب سے نیچے کی طرف بیٹھ گئے تو یہ بندہ جب انتقال کر گیا کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ کیا حال ہے؟ تو فرمایا امام احمد بن حنبل کو اس دن ادب دینے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مغفرت فرما دی.. (مجالس مفتی اعظم بحوالہ در نایاب)

## قابلیت اور فضل وکمال ادب پر ہے

ایک دن امیر المؤمنین ہارون الرشید رحمہ اللہ دور سے اپنے فرزندوں محمد امین اور مامون الرشید کی طرف دیکھ رہا تھا۔ دونوں بھائی اپنے مکتب میں امام کسائی سے سبق پڑھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد امام کسائی کسی ضرورت سے اٹھے اور باہر جانے لگے، امین اور مامون نے لپک کر استاد کے جوتے اٹھائے اور ان کے قریب رکھ دیئے۔ یہ دیکھ کر ہارون کو تعجب ہوا، ایک خادم سے پوچھا بتاوہ کون شخص ہے جس کے خدمت گار دنیا کے بڑے بڑے آدمی ہیں؟ اس نے کہا آپ۔ ہارون نے کہا نہیں، کسائی ہے، جس کے علم وفضل کی وجہ سے محمد امین و مامون اس کی خدمت کرتے ہیں، جب کسائی نے یہ واقعہ سنا تو کہا امیر المؤمنین اگر آپ اپنے دونوں فرزندوں سمیت میری خدمت کرتے تب بھی تھوڑی تھی کیونکہ فضل وکمال کی زندگی ہوتی ہے۔ اور دولت واقبال ڈھلتی پھرتی چھاؤنی ہے، اس لئے اعتبار کے قابل چیز فضل وکمال ہے نہ کہ دولت واقبال۔

ہارون الرشید نے یہ قول بہت پسند کیا اور کسائی کو خلعت فاخرہ عنایت فرمایا۔ (تاریخ ملت)

# ادب کے راستے قبولیت

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی والدہ کا بہت ادب واحترام کیا کرتے تھے.... جب بھی ان کی والدہ صاحبہ کو مسئلہ معلوم کرنا ہوتا تو وہ کن رسیدہ فقیہ سے دریافت کرتیں.... ایسے موقع پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی والدہ کو اونٹ پر سوار کرتے اور خود اونٹ کی نکیل پکڑ کر پیدل چلتے..... جب لوگ دیکھتے.... تو ادب واحترام کی وجہ سے راستے کے دونوں طرف کھڑے ہو کر سلام کرتے..... امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی والدہ ان سے مسئلہ دریافت کرتیں.... کئی مرتبہ ایسا ہوتا کہ معمر فقیہ کو مسئلہ کا صحیح حل معلوم نہ ہوتا تو وہ زیر لب امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھ لیتے پھر اونچی آواز سے آپ کی والدہ کو بتا دیتے.... امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تواضع اور ان کے ادب کا یہ عالم تھا کہ ساری زندگی اپنی والدہ پر یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ جو مسائل آپ ان سے پوچھتی ہیں وہ میں ہی تو بتاتا ہوں.... یہ سب اس لئے تھا کہ والدہ صاحبہ کی طبیعت جس طرح مطمئن ہوتی ہے ہونی چاہئے.... اس ادب واحترام کے صدقے ہی امام اعظم بنے.... (بکھرے موتی جلد۱)

# حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی انکساری وخاکساری

احسن السوانح (جو کہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ کی سوانح ہے) میں ہے کہ ہمارے ایک بزرگ اور دوست سید نصیب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے... وہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے... ایک روز میں نے ان سے پوچھا کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی واقعہ بیان فرمائیں... شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب میں دینا نگر ضلع گورداس پور سے دورہ حدیث کرنے کے لیے دیوبند گیا، میں دیوبند کے ریلوے اسٹیشن پر اترا... میرے پاس سامان زیادہ تھا اس لیے قلی کے انتظار میں پلیٹ فارم پر کھڑا تھا، قلی تو کوئی نہ آیا، ایک بڑے میاں تشریف لائے... مجھ سے پوچھا: کہاں جانا ہے؟ میں نے عرض کی کہ مدرسہ میں جانا ہے... فرمایا: یہ سامان میرے سر پر رکھو میں تمہیں مدرسہ لے جاتا ہوں، میں نے قلی اور مزدور سمجھ کر سارا سامان اس بزرگ

کے سر پر رکھ دیا اور وہ میرا سارا سامان لے کر مدرسہ آئے... سامان اُتارا اور بغیر کچھ اُجرت لیے تشریف لے گئے، میں بہت حیران تھا کہ یہ فرشتہ صفت بزرگ کون تھے؟

دوسرے روز جب داخلہ کے لیے امتحان ہوا تو میری حیرانگی کی کوئی انتہا نہ رہی کہ میرا امتحان لینے والے وہی کل والے بزرگ تھے اور وہ حضرت مولانا محمود الحسن قدس اللہ سرہ کی ذات ستودہ صفات تھی... میں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتے ہی عرض کیا کہ آپ نے کل میرے ساتھ یہ کیا معاملہ کیا؟ فرمایا: نصیب شاہ! میں نے کون سا کوئی انوکھا کام کیا ہے؟

تم نے حدیث میں نہیں پڑھا کہ جب کوئی طالب علم علم کی طلب کے لیے گھر سے نکلتا ہے تو اللہ کے فرشتے اس کے پاؤں کے نیچے اپنے پَر بچھاتے ہیں، اگر محمود حسن نے اس کا سامان اُٹھا لیا تو کون سا بڑا کام کیا...

سید نصیب شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ داخلہ کے دنوں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اکثر ریلوے اسٹیشن پر تشریف لے جاتے اور باہر سے آئے ہوئے طلبہ کا سامان اُٹھا کر مدرسہ میں لے جاتے... یہ انکساری اور خاکساری کا جذبہ تھا جو ہمارے بزرگوں میں بھرا ہوا تھا...

حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ بھی انہیں بزرگوں کے خوشہ چین تھے اس لیے یہ خاکساری اور انکساری آپ میں بھی بہت تھی، طلباء کو اللہ کا مہمان سمجھتے ہوئے ان کے ساتھ نہایت انکساری اور تواضع سے پیش آتے، اپنے ملنے والوں سے بھی نہایت خندہ پیشانی سے ملاقات کرتے... حضرت مولانا وکیل احمد صاحب فرماتے ہیں کہ احقر نے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حافظ ولی اللہ سلمہ سے سنا...

وہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے بطور سوال یہ فرمایا: ''تم دیکھتے ہو کہ میرے پاس ہر قسم کے لوگ آتے ہیں... آنے والوں میں امیر، غریب، اعلیٰ افسر اور علماء غرضیکہ ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں، میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ آخر یہ اتنے سارے لوگ کیوں آتے ہیں؟''

مولانا ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں خاموش ہوگیا، کوئی جواب نہ دیا حالانکہ

میرے پاس اس کا جواب موجود تھا کہ لوگ آپ جیسی مقدس اور بزرگ ہستی کی زیارت کے لیے آتے ہیں... جب میں نے کوئی جواب نہ دیا تو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی فرمایا: ''میرے پاس کیا ہے؟ کچھ نہیں لیکن لوگوں کو شبہ ہو گیا ہے کہ میں دیندار ہوں تو گویا یہ لوگ دین کی وجہ سے میرے پاس آتے ہیں۔

اس سے اندازہ کرلو کہ دین میں کتنی عظمت پوشیدہ ہے... دین کبھی نہیں چھوڑنا چاہیے، دین بہت قیمتی اور گراں بہا چیز ہے، دین اللہ کی رحمت اور برکت کا سرچشمہ ہے، دولت کوئی شے نہیں، وہ ہوا کے جھونکے کی طرح نکل جاتی ہے...''

## حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی مقبولیت اور سادگی

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کی یہ حالت تھی کہ لباس ایسا پہنتے تھے جس سے کوئی نہ سمجھ سکے کہ یہ عالم ہیں نہ عبا پہنتے تھے نہ چوغہ نہ ململ پہنتے تھے..نہ تنزیب بلکہ گاڑھا مارکین آپ کا لباس تھا اور اسی لباس سے آپ بڑے بڑے مجمعوں میں تشریف لے جاتے تھے مگر آپ کے سامنے سارے عبا اور جبے والے دھرے رہ جاتے تھے..آپ ہی کا نام چمکتا تھا اور کسی کو کوئی پوچھتا بھی نہ تھا.. چنانچہ علمی شان اور حقیقی عزت مباحثہ شاہجہاں پور میں جو مخالفین اسلام کے مقابلہ میں بڑا عظیم الشان مناظرہ تھا بڑے بڑے عبا قبا والے موجود تھے اور حضرت مولانا اسی معمولی کرتہ اور لنگی میں تھے مگر جب آپ نے تقریر کی ہے تو عوام پر اتنا اثر تھا کہ شاہجہان پور کے ہندو مہاجن اور بنئے یہ کہتے تھے کہ نیلی لنگی والا مولوی جیت گیا.. ایسی تقریر کی جیسے دریا بہتا ہے کسی کو اس کی بات کا جواب نہیں آیا..نیز مولانا کی یہ بھی عادت تھی کہ سفر میں اپنا نام کسی پر ظاہر نہ کرتے تھے اور ساتھیوں کو بھی ممانعت تھی کہ کسی پر نام ظاہر نہ کریں اور اگر کوئی آپ سے پوچھتا کہ جناب کا نام کیا ہے۔

فرماتے خورشید حسین کیونکہ آپ کا تاریخی نام یہی ہے مگر اس نام سے لوگ واقف نہ تھے اس لئے کوئی نہ سمجھتا کہ مولانا محمد قاسم صاحب'' یہی ہیں اور اگر کوئی وطن کا نام پوچھتا تو

فرماتے الٰہ آباد.... نانوتہ کا نام نہ لیتے رفقاء نے کہا حضرت آپ کا وطن الٰہ آباد کدھر سے ہو گیا.. یعنی یہ تو کذب ہے فرمایا کہ نانوتہ بھی تو خدا ہی کا آباد کیا ہوا ہے۔

پس لغۃً ہر بستی الٰہ آباد ہے یعنی کذب لازم نہ آیا بلکہ یہ توریہ ہوا مگر باوجود اس قدر اخفاء کے.... چھپے تھوڑا ہی تھے .. حضرات اہل اللہ کی عزت اتنی بڑی ہے کہ ان کو ظاہری اسباب شہرت و سامان شوکت کی حاجت نہیں رہتی.. یہ تو وہ کرے جس کو حقیقی عزت حاصل نہ ہو وہ اسباب عزت و سامان شہرت اختیار کیا کرتا ہے..(دین ودانش جلد ۶)

# ایک مقبولِ خدا کی خدمت خلق

حضرت قاری صدیق باندوی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں مسجد کے سامنے بارہ عدد بیت الخلاء بنے ہوئے تھے' جو طلبہ و اساتذہ کے بھی استعمال میں رہتے تھے' باندہ کے دیہاتی طلبہ جس جس طرح ان کو گندہ کر سکتے تھے کرتے تھے' لیکن صبح کے وقت سب بیت الخلاء روزانہ بالکل دھلے ہوئے ہوتے تھے کسی دھونے والے کا پتہ نہ چلتا تھا ایک مرتبہ تقریبا ڈھائی بجے مجھے بیت الخلاء جانے کی ضرورت محسوس ہوئی' جب میں کسی قدر قریب پہنچا تو دیکھا کہ کوئی صاحب مسجد کے وضوخانے کا پانی جس گڑھے میں جمع ہے اس سے بالٹی میں پانی لے کر بیت الخلاء دھو رہے ہیں' غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ یہ تو ہمارے حضرت قاری صدیق قدس سرہ ہی ہیں' کہاں کا تقاضا' خاموشی سے آ کر چارپائی پر لیٹ گیا اور حضرت کو یہ کرتے ہوئے دیکھتا رہا' آگے بڑھ کر حضرت کے ساتھ شریک ہونے کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ حضرت کو راز فاش ہو جانے پر افسوس ہوگا اور حضرت کو یہ سب کرتا دیکھ کر نیند کا کیا سوال اس کام سے فارغ ہو کر مسجد کے قریب کنوئیں پر جو نل لگا تھا وہاں جا کر غسل فرمایا اور مسجد کے صحن میں تہجد کی نماز شروع کر دی' اللہ ہی جان سکتا ہے کہ اس کے یہاں ان کاموں کا کیا اجر ملے گا اور اس تہجد کی نماز پر اس کو کتنا پیار آتا ہوگا؟ اپنے کمرے کے سامنے صحن اور برآمدہ میں جھاڑو دے لینا تو کوئی بات ہی نہ تھی' یہ تو روزمرہ کا کام تھا...

بہت ہی معزز مہمانوں کیلئے حضرت کے کمرہ کے قریب دو بیت الخلاء بنے ہوئے

تھے ایک مرتبہ مدرسہ میں ایک بہت محترم بزرگ آنے والے تھے کہ اس بیت الخلاء کا ٹینک بھر گیا مولو، منظور اور مولوی انیس احمد کو جو حضرت کے قریبی لوگوں میں ہیں بلایا اور فرمایا ایک کام ہے ہم ہی لوگ کر سکتے ہیں بتلاؤ کرو گے؟

ان لوگوں نے عرض کیا ضرور فرمایا یہ کام ہے ان نوجوانوں کو بھی شاباش ہے کہ ان لوگوں نے حضرت کے ساتھ یہ کام کیا انہی دونوں کی روایت ہے حضرت بھی بالٹیاں بھر کر غلاظت وہاں سے لے کر دور کھیت میں ڈال کر آتے تھے...(پیغام محمود)

## تواضع اور جذبہ خدمت کا عجیب واقعہ

مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نوراللہ مرقدہ کا واقعہ ہے کہ سردیوں کی ایک رات میں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ بذریعہ ریل گاڑی تھانہ بھون کے اسٹیشن پر اترے .....قصبہ اسٹیشن سے کافی دور تھا.....درمیان میں کھیت اور غیر آباد زمینیں تھیں.....بجلی بھی نہیں تھی رات کے وقت قلی یا سواری ملنا ناممکن تھا..... چند مسافر ہوتے جو اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہوجاتے گاڑی حسب معمول رکی اور روانہ ہوگئی.....

اسٹیشن پر ہو کا عالم تھا جنگل اور اندھیری رات.....اسٹیشن سے قیام گاہ تک آمد و رفت عموماً پیدل ہوتی تھی..... حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تنہا تھے سامان بھی ساتھ نہ تھا..... اچانک آواز آئی ''قلی'' ''قلی'' یہ آواز بار بار آرہی تھی.....اب اس میں گھبراہٹ بھی شامل ہوگئی تھی کوئی صاحب مع اہل وعیال اسی گاڑی سے اترے.....

قلی ہو تو ملے وہاں ایسا قلی نہ تھا جو آبادی تک سامان پہنچادے..... یہ مفتی صاحب کے ایک واقف کار تھے اور عقیدت مندانہ ملتے تھے..... مفتی صاحب سے اپنا بوجھ اٹھوانہ پر ہرگز راضی نہ ہوتے یا عمر بھر ندامت کے بوجھ میں دبے رہتے.....

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں نے جلدی سے سر پر رومال لپیٹ کر اوپر سے چادر ڈالی اور مزدورانہ ہیئت تیزی سے پہنچ کر کہا:..... ''سامان رکھواؤ کہاں جانا ہے''؟

انہوں نے مختصر پتہ بتا کر سر پر سامان لادنا شروع کردیا..... پہلا بکس ہی اتنا بھاری تھا

فرماتے الٰہ آباد.... نانوتہ کا نام نہ لیتے رفقاء نے کہا حضرت آپ کا وطن الٰہ آباد کدھر سے ہو گیا.. یعنی یہ تو کذب ہے فرمایا کہ نانوتہ بھی تو خدا ہی کا آباد کیا ہوا ہے۔

پس لغۃً ہر بستی الٰہ آباد ہے یعنی کذب لازم نہ آیا بلکہ یہ توریہ ہوا مگر باوجود اس قدر اخفاء کے.... چھپے تھوڑا ہی تھے .. حضرات اہل اللہ کی عزت اتنی بڑی ہے کہ ان کو ظاہری اسباب شہرت وسامان شوکت کی حاجت نہیں رہتی .. یہ تو وہ کرے جس کو حقیقی عزت حاصل نہ ہو وہ اسباب عزت وسامان شہرت اختیار کیا کرتا ہے .. (دین ودانش جلد ۶)

# ایک مقبولِ خدا کی خدمت خلق

حضرت قاری صدیق باندوی رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں مسجد کے سامنے بارہ عدد بیت الخلاء بنے ہوئے تھے' جو طلبہ واساتذہ کے بھی استعمال میں رہتے تھے' باندہ کے دیہاتی طلبہ جس جس طرح ان کو گندہ کر سکتے تھے کرتے تھے' لیکن صبح کے وقت سب بیت الخلاء روزانہ بالکل دھلے ہوئے ہوتے تھے کسی دھونے والے کا پتہ نہ چلتا تھا ایک مرتبہ تقریبا ڈھائی بجے مجھے بیت الخلاء جانے کی ضرورت محسوس ہوئی' جب میں کسی قدر قریب پہنچا تو دیکھا کہ کوئی صاحب مسجد کے وضوخانے کا پانی جس گڑھے میں جمع ہے اس سے بالٹی میں پانی لے کر بیت الخلاء دھو رہے ہیں' غور سے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ یہ تو ہمارے حضرت قاری صدیق قدس سرہ ہی ہیں' کہاں کا تقاضا' خاموشی سے آ کر چارپائی پر لیٹ گیا اور حضرت کو یہ کرتے ہوئے دیکھتا رہا' آگے بڑھ کر حضرت کے ساتھ شریک ہونے کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ حضرت کو راز فاش ہو جانے پر افسوس ہوگا اور حضرت کو یہ سب کرتا دیکھ کر نیند کا کیا سوال اس کام سے فارغ ہو کر مسجد کے قریب کنوئیں پر جو نل لگا تھا وہاں جا کر غسل فرمایا اور مسجد کے صحن میں تہجد کی نماز شروع کر دی' اللہ ہی جان سکتا ہے کہ اس کے یہاں ان کاموں کا کیا اجر ملے گا اور اس تہجد کی نماز پر اس کو کتنا پیار آتا ہوگا؟ اپنے کمرے کے سامنے صحن اور برآمدہ میں جھاڑو دے لینا تو کوئی بات ہی نہ تھی' یہ تو روزمرہ کا کام تھا...

بہت ہی معزز مہمانوں کیلئے حضرت کے کمرہ کے قریب دو بیت الخلاء بنے ہوئے

تھے ایک مرتبہ مدرسہ میں ایک بہت محترم بزرگ آنے والے تھے کہ اس بیت الخلاء کا ٹینک بھر گیا مولوی منظور اور مولوی انیس احمد کو جو حضرت کے قریبی لوگوں میں ہیں بلایا اور فرمایا ایک کام ہے، ہم ہی لوگ کر سکتے ہیں، بتلاؤ کرو گے؟

ان لوگوں نے عرض کیا ضرور، فرمایا یہ کام ہے، ان نوجوانوں کو بھی شاباش ہے کہ ان لوگوں نے حضرت کے ساتھ یہ کام کیا، انہی دونوں کی روایت ہے، حضرت بھی بالٹیاں بھر کر غلاظت وہاں سے لے کر دور کھیت میں ڈال کر آتے تھے... (پیغام محمود)

## تواضع اور جذبہ خدمت کا عجیب واقعہ

مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ کا واقعہ ہے کہ سردیوں کی ایک رات میں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ بذریعہ ریل گاڑی تھانہ بھون کے اسٹیشن پر اترے .....قصبہ اسٹیشن سے کافی دور تھا.....درمیان میں کھیت اور غیر آباد زمینیں تھیں.....بجلی بھی نہیں تھی رات کے وقت قلی یا سواری ملنا ناممکن تھا..... چند مسافر ہوتے جو اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاتے گاڑی حسب معمول رکی اور روانہ ہوگئی.....

اسٹیشن پر ہو کا عالم تھا جنگل اور اندھیری رات..... اسٹیشن سے قیام گاہ تک آمد و رفت عموماً پیدل ہوتی تھی..... حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تنہا تھے سامان بھی ساتھ نہ تھا..... اچانک آواز آئی ''قلی''، ''قلی'' یہ آواز بار بار آ رہی تھی.....اب اس میں گھبراہٹ بھی شامل ہوگئی تھی کوئی صاحب مع اہل و عیال اسی گاڑی سے اترے.....

قلی ہوتو ملے وہاں ایسا قلی نہ تھا جو آبادی تک سامان پہنچا دے..... یہ مفتی صاحب کے ایک واقف کار تھے اور عقیدت مندانہ ملتے تھے..... مفتی صاحب سے اپنا بوجھ اٹھوانہ پر ہرگز راضی نہ ہوتے یا عمر بھر ندامت کے بوجھ میں دبے رہتے.....

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں نے جلدی سے سر پر رومال لپیٹ کر اوپر سے چادر ڈالی اور مزدورانہ ہیبت تیزی سے پہنچ کر کہا:..... ''سامان رکھواؤ کہاں جانا ہے''؟

انہوں نے مختصر پتہ بتا کر سر پر سامان لادنا شروع کر دیا..... پہلا بکس ہی اتنا بھاری تھا

کہ مفتی صاحب نے کبھی نہ اٹھایا تھا.....اس پر دوسرا بکس رکھا.....

تیسرا عدد اور مفتی صاحب کی بغل میں تھمانا چاہتے تھے..... مفتی صاحب نے دونوں ہاتھوں سے بمشکل ان بکسوں کو سنبھالتے ہوئے کہا کہ:..... ''حضور میں کمزور آدمی ہوں زیادہ نہیں اُٹھا سکتا.....یہ (تیسرا عدد) آپ سنبھال لیں''

یہ مختصر قافلہ روانہ ہوا بوجھ سے پاؤں ڈگمگا رہے تھے مگر حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی اس کمزوری کو ٹارچ (بیٹری) نے چھپالیا تھا جو انہوں نے راستہ دکھا رہی تھی اور مفتی صاحب کی طرف متوجہ ہونے کا موقع نہ دیتی تھی ان کی قیام گاہ پر سامان اتارا وہ یہ کہہ کر ذرا اندر گئے کہ'' ابھی آکر پیسے دیتے ہیں..... 'حضرت مفتی صاحب وہاں سے غائب ہو گئے.....

اگلے دن وہ صاحب خانقاہ میں حسب سابق بڑی تعظیم سے ملے ..... مگر انہیں کیا معلوم وہ ایک ''قلی'' سے مل رہے ہیں.....(البلاغ فقیہ اعظمؒ)

## شیخ الہند رحمہ اللہ کی خدمت وادب

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں..

حضرت نانوتوی کے والد ماجد شیخ اسد علی صاحب مرحوم جب مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو علاج کے لئے دیوبند لائے گئے قیام حضرت شیخ الہندؒ کے مکان پر تھا..دستوں کا مرض تھا.بعض اوقات دستوں کی کثرت سے کپڑے بھی آلودہ ہو جاتے اور انہیں دھونا پڑتا تھا..

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے خدام نے کپڑوں کا دھونا اپنے ذمہ لینا چاہا مگر حضرت اجازت نہیں دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ میرا حق ہے اسے تلف مت کرو.. چنانچہ خود کپڑے دھوتے تھے..اسی دوران میں ایک دفعہ دست چارپائی پر خطا ہو گیا..

اس وقت نانوتوی رحمہ اللہ بھی یہاں موجود نہ تھے..حضرت شیخ الہند موجود تھے..اور صورت ایسی ہوگئی کہ نجاست اٹھانے کے لئے ظرف بھی نہ تھا اور حضرت شیخ نے بے تکلف ساری نجاست اپنے ہاتھوں اور ہتھیلیوں میں لے لی اور سمیٹنی شروع کر دی..تمام ہاتھ گندگی میں آلودہ ہی نہ تھے بلکہ ہاتھوں میں نجاست لبریزی کے ساتھ بھری ہوئی تھی..

حضرت نانوتویؒ پہنچ گئے اور دیکھا کہ حضرت شیخ الہند کے دونوں ہاتھ نجاست اور مواد سے بھرپور ہیں اور وہ اسے سمیٹ سمیٹ کر بار بار باہر جاتے ہیں اور پھینک پھینک کر آتے ہیں..اس پر حضرت نانوتویؒ بہت متاثر ہوئے..اور وہیں کھڑے کھڑے ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے اور عرض کیا کہ خداوند محمود کے ہاتھوں کی لاج رکھ لے..اور اس خاص وقت میں جو جو بھی اپنے اس محبوب تلمیذ کے مانگ سکتے تھے ہاتھ اٹھائے ہوئے مانگتے رہے اس قبولیت اور دل سے نکلی ہوئی دعاؤں نے کیا کچھ اثر نہ دکھایا ہوگا..دکھلایا اور یہ وہی مولوی محمود حسن تھے کہ ہند کے شیخ اور عالمگیر زعیم بنے جن کی فراست وجواں مردی اور جوش جہاد کے چرچے ہند اور بیرون ہند میں تھے..(پچاس مثالی شخصیات)

## ایک درزی جو مقبولِ خدا ہوگیا

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے: لکھنو بازار میں ایک غریب درزی کی دکان تھی جو ہر جنازے کے لئے دکان بند کرتے تھے....لوگوں نے کہا کہ اس سے آپ کے کاروبار کو نقصان ہوگا کہنے لگا کہ علماء سے سنا ہے کہ جو کسی مسلمان کے جنازے پر جاتا ہے کل اس کے جنازے پر ان شاء اللہ لوگوں کا ہجوم ہوگا.....

میں غریب ہوں میرے جنازے پر کون آئے گا....ایک تو مسلمان کا حق بھی ہے اور دوسرا یہ کہ اللہ پاک بھی راضی ہو جائیں گے....اللہ پاک کی شان دیکھیں کہ ۱۹۰۲ء میں مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی کا انتقال ہوا....ریڈیو پر بتلایا گیا اخبارات میں جنازے کے اشتہارات آگئے.....لاکھوں کا مجمع تھا.....جب جنازہ گاہ میں اُن کا جنازہ ختم ہوا تو جنازہ گاہ میں ایک دوسرا جنازہ داخل ہوا....اعلان ہوا کہ ایک اور عاجز مسلمان کا جنازہ بھی پڑھ کر جائیں.....یہ دوسرا جنازہ اس درزی کا تھا.....جو مولانا کے جنازہ سے بڑھ کر نکلا.....دونوں جنازوں کے لوگ اس میں شامل ہوگئے.....اور پہلے جنازے سے جو لوگ رہ گئے تھے وہ بھی شامل ہوگئے....اللہ پاک نے اس درزی کی بات پوری کر کے اس کی لاج رکھی.....سچ کہا ہے کہ اخلاص بہت بڑی نعمت ہے.....(کاروان زندگی)

# خدمت کی فضیلت واہمیت

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں میں نے اپنے شیخ حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب قدس اللہ سرہ سے یہ واقعہ سنا کہ: ’’ایک بزرگ جو بہت بڑے محدث بھی تھے.. جنہوں نے ساری عمر حدیث کی خدمت میں گزاری.. جب ان کا انتقال ہو گیا تو کسی شخص نے خواب میں ان کی زیارت کی اور ان سے پوچھا کہ حضرت! اللہ تعالیٰ نے کیسا معاملہ فرمایا؟ جواب میں انہوں نے فرمایا کہ بڑا عجیب معاملہ ہوا وہ یہ کہ ہم نے تو ساری عمر علم کی خدمت میں اور حدیث کی خدمت میں گزاری اور درس و تدریس اور تصنیف اور وعظ و خطابت میں گزاری تو ہمارا خیال یہ تھا کہ ان اعمال پر اجر ملے گا..

لیکن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے کچھ اور ہی معاملہ فرمایا.. اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ ہمیں تمہارا ایک عمل بہت پسند آیا وہ یہ کہ ایک دن تم حدیث شریف لکھ رہے تھے جب تم نے اپنا قلم دوات میں ڈبو کر نکالا تو اس وقت ایک پیاسی مکھی آ کر اس قلم کی نوک پر بیٹھ گئی اور سیاہی چوسنے لگی.. تمہیں اس مکھی پر ترس آ گیا' تم نے سوچا کہ یہ مکھی اللہ کی مخلوق ہے اور پیاسی ہے.. یہ سیاہی پی لے تو پھر میں قلم سے کام کروں.. چنانچہ اتنی دیر کے لیے تم نے اپنا قلم روک لیا اور اس وقت تک قلم سے کچھ نہیں لکھا جب تک وہ مکھی اس قلم پر بیٹھ کر سیاہی چوستی رہی.. یہ عمل تم نے خالص میری رضامندی کی خاطر کیا اس لیے اس عمل کی بدولت ہم نے تمہاری مغفرت فرمادی اور جنت الفردوس عطا کر دی..‘‘

دیکھیے! ہم تو یہ سوچ کر بیٹھے ہیں کہ وعظ کرنا.. فتویٰ دینا تہجد پڑھنا تصنیف کرنا وغیرہ یہ بڑے بڑے اعمال ہیں.. لیکن وہاں ایک پیاسی مکھی کو سیاہی پلانے کا عمل قبول کیا جا رہا ہے اور دوسرے بڑے بڑے اعمال کا کوئی تذکرہ نہیں..

حالانکہ اگر غور کیا جائے تو جتنی دیر قلم روک کر رکھا.. اگر اس وقت قلم نہ روکتے تو حدیث شریف ہی کا کوئی لفظ لکھتے.. لیکن اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت کی بدولت اللہ نے مغفرت فرمادی اگر وہ اس عمل کو معمولی سمجھ کر چھوڑ دیتے تو یہ فضیلت حاصل نہ ہوتی..

لہٰذا کچھ پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کونسا عمل مقبول ہو جائے وہاں قیمت عمل کے حجم سائز اور گنتی کی نہیں ہے بلکہ وہاں عمل کے وزن کی قیمت ہے اور یہ وزن اخلاص سے پیدا ہوتا ہے.. اگر آپ نے بہت سے اعمال کیے.. لیکن ان میں اخلاص نہیں تھا تو گنتی کے اعتبار سے تو وہ اعمال زیادہ تھے.. لیکن فائدہ کچھ نہیں..دوسری طرف اگر عمل چھوٹا سا ہو لیکن اس میں اخلاص ہو تو وہ عمل اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑا بن جاتا ہے.. لہٰذا جس وقت دل میں کسی نیکی کا ارادہ پیدا ہو رہا ہے تو اس وقت دل میں اخلاص بھی موجود ہے اگر اس وقت وہ عمل کر لو گے تو امید ہے کہ وہ ان شاء اللہ مقبول ہو جائے گا..(اصلاحی خطبات جلد ۶ ص ۲۳۷)

## مقبولین کی ترقی

حضرت سری سقطی رحمہ اللہ نے ایک شرابی کو دیکھا جو مدہوش زمین پر گرا ہوا تھا اور اپنے شراب آلودہ منہ سے اللہ اللہ کہہ رہا تھا۔ حضرت سری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہیں بیٹھ کر اس کا منہ پانی سے دھویا اور فرمایا ''اس بے خبر کو کیا خبر؟ کہ ناپاک منہ سے کس پاک ذات کا نام لے رہا ہے۔'' منہ دھو کر آپ رحمۃ اللہ علیہ چلے گئے۔

جب شرابی کو ہوش آیا تو لوگوں نے اسے بتایا کہ ''تمہاری بے ہوشی کے عالم میں حضرت سری رحمۃ اللہ علیہ یہاں آئے تھے اور تمہارا منہ دھو کر گئے ہیں۔'' شرابی یہ سن کر بڑا پشیمان اور نادم ہوا اور رونے لگا اور نفس کو مخاطب کر کے بولا۔ بے شرم! اب تو سری (رحمۃ اللہ علیہ) بھی تجھے اس حال میں دیکھ گئے ہیں، خدا عزوجل سے ڈر اور آئندہ کیلئے توبہ کر۔

رات کو حضرت سری رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں کسی کہنے والے کو یہ کہتے سنا۔ ''اے سری رحمۃ اللہ علیہ! تم نے شرابی کا ہماری خاطر منہ دھویا۔ ہم نے تمہاری خاطر اس کا دل دھویا۔''

حضرت سری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تہجد کے وقت مسجد میں گئے تو اس شرابی کو تہجد پڑھتے ہوئے پایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا، تم میں یہ انقلاب کیسے آ گیا؟

تو وہ بولا۔ ''آپ رحمۃ اللہ مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں جب کہ اللہ عزوجل نے آپ رحمۃ اللہ کو بتا دیا ہے۔'' (مخزن اخلاق)

# خدمت سے خدا ملتا ہے

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ آپ بیتی میں لکھتے ہیں:

ایک عجیب قصہ بڑی عبرت کا میں نے اپنے والد صاحب سے کئی مرتبہ سنا..ایک بادشاہ تھا..اس کو کیمیا کی دھت تھی اور یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ جس کو کیمیا کا مرض پڑ جاتا ہے اس کی عقل و ہوش شطرنج کے کھلاڑی سے بھی زیادہ کھو جاتا ہے..میں نے اپنے کئی دوستوں کو دیکھا جن کو اس کا چسکا تھا..جب ان کا راستے میں کہیں ساتھ ہو جاتا وہ قدموں پر نگاہ جمائے کبھی اِدھر کبھی اُدھر دیکھتے جایا کرتے اور جہاں کہیں شبہ ہو جاتا وہاں کھڑے ہو کر اور بوٹوں کو دیر تک مل مل کر سونگھتے تھے..بادشاہ بھی اسی فکر میں ہر وقت رہتا' وزراء کا ناطقہ بند رکھتا..ایک وزیر نے کہا کہ حضور اتنے متفکر رہتے ہیں..

حضور کی سلطنت میں تو فلاں سقہ فلاں جگہ رہتا ہے' بڑا ماہر ہے اسے خوب بنانی آتی ہے..بادشاہ کو بڑی حیرت ہوئی' کہنے لگا ہماری سلطنت میں اس کا جاننے والا ہے اور ہم اتنے پریشان ہو رہے ہیں..چار سنتری بھیج دیئے کہ اس سقے کو پکڑ لاؤ' سقہ پیش ہوا' کپڑے پھٹے ہوئے' لنگوٹا بندھا ہوا بدن پر بجائے کرتے کے ایک گاڑھے کی کمری بہت پھٹی ہوئی..

بادشاہ کو اس کی صورت دیکھتے ہی بہت نفرت ہوئی..اس سے پوچھا کہ تجھے کیمیا بنانی آتی ہے؟ اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا ''حضور تو بادشاہ ہیں' سمجھ دار ہیں' دنیا کے حاکم ہیں' اگر مجھے کیمیا آتی تو میرا یہ حال ہوتا جو حضور دیکھ رہے ہیں' میں بھی کوئی محل ایسا ہی بناتا جیسا حضور کا ہے..'' بات معقول تھی بادشاہ کی بھی سمجھ میں آ گئی' چھوڑ دیا اور اس وزیر کو بلا کر ڈانٹا..وزیر نے قسم کھائی کہ حضور مجھے تو خوب تجربہ ہے' اسے خوب آتی ہے..

بادشاہ نے سلطنت کا انتظام ولی عہد کے سپرد کیا' بدن پر بھبھوت ملا تاکہ پہچانا نہ جائے اور اس وزیر کو ساتھ لے کر سقہ کے گھر پہنچا' جب اس نے گھر کا نشان بتایا وزیر کو چلتا کر دیا..''حب الشیء یعمی ویصم'' چیز کی محبت آدمی کو اندھا بہرا کر دیتی ہے..

جب وہ سقہ گھر سے نکلا یہ بیٹھا رہا' جب وہ شام کو پانی ڈالنے جانے لگا تو اس کے

ساتھ ہولیا' کہنے لگا بڑے میاں آپ تو بہت بوڑھے ہو گئے ہیں' آپ کو تو بڑی دقت ہو گی' میں تو گھر سے فالتو مارا مارا پھرتا ہوں' اگر آپ مجھے ٹھکانے بتادیں تو میں ہی گھروں میں پانی ڈال آیا کروں' سقہ نے کہا نہیں بھائی میری تو روزی اسی میں ہے تو اپنا کام کر' کہنے لگا بڑے میاں تم مجھے کچھ اچھے ہی بہت لگے ہو' میں تو تمہاری خدمت میں رہنا چاہتا ہوں' تم سے کچھ مانگنے کا نہیں' نہ مجھے روٹی چاہیے اور نہ کچھ..

شام کو سقہ نے جب وہ روٹیاں مانگ کر لایا' بادشاہ کی تواضع کی مگر اس نے انکار کر دیا کہ مجھے بالکل بھوک نہیں' غمزدہ ہوں' پریشان ہوں' میں تو کئی کئی دن کا فاقہ کرتا ہوں' سقہ نے بڑے اصرار سے دو چار لقمہ کھلائے..

غرض بادشاہ نے سقہ کی بہت ہی خدمت کی..دن بھر اس کا پانی بھرتا' رات کو جب سقہ لیٹتا اس کا خوب بدن دباتا' ہٹا کٹا' جوان' قوی' سقے کو بھی پانچ سات دن میں وہ مزہ آیا کہ لطف ہی آ گیا..دو تین مہینے سقے نے خوب ٹٹولا خوشامد کی کچھ کھالے' کچھ پیسے مقرر کر لے.. بادشاہ نے کہا اجی! میاں مجھے مزدوری کرنی ہوتی تو دنیا میں بہت مزدوریاں' مجھے تو تم اچھے لگتے ہو' میں تو راستے میں بیٹھ گیا تھا تمہاری صورت مجھے کچھ اچھی لگی..اگلا شعر تو میں نے اپنے والد سے نہیں سنا مگر واقعہ کے مناسب تھا یاد آ گیا..

گرے میری نظروں سے خوبان عالم ۔۔۔ پسند آ گئی تیری صورت کچھ ایسی
دیر و حرم میں روشنی شمس و قمر سے ہو تو کیا ۔۔۔ مجھ کو تو تم پسند ہو اپنی نظر کو کیا کروں
گورے کالے پر نہیں موقوف ۔۔۔ دل کے آنے کے طریقے نرالے ہیں
دید لیلیٰ کے لیے دیدہ مجنوں ہے ضرور ۔۔۔ میری آنکھوں سے کوئی دیکھے تماشا انکا

غرض بادشاہ نے وہ محبت کے جذبے دکھائے کہ سقہ بھی سوچ میں پڑ گیا کہ یہ بڑھاپے میں عاشق زار کہاں سے پیدا ہو گیا' کبھی کہتا ابا جی لنگی باندھ کے کپڑے دے دو میں دھلا دوں' ارے بھائی میں تو خود دھلوں گا' اجی تم بڑھاپے میں کہاں تکلیف اٹھاؤ گے' ان میں جوئیں ڈھونڈتا' خوب پٹڑے پر چھیت چھیت کر صاف کرتا' کچھ پیسے تو ضرور ساتھ ہوں گے' بڈھے کو جھانسہ دے کر کچھ اِدھر اُدھر سے کھالیتا مگر بڈھے کے سامنے اپنے

فقر و فاقہ اور زہد کا زور دکھاتا.. چار پانچ مہینے بڈھے نے کہا ''ارے لونڈے مجھے کیمیا آتا ہے' بادشاہ نے بھی مجھ سے پوچھا تھا' میں (سخت گالی دے کر) اس کو بھی انکار کر آیا' تجھے ضرور بتاؤں گا.'' بادشاہ کی جان میں جان تو آ گئی مگر زبان سے اتنی سختی سے انکار کیا کہ کیمیا کی ایسی کی تیسی' مجھے تو تمہاری محبت نے مار رکھا ہے..

آٹھ دس دن تک سقہ اصرار کرتا رہا' بادشاہ انکار کرتا رہا.. ایک دن بڈھے نے کہا' میں بڈھا ہو گیا ہوں یہ اِلم (علم) میرے ساتھ ہی چلا جائے گا' کسی اور کو تو میں بتانے کا نہیں تجھے ضرور بتاؤں گا' بھائی محبت سے محبت ہوتی ہے مجھے بھی تجھ سے محبت ہو گئی ہے.. اگرچہ تو نے مجھے اپنا حال تو بتایا نہیں' کون ہے کہاں سے آیا ہے؟

ابا جی! کیا اپنا حال بتاؤں' لاوارثی ہوں' یونہی مارا مارا پھرتا ہوں' گھر بھی بھول بھال گیا کہ کہاں تھا' اب تو تم ہی اپنا بیٹا بنا لو.. (غرض میں تو آدمی گدھے کو بھی باپ بنا لیتا ہے یہ تو بہرحال آدمی تھا) ایک صبح ہی صبح سقہ بادشاہ کو ساتھ لے کر جنگل کی طرف گیا اور پچیس تیس بوٹیاں اس کو دکھائیں اور اسی سے تڑوائیں اور گھر آ کر اسی سے کیمیا بنوائی..

بادشاہ تو اس پر مر ہی رہا تھا' خوب غور سے دیکھا اور رات ہی کو بھاگ گیا' اگلے دن سقہ ہاتھ ملتا رہ گیا.. ''کمبخت بہت ہی دھوکہ باز تھا' بے ایمان' یوں کہے تھا مجھے تجھ سے محبت ہے' انجان آدمی سے تو کبھی منہ نہ لگائے..''

اپنے تخت پر پہنچ کر ان ہی سنتریوں کو بھیجا وہ پکڑ لائے' بادشاہ نے پوچھا ارے سقے سنا تجھے کیمیا آتی ہے.. اجی میاں! آپ نے تو پہلے بھی پوچھا تھا' مجھے کیمیا آتی تو میں یوں مارا مارا پھرتا مگر پانچ چھ مہینے جس نے پاؤں دبائے ہوں وہ کہاں چھپ سکتا تھا.. سقہ اس کے منہ کو گھورتا رہا' بادشاہ نے کہا مجھے بھی پہچان لیا.. سقہ نے کہا میاں خوب پہچان لیا.. بادشاہ نے کہا' تو یہ کیا کہہ رہا ہے.. سقہ نے کہا میاں کیمیا تو پاؤں دبانے سے آتی ہے بادشاہ بن کر نہیں آتی' میاں کیمیا کے واسطے تو سقہ بننا ضروری ہے.. سنا ہے بادشاہ بہت ہی خوش ہوا اور اسے بہت ہی انعام دیا.. اگلا شعر بھی میرا سنا ہوا نہیں' میری ہی طرف سے اضافہ ہے..

تمنا درد دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
سرخرو ہوتا ہے انساں ٹھوکریں کھانے کے بعد رنگ لاتی ہے حنا پتھر سے پس جانے کے بعد

سقے نے بات تو بہت ہی صحیح اور پتہ کی کہی' خاکساری' تواضع اور خوشامد سے جو ملتا ہے وہ بڑائی اور تکبر سے نہیں ملتا..

مپند ار جانِ پدر گر کسی کہ بے سعی ہرگز بجائے رسی

میرے والد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ محنت' جفا کاری' پستی کے بڑے قصے سنایا کرتے تھے..اللہ انہیں بہت ہی جزائے خیر عطا فرمائے..حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

**"من تواضع للہ رفعه اللہ او کما قال صلی اللہ علیه وسلّم"**

ترجمہ: "جو اللہ کے لیے تواضع کرے اللہ اس کو بلند درجے عطا فرماتے ہیں.."

یہاں تو تواضع بھی اللہ کے لیے نہیں تھی غرض کے واسطے تھی مگر تواضع اور سقہ کے پاؤں دبانے نے کیمیا سکھادی..(آپ بیتی)

## اساتذہ اور اکابر کے احترام سے مقبولیت

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ نے تحریک ریشمی رومال کے دوران ارادہ فرمالیا کہ اب میں حرمین شریفین جاتا ہوں..

ایک دن آپ مدرسہ میں چارپائی پر بیٹھے دھوپ میں زمین پر پاؤں رکھے کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے ان دنوں علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ حضرت کی عدم موجودگی میں بخاری شریف پڑھاتے تھے..اس دوران ان کی نظر اپنے استاذ حضرت شیخ الہند پر پڑی..
جب درس دے چکے تو طلباء سے فرمایا کہ آپ تھوڑی دیر بیٹھیں..آپ یہ کہہ کر کہ میں آتا ہوں دارالحدیث سے باہر نکل کر سیدھے حضرت کے پاس آکر ان کے قدموں میں بیٹھ گئے..اس کے بعد حضرت سے عرض کرنے لگے حضرت! آپ یہاں ہیں جب ہمیں ضرورت پڑتی ہے تو ہم آپ کی طرف رجوع کر لیتے ہیں....اب آپ نے یہاں سے ہجرت کا ارادہ فرمالیا ہے..اس طرح تو ہم بے سایہ ہو جائیں گے..

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے یہ الفاظ کہے اور رونا شروع کر دیا حتی کہ انہوں نے بچوں کی طرح بلکنا شروع کر دیا۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے بھی انہیں رونے دیا جب ان کے دل کی بھڑاس نکل گئی تو اس وقت شیخ الہند نے انہیں تسلی کی بات کہی اور فرمایا انور شاہ! ہم تھے تو آپ ہماری طرف رجوع کرتے تھے اور جب ہم چلے جائیں گے تو پھر لوگ علم حاصل کرنے کیلئے تمہاری طرف رجوع کیا کریں گے۔۔

چنانچہ شاہ صاحب کو اس طرح کی تسلی کی باتیں کر کے واپس بھیج دیا۔۔ جب شاہ صاحب چلے گئے تو حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے اپنے دل میں خیال آیا کہ ان کو تو اپنے استاذ کی دعاؤں کی اتنی قدر ہے اور آج میں اتنے بڑے کام کیلئے جا رہا ہوں لیکن آج میرے سر پر تو استاذ کا سایہ نہیں ہے جن کی دعائیں لیکر چلتا۔۔۔۔

چنانچہ یہ سوچتے ہی انکو اپنے استاذ حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا خیال آیا اور طبیعت میں رقت طاری ہوئی۔۔لہٰذا وہیں سے اٹھے اور سیدھے حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے گھر گئے۔۔دروازے پر دستک دی اور ڈیوڑھی میں کھڑے ہو کر آواز دی۔۔اماں جی! میں محمود حسن ہوں۔۔اگر حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے جوتے گھر میں پڑے ہیں تو وہ بھجوا دیں چنانچہ اماں جی نے ان کے جوتے ان کے پاس بھیج دیئے۔۔حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے اپنے استاذ کے جوتے اپنے سر پر رکھے اور اللہ رب العزت سے دعا کی۔۔اے اللہ! آج میرے استاذ سر پر نہیں ہیں۔۔میں ان کے جوتے سر پر رکھے بیٹھا ہوں۔۔اے اللہ اس نسبت کی وجہ سے تو میری حفاظت فرما لینا اور مجھے اپنے مقصد میں کامیاب فرما دینا۔۔

استاذوں کی قدر اس وقت آتی ہے۔۔جب دیکھنے کیلئے فقط انکے جوتے باقی رہ جاتے ہیں۔۔

## اُستاد کی خدمت پر قبولیت

حضرت علامہ شمس الحق افغانی رحمہ اللہ ایک مرتبہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک تشریف لائے تو دوران تقریر حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ کے بارہ میں ارشاد فرمایا۔۔''مولانا عبدالحق صاحب ولی کامل ہیں اور یہ دار العلوم حقانیہ مولانا کی

ولایت کی ایک نشانی ہے اور ان کو یہ ولایت اپنے شیخ حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی خدمات کی وجہ سے حاصل ہوئی۔۔

دار العلوم دیوبند سے بہت سے اہل علم نے استفادہ کیا لیکن سرحد میں جو کام مولانا عبدالحق صاحب نے سرانجام دیا وہ کسی اور کے حصہ میں نہیں آیا"۔۔

مولانا افغانی رحمہ اللہ نے دوران تقریر یہ بھی فرمایا کہ یہ مدرسہ یہ تعمیر یہ مسجد یہ طلبہ یہ سب مولانا عبدالحق صاحب کی ولایت کی زندہ نشانیاں ہیں۔۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یہ ولایت اپنے شیخ مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی خدمت کی وجہ سے حاصل ہوئی تھی۔۔ میں روزانہ عصر کے بعد حضرت مدنی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور مہمانوں کی خدمت وغیرہ کرتا تھا اس پر کچھ حاسدین طلبہ چپکے سے کہتے کہ وہ دیکھو چاپلوس آ گیا۔۔

ایک مرتبہ طلبائے حدیث سے فرمایا یہ جو آپ دار الحدیث دیکھتے ہیں۔ دار العلوم دیکھتے ہیں درس گاہیں اور طلبہ کو دیکھتے ہیں یہ حضرت شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی خدمت اور چاپلوسی کی برکت ہے۔

میں اپنے اساتذہ کی خدمت کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے جتنا کار خیر لیا یہ سب خدمت کی برکت ہے۔۔(ماہنامہ محاسن اسلام اگست 2009)

# سادگی اور مخلوق خدا کا خیال

## بوڑھے کی خدمت کا عجیب واقعہ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں: حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار بھی اکابر دیوبند میں ہے...

ان کے علم و فضل کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ وہ حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بلاواسطہ شاگرد اور حضرت شاہ عبدالغنی صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم سبق ہیں... وہ ایک مرتبہ کہیں تشریف لے جارہے تھے کہ راستہ میں ایک بوڑھا ملا جو بوجھ لیے جارہا تھا، بوجھ زیادہ تھا اور وہ بمشکل چل رہا تھا...

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حال دیکھا تو اس سے وہ بوجھ لے لیا اور جہاں وہ لے جانا چاہتا تھا وہاں پہنچا دیا... اس بوڑھے نے ان سے پوچھا: ''اجی! تم کہاں رہتے ہو؟'' انہوں نے کہا:

''بھائی! میں کاندھلہ میں رہتا ہوں...'' اس نے کہا: ''وہاں مولوی مظفر حسین بڑے ولی ہیں'' اور یہ کہہ کر ان کی بڑی تعریفیں کیں مگر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اور تو اس میں کوئی بات نہیں ہے، ہاں نماز تو پڑھ لے ہے...''

اس نے کہا ''واہ میاں! تم ایسے بزرگ کو ایسا کہو؟'' مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''میں ٹھیک کہتا ہوں'' وہ بوڑھا ان کے سر پر ہوگیا، اتنے میں ایک اور شخص آ گیا جو مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو جانتا تھا، اس نے بوڑھے سے کہا ''بھلے مانس! مولوی مظفر حسین یہی ہیں'' اس پر وہ بوڑھا مولانا سے لپٹ کر رونے لگا... (ارواح ثلاثہ، ص: ۱۴۸، نمبر ۱۸۸)

## لوگوں کے کام آنا

مولانا مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عادت یہ تھی کہ اشراق کی نماز پڑھ کر مسجد سے نکلا کرتے تھے اور اپنے تمام رشتہ داروں کے گھر تشریف لے جاتے جس کسی کو بازار سے کچھ منگوانا ہوتا اس سے پوچھ کر لا دیتے اور طرہ یہ کہ اس زمانے میں لوگوں کے پاس پیسے کم ہوتے تھے، عموماً چیزیں غلے کے عوض خریدی جاتی تھیں... چنانچہ آپ گھروں سے غلہ باندھ کر لے جاتے اور اس سے اشیاء ضرورت خرید کر لاتے تھے... (ارواح ثلاثہ، ص ۱۵۳، ۱۹۷)

## کمال سادہ طرزِ زندگی

دیوبند کے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھا... علم و فضل کا تو یہ عالم کہ آج ان کی ''عزیز الفتاویٰ'' عہد حاضر کے تمام مفتیوں کے لیے ماخذ بنی ہوئی ہے اور فتویٰ کے ساتھ شغف کا یہ حال کہ وفات کے وقت بھی ایک استفتاء ہاتھ میں تھا جسے موت ہی نے ہاتھ سے چھڑا کر سینے پر ڈال دیا تھا... (نقوش و تاثرات: مؤلفہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم، ص: ۳۴) ...... لیکن سادگی... تواضع اور خدمت خلق کا یہ مقام کہ والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:

''کوئی کیسے سمجھے کہ یہ کوئی بڑے عالم یا صاحب کرامات صوفی اور صاحب نسبت شیخ ہیں جب کہ غایت تواضع کا یہ عالم ہو کہ بازار کا سودا سلف نہ صرف اپنے گھر کا بلکہ محلے کی بیواؤں اور ضرورت مندوں کا بھی خود لاتے، بوجھ زیادہ ہو جاتا تو بغل میں گٹھڑی دبا لیتے اور پھر ہر ایک کے گھر کا سودا مع حساب کے اس کو پہنچاتے...'' (مقدمہ فتاویٰ دار العلوم دیوبند، ج: ۱، ص: ۴۳)

راقم الحروف نے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم ہی سے زبانی سنا کہ اسی سودا سلف لانے میں کبھی ایسا بھی ہوتا کہ جب حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی عورت کو سودا دینے کے لیے جاتے تو وہ دیکھ کر کہتی: ''مولوی صاحب! یہ تو آپ غلط لے آئے ہیں، میں نے یہ چیز اتنی نہیں اتنی منگوائی تھی...'' چنانچہ یہ فرشتہ صفت انسان دوبارہ بازار جاتا اور اس عورت کی شکایت دور کرتا...

## ہمسایوں کی رعایت

حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو دیوبند میں حضرت میاں صاحب کے لقب سے معروف تھے...دارالعلوم دیوبند کے درجہ علیا کے اُستاد تھے....ان سے ابوداؤد پڑھنے والے اب بھی برصغیر میں ہزاروں ہوں گے....

علوم قرآن وسنت کے بہت بڑے ماہر اور جملہ علوم وفنون کے کامل محقق...مگر بہت کم گو....حدیث کے درس میں نہایت مختصر.....مگر جامع تقریر ایسی ہوتی تھی کہ حدیث کا مفہوم دل میں اُتر جائے اور شبہات خود بخود کافور ہو جائیں...

انہی کا واقعہ ہے کہ آپ کا زنانہ مکان اور نشست گاہ کچی مٹی کی بنی ہوئی تھیں... ہر سال برسات کے مواقع پر اس کی لپائی تپائی ناگزیر تھی جس میں کافی پیسہ اور وقت خرچ ہوتا تھا...ایک مرتبہ راقم الحروف کے والد ماجد (حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم) نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ''حضرت! جتنا خرچ سالانہ اس کی لپائی پر کرتے ہیں، اگر ایک مرتبہ پختہ اینٹوں سے بنانے میں خرچ کرلیں تو دو تین سال میں یہ خرچ برابر ہو جائے اور ہمیشہ کے لیے اس محنت سے نجات ہو...''

یہ سن کر فرمایا: ''ماشاء اللہ بات تو بہت عقل کی کہی، ہم بوڑھے ہو گئے...ادھر دھیان ہی نہ آیا...'' پھر کچھ توقف کے بعد جو حقیقت حال تھی وہ بتائی اور تب پتہ چلا کہ یہ حضرات کس مقام سے سوچتے تھے؟ فرمایا کہ:

''میرے پڑوس میں سب غریبوں کے کچے مکان ہیں، اگر میں اپنا مکان پکا بنوالوں تو غریب پڑوسیوں کو حسرت ہوگی اور اتنی وسعت نہیں کہ سب کے مکان پکے بنواؤں...''

حضرت والد صاحب مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:....

''اس وقت معلوم ہوا کہ یہ حضرات جو کچھ سوچتے ہیں...وہاں تک ہر ایک کی رسائی نہیں ہو سکتی... چنانچہ انہوں نے اس وقت تک اپنے مکان کو پختہ نہیں کیا... جب تک پڑوسیوں کے مکان پکے نہیں بن گئے...'' (نقوش وتاثرات، ص:۴۰)

## نعمت کی قدر دانی

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت والد صاحب مدظلہم ان کے گھر تشریف لے گئے تو انہوں نے آموں سے تواضع کی۔۔۔جب آم چوس کر فارغ ہو گئے تو والد صاحب مدظلہم گٹھلیوں اور چھلکوں سے بھری ہوئی ٹوکری اُٹھا کر باہر پھینکنے کے لیے چلے، حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا تو پوچھا:

''یہ ٹوکری کہاں لے کر چلے؟'' عرض کیا ''چھلکے باہر پھینکنے جا رہا ہوں'' ارشاد ہوا: ''پھینکنے آتے ہیں یا نہیں؟'' والد صاحب نے کہا کہ ''حضرت! یہ چھلکے پھینکنا کون سا خصوصی فن ہے جسے سیکھنے کی ضرورت ہو؟''

فرمایا: ''ہاں! تم اس فن سے واقف نہیں، لاؤ، مجھے دو۔۔۔'' خود ٹوکری اُٹھا کر پہلے چھلکے گٹھلیوں سے الگ کیے، اس کے بعد باہر تشریف لائے اور سڑک کے کنارے تھوڑے تھوڑے فاصلے سے معین جگہوں پر چھلکے رکھ دیے اور ایک خاص جگہ گٹھلیاں ڈال دیں۔۔۔

والد صاحب کے استفسار پر ارشاد ہوا کہ ہمارے مکان کے قرب وجوار میں تمام غرباء ومساکین رہتے ہیں، زیادہ تر وہی لوگ ہیں جن کو نان جویں بھی بمشکل ہی میسر آتی ہے، اگر وہ پھلوں کے چھلکے یکجا دیکھیں گے تو ان کو اپنی غریبی کا شدت سے احساس ہوگا اور بے مائیگی کی وجہ سے حسرت ہوگی اور اس ایذاء دہی کا باعث میں بنوں گا

اس لیے متفرق کر کے ڈالتا ہوں اور وہ بھی ایسے مقامات پر جہاں جانوروں کے گلے گزرتے ہیں، یہ چھلکے ان کے کام آجاتے ہیں اور گٹھلیاں ایسی جگہ رکھی ہیں جہاں بچے کھیلتے کودتے ہیں، وہ ان گٹھلیوں کو بھون کر کھا لیتے ہیں، یہ چھلکے اور گٹھلیاں بھی بہرحال ایک نعمت ہیں، ان کو بھی ضائع کرنا مناسب نہیں۔۔۔''

راقم الحروف کے برادر مرحوم مولانا محمد ذکی کیفی صاحب جو اس واقعہ کے وقت موجود تھے، تحریر فرماتے ہیں: ''یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہنے کی ہے کہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ خود تو شاید ہی کبھی کوئی آم چکھ لیتے ہوں، عموماً مہمانوں ہی کے لیے ہوتے تھے اور محلے

کے غریب بچوں کو بلا بلا کر کھانے میں استعمال ہوتے تھے، اس کے باوجود چھلکے، گٹھلیوں کا یکجا ڈھیر کردینے سے گریز فرماتے تھے کہ غریبوں کی حسرت کا سبب نہ بن جائیں...''

(ماہنامہ البلاغ کراچی، ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ، ص: ۳۸، ۳۹، ج: ۱، مضمون حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ)

## مخلوق کی رعایت

حضرت میاں اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جو کھانا گھر سے آتا تھا، خود تو بہت کم خوراک کھاتے تھے، باقی کھانا محلے کے بچوں کو کھلا دیتے تھے جو بوٹی بچ جاتی اس کو بلی کے لیے دیوار پر رکھ دیتے اور جو ٹکڑے بچ جاتے ان کو چھوٹا چھوٹا کر کے چڑیوں کے لیے اور دسترخوان کے ریزوں کو بھی ایسی جگہ جھاڑتے تھے جہاں چیونٹیوں کا بل ہو...

(ماہنامہ البلاغ کراچی، ربیع الثانی، ۱۳۸۷ھ، ص: ۳۹، ج: ۱)

## امیر خادم کے روپ میں

شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم کے ان اساتذہ میں سے ہیں جن کے عشاق اب بھی شاید لاکھوں سے کم نہ ہوں، ان کے رعب اور دبدبہ کا یہ عالم تھا کہ طلباء ان کے نام سے تھراتے تھے حالانکہ مارنے پیٹنے کا کوئی معمول نہ تھا...والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم بھی ان کے شاگرد ہیں...

وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ان کے ساتھ ہم چند آدمی سفر پر روانہ ہوئے، سفر کے آغاز میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''کسی کو اپنا امیر بنالو'' ہم نے عرض کیا کہ ''امیر تو متعین ہے'' مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''مجھے امیر بنانا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے لیکن امیر کی اطاعت کرنی ہوگی...'' ہم نے عرض کیا: ''ان شاء اللہ ضرور!'' اب جو روانگی ہوئی تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا اور ساتھیوں کا سامان خود اُٹھالیا...ہم نے دوڑ کر سامان لینا چاہا تو فرمایا:

''نہیں! امیر کی اطاعت ضروری ہے'' پھر سفر کے ہر مرحلے میں مشقت کا ہر کام خود کرنے کے لیے آگے بڑھتے اور کوئی کچھ بولتا تو اطاعت امیر کا حکم سناتے...

## حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی کمال بے نفسی

حضرت مولانا محمد طیب صاحب مد ظلہم مہتمم دار العلوم دیوبند کے خسر محترم جناب مولانا محمود صاحب رام پوری رحمۃ اللہ علیہ رام پور کے ایسے خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو اپنے دینی شغف اور دُنیوی وجاہت وریاست دونوں کے اعتبار سے ممتاز تھا اور تمام اکابر دیوبند سے اس کے تعلقات تھے... جب یہ تعلیم حاصل کرنے کے لیے دیوبند آئے تو ان کا قیام دیوبند کی ایک چھوٹی سی مسجد کے حجرے میں ہوا جو ''چھوٹی مسجد'' ہی کے نام سے معروف تھی... حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ دار العلوم سے آتے جاتے اِدھر ہی سے گزرا کرتے تھے... ایک روز وہاں سے گزرتے ہوئے دیکھا کہ وہاں مولانا محمود صاحب رام پوری کھڑے تھے... حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے دیوبند آنے کا حال معلوم نہ تھا، اس لیے ان سے پوچھا کہ کب آئے؟ کیسے آئے؟ انہوں نے تفصیل بیان کی اور بتایا کہ اسی مسجد کے ایک حجرے میں مقیم ہیں... حضرت رحمۃ اللہ علیہ حجرے کے اندر تشریف لے گئے اور ان کے رہنے کی جگہ دیکھی... وہاں ان کے سونے کے لیے ایک بستر فرش ہی پر بچھا ہوا تھا، اس وقت تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ دیکھ کر تشریف لے آئے لیکن یہ خیال رہا کہ مولانا محمود صاحب رام پور کے رئیس زادے ہیں، انہیں زمین پر سونے کی عادت نہیں ہوگی اور یہاں تکلیف اُٹھاتے ہوں گے... چنانچہ گھر جا کر ایک چارپائی خود اُٹھائی اور اسے لے کر چھوٹی مسجد کی طرف چلے وہاں سے فاصلہ کافی تھا لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ اسی حالت میں گلیوں اور بازار سے گزرتے ہوئے چھوٹی مسجد پہنچ گئے... اس وقت مولانا محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسجد سے نکل رہے تھے... یہاں پہنچ کر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو خیال آیا کہ یہ مجھے چارپائی اُٹھائے ہوئے دیکھیں گے تو انہیں ندامت ہوگی کہ میری خاطر شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اتنی تکلیف اُٹھائی... چنانچہ انہیں دیکھتے ہی چارپائی نیچے رکھ دی اور فرمایا: ''لو میاں! یہ اپنی چارپائی خود اندر لے جاؤ، میں بھی شیخ زادہ ہوں کسی کا نوکر نہیں...'' ...... (یہ واقعہ احقر نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مد ظلہم سے سنا ہے اور ان کو خود حضرت مولانا محمود صاحب رام پوری رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا تھا... ) (بحوالہ اکابر دیوبند کیا تھے؟)

## ادب سے قبولیت اور قابلیت

مفتی ہند حضرت مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ طلباء سے پوچھا کہ بتاؤ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ انور شاہ کشمیری کیسے بنے؟ اب جس کو تفسیر کے ساتھ زیادہ شغف تھا اس نے کہا کہ بڑے مفسر تھے' جس کو حدیث پاک کے ساتھ شغف تھا اس نے کہا کہ محدث تھے' جن کو اشعار کے ساتھ زیادہ دلچسپی تھی اس نے کہا کہ ان کا کلام بڑا اعلیٰ تھا.. حضرت خاموش رہے.. طلباء نے کہا کہ حضرت! آپ بتا دیجئے.. حضرت مفتی صاحب نے فرمایا' میں کیا بتاؤں یہ سوال خود ان سے پوچھا گیا کہ حضرت! آپ انور شاہ کشمیری کیسے بنے؟

تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے علم کے اور کتابوں کے ادب کی وجہ سے علامہ انور شاہ کشمیری بنا دیا۔ اور ادب کتنا فرماتے تھے کہ اگر حدیث پاک کی کتاب پڑی ہے اور مطالعہ کر رہے ہیں اور حاشیہ پڑھ رہے ہیں تو حاشیہ کا رخ بدل کر اور خود بیٹھ کر حاشیہ کو نہیں بدلتے تھے بلکہ اٹھ کر دوسری طرف آتے اور پھر حاشیہ کا مطالعہ کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں نے کبھی کسی کتاب کو بے وضو ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ حدیث کی کتاب کو بھی بے وضو ہاتھ نہیں لگاتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں کتابوں کے رکھنے میں بھی خیال کرتا تھا۔ کبھی میں نے قرآن پاک کے اوپر تفسیر نہیں رکھی' تفسیر کے اوپر حدیث کی کتاب نہیں رکھی' حدیث کی کتاب کے اوپر فقہ کی کتاب نہیں رکھی' فقہ کی کتاب کے اوپر میں نے تاریخ کی کتاب نہیں رکھی۔ میں کتابوں کے رکھنے میں بھی ان کے درجات کا خیال رکھتا تھا اس ادب کی وجہ سے پروردگار نے قبولیت عطا فرمائی..(خطبات فقیر جلد 5)

## خدمت و ادب سے مقبولیت

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت نانوتوی کے والد ماجد شیخ اسد علی صاحب مرحوم جب مرض وفات میں مبتلا ہوئے تو علاج کے لئے دیوبند لائے گئے قیام حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے مکان پر تھا۔ دستوں کا مرض تھا۔ بعض اوقات دستوں کی کثرت سے کپڑے بھی آلودہ ہو جاتے اور انہیں دھونا پڑتا تھا۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے خدام نے کپڑوں کا دھونا اپنے ذمہ لینا

چاہا مگر حضرت اجازت نہیں دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ میرا حق ہے اسے تلف مت کرو۔ چنانچہ خود کپڑے دھوتے تھے۔ اسی دوران میں ایک دفعہ دست چار پائی پر خطا ہو گیا۔ اس وقت نانوتوی رحمہ اللہ بھی یہاں موجود نہ تھے۔ حضرت شیخ الہند موجود تھے۔ اور صورت ایسی ہوگئی کہ نجاست اُٹھانے کیلئے ظرف بھی نہ تھا اور حضرت شیخ نے بے تکلف ساری نجاست اپنے ہاتھوں اور ہتھیلیوں میں لے لی اور سمیٹنی شروع کر دی۔ تمام ہاتھ گندگی میں آلودہ ہی نہ تھے بلکہ ہاتھوں میں نجاست لبریزی کے ساتھ بھری ہوئی تھی۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ پہنچ گئے اور دیکھا کہ حضرت شیخ الہند کے دونوں ہاتھ نجاست اور مواد سے بھرپور ہیں اور وہ اسے سمیٹ کر بار بار باہر جاتے ہیں اور پھینک کر آتے ہیں۔

اس پر حضرت نانوتوی رحمہ اللہ بہت متاثر ہوئے۔ اور وہیں کھڑے کھڑے ہاتھ دُعا کیلئے اُٹھائے اور عرض کیا کہ خداوندا محمود کے ہاتھوں کی لاج رکھ لے اور اس خاص وقت میں جو جو بھی اپنے اس محبوب تلمیذ کے لیے مانگ سکتے تھے ہاتھ اُٹھائے ہوئے مانگتے رہے اس قبولیت اور دل سے نکلی ہوئی دُعاؤں نے کیا کچھ اثر نہ دکھایا ہوگا۔ دکھلایا اور یہ وہی مولوی محمود حسن تھے کہ ہند کے شیخ اور عالمگیر زعیم بنے جن کی فراست و جواں مردی اور جوش جہاد کے چرچے ہند اور بیرون ہند میں تھے۔ (پچاس مثالی شخصیات)

## تواضع سے قبولیت

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ.... حضرت حافظ محمد احمد صاحب رحمہ اللہ کے سامنے اُستاد ہوتے ہوئے بھی ان کی صاحبزادگی کے سبب اسی طرح مؤدب اور نیازمندانہ بیٹھتے تھے کہ آج مشائخ کے سامنے ان کے مرید و متوسلین بھی وہ شان نیاز اختیار نہیں کر سکتے۔ یہ معمولی بات تھی کہ جب حضرت حافظ صاحب شیخ الہند رحمہ اللہ کے مکان پر تشریف لے جاتے اور حضرت شیخ صحن مکان میں چار پائی پر بیٹھے ہوئے ہوتے دروازہ کے سامنے کی سڑک کی لمبی مسافت سے جہاں حافظ صاحب آتے ہوئے حضرت شیخ کو نظر پڑ جاتے تھے تو حضرت چار پائی چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے تھے اور اس وقت تک کھڑے رہتے تھے جب تک کہ حافظ

صاحب مکان میں پہنچ کر اپنی جگہ بیٹھ نہ جائیں اور ان کے بٹھانے کی صورت یہ ہوتی تھی کہ حضرت شیخ کرسی منگواتے اسے اپنے سرہانے بچھاتے جب حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ اس پر بیٹھ جاتے تب حضرت چارپائی پر بیٹھ جاتے تھے۔

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب رحمہ اللہ صدر المدرسین دارالعلوم نے فرمایا کہ میں بھی ان کرسی لانے والے لوگوں میں سے ہوں اور میں نے بھی حضرت شیخ الہند کے ایما پر کرسی لا کر حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کیلئے بچھائی ہے۔

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ اپنی تقریر میں ذکر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے مالٹا سے آنے کے بعد حضرت کی مردانہ نشست کے سامنے کے کمرے میں بند کواڑ کھول کر میں اچانک گھسا تو یہ منظر دیکھ کر دونوں مخدوم زادے ابن قاسم حضرت حافظ رحمہ اللہ اور ابن رشید حضرت حکیم مسعود احمد صاحب رحمہ اللہ گنگوہی تخت پر ہیں اور حضرت شیخ الہند تخت سے نیچے ان دونوں کے سامنے مؤدب بیٹھے ہیں اور رو رہے ہیں اور ہاتھ جوڑے ہوئے انتہائی نیاز مندی سے کہہ رہے ہیں کہ میں نے آپ دونوں کا کوئی حق واجب ادا نہیں کیا۔ اب میرے مرنے کا وقت ہے اور دونوں بزرگوں (حضرت قاسم رحمہ اللہ اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ) کو منہ دکھانا ہے تو میں انہیں ان کے صاحبزادوں کے بارے میں کیا جواب دوں گا؟ تم دونوں کوئی کلمہ تسلی کا میرے لئے کہہ دو کہ میں وہی کلمہ ان بزرگوں کے سامنے کہہ دوں اور قیامت کے دن یہ بزرگ خود تم سے کچھ پوچھیں تو تم بھی کلمہ خیر کہنا کہ یہ ناکارہ خادم ہمارا خادم ہی رہا اور ہم سے الگ نہیں ہوا۔

اللہ اکبر! دیکھنے کی بات یہ ہے کہ حضرت حافظ صاحب تو حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے شاگرد حضرت حکیم صاحب شیخ الہند رحمہ اللہ کے مرید ہیں لیکن شاگرد اور مرید کے آگے ہاتھ جوڑے ہوئے کون بیٹھے ہیں؟ پیر اور اُستاد اس سے حضرت شیخ کی اس قلبی عظمت کی حد تک ان کی نسبتوں کی بھی عظمت تھی، غرض اِدھر سے ناز تھا اور اُدھر سے نیاز تھا۔ اس چیز نے پوری جماعت کو ان کے سامنے جھکا دیا تھا جس سے حضرت قاسم رحمہ اللہ و رشید رحمہ اللہ کے بعد بھی جماعت میں مرکزیت قائم رہی اور اب دلوں میں آئینی طور پر مرکز جماعت حضرت حافظ صاحب تصور کئے جانے لگے جس کا ظہور اندرونی اور بیرونی معاملات میں نمایاں رہتا تھا۔

(فصل چہارم)

# مقبولیت کے حامل افراد کا حکمت و بصیرت پر مبنی اندازِ تبلیغ

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی ہر ادا نرالی ہوتی ہے۔ وہ اپنی خداداد صلاحیت سے دین کی تعلیم، ترویج اور تبلیغ عجیب مؤثر انداز میں کرتے ہیں کہ سننے والے کی اِصلاح ہو جاتی ہے۔ مقبولین کا اندازِ نصیحت و تبلیغ کیسا ہوتا ہے؟ اس کی وضاحت کیلئے ذیل میں اکابر کے چند واقعات نقل کیے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے اکابر حضرات کو جہاں تبلیغ و دعوت دین کا جذبہ عطا فرمایا تھا وہاں اسے "حکمت" اور "موعظہ حسنہ" کے اُصول پر انجام دینے کی توفیق بھی عطا فرمائی تھی...

## مختصر بات ذریعہ اِصلاح بن گئی

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے... ایک مرتبہ سفر کے دوران آپ کا گزر جلال آباد یا شاملی سے ہوا... وہاں ایک مسجد ویران پڑی تھی، آپ نے پانی کھینچ کر وضو کیا، مسجد میں جھاڑو دی اور بعد میں ایک شخص سے پوچھا کہ یہاں کوئی نمازی نہیں؟ اس نے کہا کہ سامنے خان صاحب کا مکان ہے جو شرابی ہیں اور رنڈی باز ہیں، اگر وہ نماز پڑھنے لگیں تو یہاں اور بھی دو چار نمازی ہو جائیں...

مولانا رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر خان صاحب کے پاس تشریف لے گئے، وہ نشہ میں مست تھے اور رنڈی پاس بیٹھی ہوئی تھی... مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا: "بھائی خان صاحب! اگر تم نماز پڑھ لیا کرو تو دو چار آدمی اور جمع ہو جایا کریں! اور یہ مسجد آباد ہو جائے..."

خان صاحب نے کہا کہ مجھ سے وضو نہیں ہوتی اور نہ یہ دو بری عادتیں چھٹتی ہیں... آپ نے فرمایا کہ بے وضو ہی پڑھ لیا کرو اور شراب نہیں چھوٹتی تو وہ بھی پی لیا کرو... اس نے عہد کیا کہ میں بغیر وضو ہی پڑھ لیا کروں گا... آپ وہاں سے تشریف لے گئے، کچھ فاصلہ پر نماز پڑھی اور سجدے میں خوب روئے...

ایک شخص نے دریافت کیا کہ حضرت! آپ سے دو باتیں ایسی سرزد ہوئیں جو کبھی نہ ہوئی تھیں.... ایک یہ کہ آپ نے شراب اور زنا کی اجازت دے دی... دوسرے یہ کہ آپ سجدے میں بہت روئے... فرمایا کہ "سجدے میں.... میں نے جناب باری سے التجا کی تھی کہ اے رب العزت! کھڑا تو میں نے کر دیا، اب دل تیرے ہاتھ میں ہے..." چنانچہ ان خان صاحب کا یہ حال ہوا کہ جب رنڈیاں پاس سے چلی گئیں.... تو ظہر کا وقت تھا، اپنا عہد یاد آیا.... پھر خیال آیا کہ آج پہلا دن ہے..... لاؤ غسل کرلیں، کل سے بغیر وضو پڑھ لیا کریں گے... چنانچہ غسل کیا، پاک کپڑے پہنے اور نماز پڑھی... نماز کے بعد باغ کو چلے گئے... عصر اور مغرب باغ میں اسی وضو سے پڑھی، مغرب کے بعد گھر پہنچے تو ایک طوائف موجود تھی، پہلے کھانا کھانے گھر میں گئے.... وہاں جو بیوی پر نظر پڑی تو فریفتہ ہو گئے.... باہر آ کر رنڈی سے کہا کہ آئندہ میرے مکان پر نہ آنا... (ارواح ثلاثہ، ص: ۱۵۰، ۱۵۱، نمبر ۱۹۱)

## ایک جملہ ذریعہ اِصلاح بن گیا

امیر شاہ خان صاحب (مرحوم) راوی ہیں کہ جب منشی ممتاز علی کا مطبع میرٹھ میں تھا... اس زمانہ میں مطبع میں مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بھی ملازم تھے اور ایک حافظ جی بھی نوکر تھے... یہ حافظ جی بالکل آزاد تھے... رندانہ وضع تھی چوڑی دار پاجامہ پہنتے تھے، ڈاڑھی چڑھاتے تھے، نماز کبھی نہ پڑھتے تھے مگر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی نہایت گہری دوستی تھی... وہ مولانا کو نہلاتے اور کمر ملتے تھے اور مولانا ان کو نہلاتے اور کمر ملتے تھے... مولانا ان کے کنگھا کرتے تھے اور وہ مولانا کے کنگھا کرتے تھے... اگر کبھی مٹھائی وغیرہ مولانا کے پاس آتی تو ان کا حصہ ضرور رکھتے تھے... غرض بہت گہرے دوست تھے...

مولانا کے بعض دوست ایسے آزاد شخص کے ساتھ مولانا کی دوستی سے ناخوش تھے مگر وہ اس کی کچھ پروانہ کرتے تھے... ایک مرتبہ جمعہ کا دن تھا، حسب معمول مولانا نے حافظ جی کو نہلایا اور حافظ جی مولانا کو جب نہلا چکے تو مولانا نے فرمایا حافظ جی مجھ میں اور تم میں دوستی ہے اور یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ تمہارا رنگ اور، میرا رنگ اور اس لیے میں بھی تمہاری ہی وضع اختیار کر لیتا ہوں، تم اپنے کپڑے لاؤ میں بھی وہی کپڑے پہنوں گا اور میری یہ ڈاڑھی موجود ہے تم اس کو بھی چڑھاؤ اور میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ نہ کپڑے اُتاروں گا نہ ڈاڑھی... وہ یہ سن کر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

آپ مجھے اپنے کپڑے دیجئے میں آپ کے کپڑے پہنوں گا اور یہ ڈاڑھی موجود ہے اس کو آپ اُتار دیں... چنانچہ مولانا نے ان کو کپڑے پہنائے اور ڈاڑھی اُتار دی اور وہ اس روز سے پکے نمازی اور نیک وضع بن گئے... (ارواح ثلاثہ ص: ۱۷۳، نمبر ۲۳۶)

# ایک صاحب علم کی اِصلاح کا واقعہ

دار العلوم دیوبند کے دوسرے مہتمم حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ محسوس کیا کہ بعض حضرات مدرسین دار العلوم کے مقررہ وقت سے کچھ دیر میں آتے ہیں تو آپ نے حاکمانہ محاسبہ کے بجائے یہ معمول بنا لیا کہ روزانہ کو دار العلوم کا وقت شروع ہونے پر دار العلوم کے دروازے کے قریب ایک چارپائی ڈال کر اس پر بیٹھ جاتے اور جب کوئی اُستاد آتے تو سلام و مصافحہ اور دریافت خیریت پر اکتفاء فرماتے، زبان سے کچھ نہ کہتے کہ آپ دیر سے کیوں آئے...

اس حکیمانہ سرزنش نے تمام مدرسین کو وقت کا پابند بنا دیا... البتہ صرف ایک مدرس اس کے بعد بھی کچھ دیر سے آتے تھے، ایک روز جب وہ وقت مقررہ کے کافی بعد مدرسہ میں داخل ہوئے تو سلام اور دریافت خیریت کے بعد انہیں پاس بٹھا کر فرمایا:

''مولانا! میں جانتا ہوں کہ آپ کے مشاغل بہت ہیں ان کی وجہ سے دار العلوم پہنچنے میں دیر ہو جاتی ہے، ماشاء اللہ آپ کا وقت بڑا قیمتی ہے اور میں ایک بے کار آدمی ہوں، خالی

پڑا رہتا ہوں، آپ ایسا کریں اپنے گھریلو کام مجھے بتلا دیا کریں، میں خود جا کر ان کو انجام دے دیا کروں گا تاکہ آپ کا وقت تعلیم کے لیے فارغ ہو جائے..."

اس حکیمانہ طرز خطاب کا اثر ہونا تھا وہ ہوا اور وہ مدرس بھی آئندہ ہمیشہ کے لیے وقت کے پابند ہو گئے... (میرے والد ماجد، از حضرت مفتی محمد شفیع صاحب، ص:۵۹)

# جگر مراد آبادی کا واقعہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے اس صدی میں اصلاح خلق کی توفیق خاص اور اس کا انتہائی حکیمانہ اسلوب مرحمت فرمایا تھا... اُردو کے مشہور شاعر جناب جگر مراد آبادی مرحوم کا واقعہ ہے کہ ایک مجلس میں حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے ذکر کیا کہ جگر مراد آبادی سے ایک مرتبہ میری ملاقات ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ تھانہ بھون جانے اور زیارت کرنے کو بہت دل چاہتا ہے مگر میں اس مصیبت میں مبتلا ہوں کہ شراب نہیں چھوڑ سکتا، اس لیے مجبور ہوں کہ کیا منہ لے کر وہاں جاؤں؟ حضرت نے خواجہ صاحب سے پوچھا پھر آپ نے کیا جواب دیا؟ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ میں نے کہہ دیا وہاں یہ تو صحیح ہے ایسی حالت میں بزرگوں کے پاس جانا کیسے مناسب ہو سکتا ہے؟

حضرت نے فرمایا "واہ خواجہ صاحب ہم تو سمجھتے تھے کہ اب آپ طریق کو سمجھ گئے ہیں مگر معلوم ہوا ہے کہ ہمارا خیال غلط تھا..."

خواجہ صاحب کے تعجب پر حکیم الامت قدس سرہ نے فرمایا کہ آپ کہہ دیتے کہ "جس حال میں ہو اسی میں چلے جاؤ ممکن ہے کہ یہ ملاقات ہی اس بلا سے نجات کا ذریعہ بن جائے..."

چنانچہ خواجہ صاحب یہاں سے واپس آئے تو پھر اتفاقاً جگر صاحب سے ملاقات ہو گئی اور یہ سارا واقعہ جگر صاحب کو سنایا... انہوں نے حضرت کے یہ کلمات سن کر زار زار رونا شروع کر دیا اور بالآخر یہ عہد کر لیا کہ اب مر بھی جاؤں تو اس خبیث چیز کے پاس نہ جاؤں گا... چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ شراب چھوڑنے سے بیمار پڑ گئے، حالت نازک ہو گئی...

اس وقت لوگوں نے کہا کہ آپ کو اس حالت میں بقدر ضرورت پینے کی تو شریعت بھی اجازت دے گی لیکن یہ جگر صاحب کا جگر تھا کہ اس کے باوجود انہوں نے اس اُم الاخبائث کو ہاتھ نہ لگایا... اللہ تعالیٰ اہل عزم و ہمت کی مدد فرماتے ہیں اس وقت بھی حق تعالیٰ کی مدد سے چند روز ہی میں شفاء کامل حاصل ہوئی، اس کے بعد وہ تھانہ بھون تشریف لائے اور حضرت نے ان کا بڑا اکرام فرمایا... (مجالس حکیم الامت، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب، ص:۵۸)

# مخلصانہ طرزِ گفتگو

غالباً شملہ کے کسی کالج میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا بیان ہوا۔ وہاں آپ نے فرمایا کہ جدید تعلیم یافتہ حضرات کو جو شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ وہ صرف نصاب تعلیم کا ہی قصور نہیں بلکہ اس کا بڑا سبب وہ لادینی ماحول ہے جس میں ہماری نئی نسل پلتی اور ڈھلتی ہے... اس کا علاج یہ ہے کہ بزرگ علماء و صلحاء کی مجلسیں بحمد اللہ ہر جگہ کچھ نہ کچھ قائم ہیں، کچھ دن اس ماحول میں رہنے کی عادت ڈالیں...

غالباً اسی مجلس میں ایک صاحب نے سوال کیا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ کو انگریزی پڑھنے والوں سے نفرت ہے؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں، ان لوگوں سے کوئی نفرت نہیں البتہ ان کے بعض اعمال و افعال سے نفرت ہے جو شریعت کے خلاف ہیں... یہ صاحب بولے وہ اعمال و افعال کیا ہیں؟

حضرت نے فرمایا کہ ''مختلف لوگوں کے مختلف اعمال ہیں سب یکساں نہیں'' یہ صاحب بھی خود آزاد آدمی تھے کہنے لگے کہ ''مثلاً مجھ میں کیا ہیں؟'' آج کل کے عام وضع طلباء کی طرح ان کی بھی ڈاڑھی نہیں تھی...

حضرت نے فرمایا ''بعض چیزیں تو ظاہر ہیں مگر مجمع میں اس کا اظہار کرنے سے حیاء مانع ہے اور آپ کے باقی حالات و معاملات مجھے معلوم نہیں جس پر کوئی رائے ظاہر کرسکوں...'' یہ جلسہ ختم ہوا حضرت تھانہ بھون واپس آگئے پھر اتفاقاً کالج کی تعطیل ہوئی تو ایک طالب علم کا خط آیا، خط میں لکھا تھا کہ ہماری اس وقت تعطیل ہے!

میں آپ کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق کچھ دن آپ کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں مگر میری ظاہری صورت بھی شریعت کے مطابق نہیں اور اعمال وافعال میں بھی بہت گڑبڑ ہے... ان حالات میں حاضری کی اجازت ہو تو میں حاضر ہو جاؤں...

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا جس حالت میں ہیں چلے آئیں فکر نہ کریں... یہ صاحب آ گئے اور عرض کیا کہ مجھے بہت سے شبہات واشکالات ہیں ان کو حل کرنا چاہتا ہوں... حضرت نے فرمایا کہ مناسب ہے مگر ان کی صورت یہ کرنی ہوگی کہ آپ کے جتنے شبہات ہیں ان سب کو لکھ لیں اور آپ مجلس میں بیٹھ کر ہماری باتیں سنیں، کوئی سوال نہ کریں، جب آپ کی مدت قیام کے تین دن رہ جائیں اس وقت یاد دلائیں تو میں آپ کو سوالات کا مستقبل وقت دوں گا اور یہ بھی فرمایا کہ جو سوالات آپ لکھ کر رکھیں گے اس عرصہ میں کسی سوال کا جواب سمجھ میں آ جائے تو اس کو کاٹ دیں...

ان صاحب نے ایسا ہی کیا اور جب رُخصت سے تین روز پہلے حضرت نے سوالات کا وقت دیا تو انہوں نے بتایا کہ میرے سوالات کی بہت طویل فہرست تھی مگر دورانِ قیام اکثر سوالات کے جواب خود سمجھ میں آ گئے، ان کو کاٹتا رہا

اب صرف چند سوال باقی ہیں... چنانچہ یہ سوالات انہوں نے پیش کیے اور حضرت سے ان کے جوابات پا کر ہمیشہ کیلئے مطمئن ہو گئے...

(مجالس حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ، ص: ۶۰، ۶۲، بحوالہ اکابر دیوبند کیا تھے؟)

# (فصل پنجم)

# مقبولِ خدا بندوں کا اپنے مخالفین سے مثالی برتاؤ
# صبر و تحمل اور عفو و در گزر

## حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا شیطان سے مکالمہ

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ رات کو لیٹے اور شیطان نے کچھ اثرات پھیلا کر قلب اور دماغ میں پہنچائے۔ تہجد کے لئے آنکھ نہ کھل سکی اور تہجد چھوٹ گیا حالانکہ ترک تہجد کوئی معصیت نہیں اس لئے کہ امتی کے اوپر نہ فرض ہے نہ واجب۔ مگر جو اہل اللہ تہجد کے عادی ہوتے ہیں ان کا اگر ایک تہجد بھی قضا ہو جائے تو سمجھتے ہیں کہ ساری عمر اکارت ہوگئی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ سر پر آ پڑا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس تہجد کے قضا ہونے پر تمام دن روئے استغفار کیا۔ دعائیں مانگیں اور کہا کہ یہ پہلی بار قضا ہوا ہے۔

غرض اگلے دن جب سوئے ہیں تو عین تہجد کے وقت ایک شخص نے انگوٹھا ہلایا کہ حضرت تہجد کا وقت ہو گیا ہے اٹھئے تہجد پڑھ لیجئے۔ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے اجنبی آواز محسوس کر کے اس کا ہاتھ پکڑ لیا کہ میری محل سرائے میں تو کون اجنبی ہے۔ جو مجھے میرے زنانہ خانے میں تہجد کے لئے اٹھانے آیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں شیطان ہوں۔ تہجد کے لئے اٹھانے آیا ہوں۔

فرمایا کہ کم بخت تو اور تہجد کے لئے اٹھائے۔ اس نے کہا جی ہاں خیر خواہی اک جذبہ ابھرا اور مجھے گوارا نہ ہوا کہ آپ کا تہجد قضا ہو۔ فرمایا کہ تو اور خیر خواہی کرے۔ اللہ نے فرمایا ان الشیطان لکم عدوفا تخذوہ عدواً شیطان تمہارا دشمن ہے تم اسے دشمن ہی سمجھو۔ وہ کبھی دوست نہیں بن سکتا ہے۔ اس لئے تو اور دوستی کرے یہ ناممکن ہے۔ سچ سچ بتا کہ تو کیوں آیا ہے ورنہ میں بھی صحابی ہوں اور اتنی قوت رکھتا ہوں۔ تیری گردن مروڑوں گا اور

اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑلیا۔تب وہ اصلیت کھلی۔

اس نے کہا کہ اصل قصہ یہ ہے کہ کل میں نے ہی ایسی حرکت کی تھی کہ آپ کا تہجد قضا ہوگیا۔ میں نے کچھ ایسے وساوس اور آثار دماغ اور قلب پر ڈالے کہ آپ کو گہری نیند آ گئی۔ اور وقت پر آنکھ نہ کھلی آپ نے سارا دن استغفار کیا تو اتنے درجے بلند ہوئے آپ کے کہ سو برس بھی تہجد پڑھتے تو شاید اتنے درجے بلند نہ ہوتے۔ جتنے اس توبہ سے بلند ہوئے اسی لئے میں نے آپ کو اٹھایا کہ اگر آج قضا ہوگیا پھر توبہ کریں گے پھر درجے بلند ہوں گے تو سو درجوں کے بجائے ایک ہی درجہ بلند ہو یہی اچھا ہے کچھ تو درجات میں کمی ہوگی۔ جب یہ اتنی بات اس نے سچ کہہ دی تب حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے اس کو چھوڑا۔ فرمایا کہ صحیح ہے۔

یہ خباثت تیرے دل میں چھپی ہوئی تھی بہر حال اولیاء کاملین سے گناہ کے سرزد ہونے کا امکان بھی ہے اور عادۃً بھی ممکن ہے اور وہ تقویٰ کے منافی بھی نہیں ہے۔اس لئے کہ تقویٰ جڑ پکڑے ہوئے ہے۔ گناہ جڑ پکڑے ہوئے نہیں۔ وہ کچھ بیرونی اثرات سے گھر گھرا کر شاذ ونادر واقع ہوسکتا ہے لیکن انبیاء علیہم السلام سے یہ چیز ممکن نہیں ہے۔ (خطبات طیب)

## مقبولین کی آہ رائیگاں نہیں جاتی

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ وہ خلیفہ ابوجعفر منصور کو نصیحت کرتے تھے اور آخرت سے ڈراتے تھے...تنقید سے تنگ آکر آخر ایک دن بادشاہ نے ان کے خلاف گرفتاری کے وارنٹ جاری کردیئے مجبوراً حضرت سفیان ثوری مکہ معظمہ ہجرت کر گئے...

اُدھر ابوجعفر منصور حج پر روانہ ہوئے...اور راستے میں اسے معلوم ہوا کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ بھی مکے میں موجود ہیں تو اس نے کچھ لوگوں کو آگے بھیجا اور ان سے کہا کہ سفیان ثوری تمہیں جس حال میں بھی ملیں ان کو پکڑ کر پھانسی پر لٹکادیں...

چنانچہ ان لوگوں نے جا کر ایک پھانسی کا تختہ اور پھندا تیار کر کے نصب کر دیا...تا کہ اس پر سفیان ثوری رحمہ اللہ کو پھانسی دی جاسکے...

اس وقت حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے...جب لوگوں کو

سفیان رحمہ اللہ کے متعلق خلیفہ ابو جعفر منصور کا حکم معلوم ہو گیا تو اس کی وجہ سے وہ سخت پریشان تھے... چنانچہ انہوں نے حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کی جان کے خوف سے ان سے کہا کہ حضرت خدا کے لیے پہاڑوں میں چھپ جائیں۔ بادشاہ آرہا ہے آپ کو پھانسی دینے کا پروگرام ہے

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کھڑے ہو کر ملتزم پر گئے۔ اور غلاف کعبہ پکڑ کر یہ دعا کی کہ یا میرے مولی۔ ابو جعفر منصور یہاں حرم میں داخل نہ ہو جائے۔ اور اس کے شر سے مجھے محفوظ فرما۔ ادھر خلیفہ ابو جعفر منصور جنت المعلی قبرستان کے ہاں گھوڑے سے اچانک گر گیا گھوڑے کو ٹھوکر لگ گئی۔ اور اس وقت انتقال فرمایا...

چونکہ مکہ معظمہ میں اس وقت حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ سے کوئی بڑا عالم موجود نہیں تھا۔ تو خانہ کعبہ میں اس کی نماز جنازہ کی امامت حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمائی۔ (سیرت حلبیہ)

## سعید بن جُبیر رحمہ اللہ حجاج بن یوسف کے رُوبرو

حجاج بن یوسف ثقفی حکومت کے انتظام میں بہت سخت تھا اگر حکومت کی مصلحت میں ہوتا تو وہ کسی کا خون بہانے میں بھی گریز نہیں کرتا تھا۔ کوفہ میں ابن اشعث نے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا کوفہ کے لوگ جو حجاج کی سختی سے عاجز تھے وہ ابن اشعث کے ساتھ ہو گئے۔ اکثر علماء اور محدثین بھی اس کے ساتھ ہو گئے۔ کئی مہینے کی جنگ کے بعد ابن اشعث کو شکست فاش ہوئی اس کے اکثر ساتھی گرفتار ہوئے۔

ابن اشعث کے نمایاں مددگاروں میں مشہور تابعی بزرگ محدث سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے دوسرے لوگوں کے ساتھ یہ بھی گرفتار ہو کر شعبان ۹۵ھ ۷۱۴ء میں حجاج بن یوسف کے سامنے پیش کیے گئے۔ حجاج بن یوسف کو ان پر بہت غصہ تھا اس لئے وہ یہ ارادہ کئے بیٹھا تھا کہ اگر ابن جبیر رحمہ اللہ نے معافی نہ مانگی تو ان کو ضرور قتل کرا دے گا۔ اس نے ان سے بہت سے الٹے سیدھے سوالات کئے لیکن حضرت سعیدؒ بن جبیر نے اس کے ہر سوال کا جواب نہایت بے باکی اور بے خوفی سے دیا۔

اس نے پوچھا: ''تمہارا نام کیا ہے''؟ انہوں نے جواب دیا: ''سعید بن جبیر''

حجاج نے کہا: ''نہیں بلکہ تم اس کے برعکس شقی بن کسیر ہو۔''

انہوں نے نہایت اطمینان سے جواب دیا: ''میری ماں سے زیادہ میرے نام کا علم تم کو نہیں ہو سکتا انہوں نے میرا یہی نام (سعیدؒ بن جبیر) رکھا تھا۔

اس نے کہا ''تمہاری ماں بھی بدبخت تھی اور تم بھی بدبخت ہو۔''

انہوں نے جواب دیا ''غیب کا علم دوسری ذات (اللہ تعالیٰ) کو ہے۔''

حجاج نے غصہ میں بھر کر کہا ''میں تمہاری دنیا کو دہکتی ہوئی آگ میں بدل دوں گا۔''

''اگر مجھے یقین ہوتا کہ یہ تمہارے اختیار میں ہے تو میں تم کو اپنا معبود بنا لیتا۔''

حضرت سعیدؒ نے حجاج پر تیکھا وار کیا۔ حجاج نے بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا:

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے''

انہوں نے جواب دیا ''وہ امام الہدیٰ اور نبی رحمتؐ تھے۔''

حجاج نے پوچھا: ''علی اور عثمان (رضی اللہ عنہما) کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے وہ جنت میں ہیں یا دوزخ میں''؟

حضرت ابن جبیرؒ نے فرمایا ''اگر میں وہاں گیا ہوتا اور وہاں کے رہنے والوں کو دیکھا ہوتا تو بتا سکتا تھا مجھے کوئی غیب کا علم نہیں کہ بغیر دیکھے بتا سکوں۔''

''خلفاء کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے''؟

''میں ان کا وکیل نہیں ہوں۔'' ابن جبیرؒ نے طنزیہ کہا۔

''ان میں تم کس کو زیادہ پسند کرتے ہو''؟ اس نے اگلا سوال کیا۔

''جو میرے خالق کے نزدیک زیادہ پسندیدہ تھا'' حضرت سعیدؒ بن جبیر نے جواب دیا

''خالق کے نزدیک کون زیادہ پسندیدہ تھا''؟ ابن جبیر رحمہ اللہ نے فرمایا

''اس بات کا علم اس ذات کو ہے جو تمام بھیدوں اور ان کی پوشیدہ باتوں کو جانتی ہے''

''خلیفہ عبدالمالک بن مروان کی بابت تمہاری کیا رائے ہے''؟

حجاج نے ایسا سوال کیا جس سے ان کو بنو مروان کے خلاف ثابت کر سکے۔

''تم ایسے شخص کے متعلق پوچھتے ہو جس کے گناہوں میں سے ایک گناہ تمہارا وجود ہے''

حضرت سعیدؒ نے متانت سے جواب دیا۔ ''تم ہنستے کیوں نہیں''؟

حجاج نے ان کی سنجیدگی کو دیکھ کر پوچھا۔

''جو شخص مٹی سے پیدا کیا گیا ہو وہ مٹی جسکو آگ کھا جاتی ہے۔اس شخص کیلئے ہنسنے کا کیا موقع ہے۔'' ''اچھا تو پھر ہم لوگ تفریحی مشاغل میں کیوں ہنستے ہیں''؟

''سب کے دل ایک جیسے نہیں ہوتے''

''کیا تم نے کبھی تفریحی سامان دیکھا بھی ہے ابھی ہم تم کو عود اور بانسری سنواتے ہیں''

یہ کہہ کر حجاج نے عود اور بانسری بجانے کا حکم دیا۔اس کا نغمہ سن کر حضرت سعید رحمہ اللہ بن جبیر رونے لگے۔ان کو روتے دیکھ کر حجاج نے کہا: ''تم روتے کیوں ہو؟

موسیقی تو ایک تفریحی چیز ہے۔''

''نہیں وہ تفریحی چیز نہیں بلکہ نالہ غم ہے۔بانسری کی پھونک نے مجھے وہ دن یاد دلا دیا جس دن صور پھونکا جائے گا یعنی قیامت ہوگی اور عود پر یہ حسرت ہے کہ وہ کاٹے ہوئے درخت کی لکڑی ہے کہیں اس کو ناحق نہ کاٹا گیا ہو۔'' حضرت سعیدؒ نے اپنے رونے کی وجہ بتائی۔

یہ سن کر حجاج بولا ''ابو عبداللہ! تمہاری حالت افسوس کے قابل ہے''

''افسوس کے قابل تو صرف وہ شخص نہیں ہے جس کو آگ سے نجات دے کر جنت میں داخل کیا گیا ہو۔'' حضرت ابن جبیرؒ نے فرمایا۔

''ابو عبداللہ! کیا میں نے تم کو کوفہ کا امام نہیں بنایا تھا''۔حجاج پھر اصلی موضوع کی طرف لوٹا۔ ''بے شک بنایا تھا'' ابن جبیر رحمہ اللہ نے جواب دیا:

''کیا میں نے تم کو عہدۂ قضا پر ممتاز نہیں کیا''؟

جب کوفہ والوں نے تمہاری مخالفت کی کہ تم عربی النسل نہیں ہو اور قاضی کو عربی النسل ہونا چاہئے میں نے ابو بردہ کو قاضی بنایا لیکن میں نے ان کو ہدایت کر دی کہ وہ بغیر تمہارے مشورے کے کوئی کام نہ کریں۔کیا یہ صحیح نہیں ہے''؟

حجاج نے ان پر اپنا احسان جتایا۔ ''بے شک یہ صحیح ہے'' حضرت سعیدؒ نے جواب دیا۔

''کیا میں نے تم کو اپنا ندیم خاص نہیں بنایا حالانکہ اور سب عربی سردار تھے''؟

''ہاں یہ بھی درست ہے۔''

''میں نے تم کو ایک لاکھ کی خطیر رقم حاجت مندوں کے لئے دی تھی پھر اس کا کوئی حساب نہیں مانگا کیا یہ صحیح نہیں ہے''؟

حجاج نے یاد دلایا''ہاں یہ بھی سچ ہے''ابن جبیرؒ نے تسلیم کیا۔

حجاج بن یوسف نے تمام سابقہ احسانات جتلا کر کہا

''پھر تم کو کس چیز نے میری مخالفت پر آمادہ کیا''؟

''میری گردن میں ابن اشعث کی بیعت کا طوق تھا میں اس بیعت کو نہیں توڑ سکتا تھا''

''تم کو ایک دشمن خدا کی بیعت کا اتنا پاس تھا اور امیر المومنین کی بیعت اور خدا تعالیٰ کا کوئی پاس نہیں تھا۔ خدا کی قسم میں تم کو قتل کر کے واصل جہنم کئے بغیر اس جگہ سے نہ ہٹوں گا بتاؤ کس طرح قتل کئے جانا پسند کرتے ہو''حجاج نے کڑک کر کہا۔ حضرت سعیدؒ بن جبیر نے نہایت اطمینان سے جواب دیا''خدا کی قسم جس طرح تم مجھے قتل کرو گے خدا تم کو اسی طرح قتل کرے گا''۔''کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو معاف کر دوں''؟

''اگر ایسا کرو گے تو یہ معافی اللہ کی طرف سے ہوگی تمہارا کوئی احسان نہ ہوگا''

''اگر تم مجھ سے معافی مانگ لو گے تو میں تم کو چھوڑ دوں گا''حجاج نے نرم ہو کر کہا

''خدا کی قسم میں نے جو کچھ کہا ہے وہ حق اور برحق ہے۔اس لئے میں ہرگز ہرگز تم سے معافی نہیں مانگوں گا۔ میں صرف اپنے رب سے معافی کا خواستگار ہوں۔''

حضرت سعیدؒ نے موت کی پرواہ کئے بغیر کہا۔

''پھر تو میں یقیناً تم کو قتل کر دوں گا۔''حجاج نے دھمکی دی....

حضرت ابن جبیر رحمہ اللہ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے میرا ایک وقت مقرر کر دیا ہے اس مقررہ وقت تک پہنچنا ضروری ہے اس کے بعد اگر میرا وقت آ گیا ہے تو پھر وہ ایک فیصل شدہ بات ہے اس سے میں کسی حال میں بچ نہیں سکتا اور اگر عافیت مقدر ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔''

اس گفتگو کے بعد حجاج نے سمجھ لیا کہ ابن جبیرؒ نہ تو اس سے معافی مانگنے والے ہیں اور نہ اس سے ڈرنے والے ہیں چنانچہ جلاد کو حکم دیا کہ ان کو باہر لے جا کر قتل کر دے۔ ان کے قتل کا فیصلہ سن کر حاضرین میں سے ایک شخص رونے لگا۔ ابن جبیرؒ نے پوچھا "تم روتے کیوں ہو"؟

اس نے کہا "آپ کے قتل پر" فرمایا: اس بات کے لئے رونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے یہ واقعہ تو اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے سے موجود تھا پھر یہ آیت تلاوت کی:

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا (حدید ۲۲)

"یعنی تم کو زمین میں اور اپنی جانوں میں جو مصیبتیں پہنچیں ان کو پیدا کرنے سے پہلے ہم نے لکھ رکھا ہے۔"

قتل گاہ میں جانے سے پہلے انہوں نے اپنے بیٹے کو دیکھنے کے لئے بلایا۔ وہ رونے لگے تو فرمایا "اس میں رونے کی کیا بات ہے؟

ستاون سال سے زیادہ تمہارے باپ کی زندگی تھی ہی نہیں۔"

جب جلاد ان کو قتل گاہ کی طرف لے چلا تو وہ ہنستے ہوئے چلے۔

ان کے لبوں پر ہنسی دیکھ کر حجاج نے ان کو واپس بلا کر پوچھا "ابن جبیر! تم قتل ہونے جا رہے ہو۔ اس وقت ہنسی کا کیا موقع ہے"؟

فرمایا "اے حجاج خداوند جبار و قہار کے مقابلہ میں تیری جرأت و سرکشی اور تیرے مقابلہ پر اللہ تعالیٰ کے حلم و نرمی کو دیکھ کر مجھے ہنسی آ رہی ہے۔"

یہ تیکھا جملہ سن کر حجاج غصہ سے سرخ ہو گیا وہ غیظ و غضب سے کانپنے لگا۔ اس نے جلاد سے کہا "ان کی گردن یہیں میرے سامنے ماردی جائے"

جلاد نے قتل کا چمڑا بچھایا تو یہ اس پر نہایت اطمینان کے ساتھ قبلہ رخ کھڑے ہو گئے اور بلند آواز میں یہ آیت پڑھی:

اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِىَ لِلَّذِىْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (الانعام: ۷۹)

''میں نے یکسو ہو کر اپنا رخ اس ذات کی طرف کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔''

یہ آیت سن کر حجاج نے جلاد کو حکم دیا کہ ان کا رخ قبلہ سے الٹی طرف کو پھیر کر قتل کرے جب اس نے ان کا رخ پھیرا تو انہوں نے فرمایا ''اس میں کوئی حرج نہیں۔

**اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ط** (البقرہ)

''یعنی تم جدھر میرا منہ پھیروگے ادھر ہی اللہ کی جہت ہوگی''۔

حجاج نے سخت لہجہ میں جلاد کو پکارا ''ان کو زمین پر اوندھا لٹا کر قتل کرو!''

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے زمین پر سر رکھ کر پڑھا:

**مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى**

(اسی زمین میں سے ہم نے تم کو پیدا کیا اسی میں لوٹائیں گے پھر اسی سے دوبارہ پیدا کرینگے)

پھر بلند آواز سے یہ دعا کی ''اے اللہ تو حجاج کو ایسے کر دے کہ میرے بعد یہ کسی مومن کے قتل پر قادر نہ ہو سکے۔''

یہ الفاظ ان کے منہ سے نکلے اور جلاد کی تلوار کی چمک لوگوں کو دکھائی دی حضرت سعیدؒ بن جبیر کا سر تن سے جدا ہو گیا لیکن ان کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔

**اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ**

اس مرد حق گو کے خون سے حجاج کا دربار سرخ ہو گیا لیکن حجاج کو اس کے بعد چند دن زندہ رہنا نصیب ہوا اور معدہ میں کیڑے پڑ جانے کی وجہ سے اس کا انتقال ہو گیا۔

(تابعین شاہ معین الدین احمد ندوی)

## اللہ تعالیٰ کیسے مقبولین کی ثابت قدمی کا سامان فرماتے ہیں

مسئلہ خلق قرآن میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو کوڑے مارے جانے کا واقعہ تاریخ اسلام کے مشہور واقعات میں سے ہے۔ امام اس آزمائش میں کامیاب ہوئے تو بعد میں کبھی کبھی بیٹھے بیٹھے فرماتے ''اللہ ابوالہیثم پر رحم فرمائیں اللہ اس کی مغفرت فرمائیں اللہ اس سے درگزر فرمائیں''۔

ان کے بیٹے نے ان سے ایک دن پوچھا کہ یہ ابوالہیثم کون ہیں جن کیلئے آپ دعا کرتے رہتے ہیں؟ فرمایا آپ اسے نہیں جانتے ہیں کہا نہیں فرمایا جس دن مجھے کوڑے مارنے کیلئے نکالا گیا تھا تو میں نے دیکھا کہ پیچھے سے ایک آدمی میرے کپڑے کھینچ رہا ہے۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو اس نے پوچھا آپ مجھے جانتے ہیں میں نے کہا نہیں کہنے لگا میں مشہور جیب تراش اور ڈاکو ابوالہیثم ہوں سرکاری ریکارڈ میں یہ بات محفوظ ہے کہ مجھے مختلف اوقات میں اٹھارہ ہزار کوڑے مارے گئے ہیں لیکن میں نے حقیر دنیا کی خاطر شیطان کی اطاعت پر پوری استقامت کا مظاہرہ کیا آپ تو دین کے ایک بلند ترین مقصد کیلئے قید ہوئے ہیں۔ اس لئے کوڑے کھاتے ہوئے دین کی خاطر رحمان کی اطاعت پر صبر و استقامت سے کام لیجئے گا۔

اس کی اس بات سے امام احمد کا حوصلہ مزید مضبوط ہوا معلوم نہیں ابوالہیثم کو اپنا یہ جملہ بعد میں یاد بھی رہا تھا کہ نہیں، لیکن امام احمد کو یاد رہا سب ذرا ذرا کہ زندگی کی ایک کٹھن منزل میں کسی کے جملے سے حوصلہ بلند ہوا تھا۔ مردمومن کی شان یہی ہوتی ہے وہ نیکی فراموش نہیں ہوتا۔ وہ احسان اور نیکی کو ہمیشہ یاد رکھتا ہے امام کو زندگی بھر جب کبھی ماضی کے وہ لمحات یاد آتے تو دعاؤں کے پھول لے کر یادوں کے مزار پر نچھاور کر لیتے۔ (مناقب الامام احمد بن حنبل)

دل کی چوٹوں نے کبھی چین سے رہنے نہ دیا
جب چلی سرد ہوا میں نے تجھے یاد کیا

## مقبولین اپنے مخالفین کو حکمت سے زیر کرتے ہیں

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ نے دیکھا کہ ایک پہلوان مسجد میں آیا اور غسل کرنا چاہتا تھا مؤذن نے اس کو ڈانٹا اور کہا کہ:......

''نہ نماز کے نہ روزے کے مسجد میں نہانے کے لئے آجاتے ہیں''

مولانا کاندھلوی رحمہ اللہ نے مؤذن کو روکا اور خود اس کے نہانے کے لئے پانی بھرنے لگے اور اس سے فرمایا:.....''ماشاء اللہ تم تو بڑے پہلوان معلوم ہوتے ہو.....ویسے تو بہت زور کرتے ہو ذرا نفس کے معاملہ میں بھی تو زور کیا کرو..... نفس کو دبایا کرو اور ہمت

کر کے نماز پڑھا کرو پہلوانی تو یہ ہے" اتنا سننا تھا کہ وہ شخص شرم سے پانی پانی ہو گیا اور اس نے نرم گفتگو کا اس پر اتنا اثر ہوا کہ وہ اسی وقت سے نماز کا پابند ہو گیا.....

فائدہ: بعض افراد پر نرمی کا اثر زیادہ ہوتا ہے اور سختی سے وہ دین سے بیزار ہو جاتے ہیں اس لئے لوگوں کے مزاج کو پیش نظر رکھ کر بات کرنی چاہئے..... (حکایات اسلاف)

## مقبولین کو حکمت بھی القاء کر دی جاتی ہے

صاحب خیر السوانح لکھتے ہیں: استاد العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ (بانی جامعہ خیر المدارس ملتان) فرماتے ہیں ایک بار ملتان کو دریائی سیلاب کا خطرہ ہوا... سجادہ نشین دربار خواجہ بہاء الحق ملتانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دوستانہ تعلقات کی بناء پر مجھے اطلاع کئے بغیر شہر میں اعلان کرا دیا کہ کل کو قلعہ پر مولانا خیر محمد صاحب نفلی جماعت کرائیں گے... علماء کو اس اعلان سے تشویش ہوئی اور بعض نے مجھے جانے سے منع بھی کیا کہ نفلی جماعت بالخصوص اہتمام کے ساتھ عند الاحناف مکروہ ہے... میں نے کہا جاؤں گا ضرور، کہ نہ جانے میں سجادہ صاحب کی سبکی ہے... باقی جماعت کرانا نہ کرانا میرا اپنا فعل ہے...

چنانچہ جب سجادہ صاحب کی طرف سے کار آئی تو میں چلا گیا... جا کر سجادہ صاحب سے کہا کہ آپ سے علیحدگی میں کوئی بات کرنی ہے... وہ بخوشی علیحدہ ہو گئے... میں نے کہا کہ ہم حنفی ہیں... جو کام فقہ حنفی کے مطابق ہو، وہ کرتے ہیں... اور جو عمل رواج کے موافق اور فقہ حنفی کے خلاف ہو وہ نہیں کرتے... اس لئے ہمیں لوگ وہابی کہتے ہیں... چونکہ نفلی جماعت کو فقہ حنفی نے مکروہ کہا ہے، اس لئے معذور ہوں... سجادہ صاحب نے کہا کہ حضرت میری غلطی ہوئی کہ آپ کو اطلاع دیئے بغیر میں نے اعلان کرا دیا... جس کی وجہ سے اب ہزاروں کا مجمع آیا ہوا ہے... میں آپ کو خلاف شرع پر مجبور نہیں کرتا، مگر میری غلطی کا تدارک فرما دیں، تا کہ سبکی نہ ہو... میں نے کہا کہ آپ اعلان فرما دیں کہ آدھ گھنٹہ مولانا کا بیان ہوگا، بعد میں نفل پڑھے جائیں گے... بڑے خوش ہوئے اور اعلان کر دیا... میں نے بعد خطبہ یہ آیت تلاوت کی: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ (الآیۃ) اور وعظ کہا...اس میں یہ بھی کہا کہ مسلمان کے دو دشمن دو طرح کے ہیں...ایک وہ جن کا وجود ہمیں نظر آتا ہے...

یعنی کافر، دوسرے وہ جن کا وجود ہمیں نظر نہیں آتا، یعنی نفس اور شیطان... یہ دشمن پہلے کی نسبت بڑا سخت ہے...اس کے ساتھ جہاد کرنے کو جہادِ اکبر فرمایا گیا ہے...آیت میں ظاہری دشمن یعنی کافروں کے ساتھ جہاد میں شہید ہونے والوں کے متعلق فرمایا گیا کہ تم ان کو مردہ نہ کہو، وہ اپنے پروردگار کے ہاں زندہ ہیں... جو لوگ جہادِ اکبر میں ختم ہو جائیں وہ بدرجہ اولیٰ اپنے پروردگار کے ہاں زندہ ہوں گے... یہ بزرگانِ دین اولیاء اللہ جہادِ اکبر میں شہید ہونے والے ہیں...اور یقیناً اپنے مزارات کے اندر زندہ ہیں... محض ایک پردہ حائل ہے...ہم ان کے مزارات پر جا کر خلافِ شرع کام کرتے ہیں...ان کے مزارات کو سجدہ کرتے ہیں...اگر یہ پردہ حائل نہ ہوتا تو ہمارے منہ پر تھپڑ مارتے...اخیر وعظ میں فرمایا کہ نفلی نماز با جماعت پڑھنا ناجائز ہے... بزرگوں کی روحیں اس سے ناراض ہوں گی...نفل سب اکیلے اکیلے پڑھیں...دعا مل کر کر لیں گے...

سب نے خوشی خوشی اکیلے اکیلے نفل پڑھے، بعد میں مل کر دعا کی گئی...اللہ پاک کا فضل ہوا، خطرہ ٹل گیا...جو ڈرائیور مجھے مدرسہ تک پہنچانے آیا، اس نے کہا: حضرت اگر کبھی کبھی اس طرح کے وعظ ہو جایا کریں تو بڑا فائدہ ہو... بڑی اصلاح ہو...آج کل کے مقررین کفر کی مشین چلانے لگ جاتے ہیں، بجائے فائدہ کے نقصان ہی نقصان ہوتا ہے...(خیر السوانح)

## حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کا مخالف سے برتاؤ

مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا قیام دہلی میں تھا حضرت کے خدام میں سے چند مخصوص تلامذہ ساتھ تھے.... حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ دوسرے شاگرد مولانا احمد حسن امروہی رحمہ اللہ اور حاجی امیر شاہ خان صاحب مرحوم.... مولانا احمد حسن صاحب رحمہ اللہ نے اپنے ہمجولیوں میں بیٹھ کر فرمایا کہ بھائی لال کنویں کی مسجد کے جو امام ہیں....ان کی قرأت بہت اچھی ہے کل صبح کی نماز ان کے پیچھے پڑھ لیں....

شیخ الہند رحمہ اللہ نے غصہ میں آ کر فرمایا کہ تمہیں شرم نہیں آتی بے غیرت وہ تو ہمارے حضرت کی تکفیر کرتا ہے ہم اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے....

اور بڑا سخت لہجہ اختیار کیا۔ یہ جملے حضرت مولانا نانوتوی رحمہ اللہ کے کان میں پہنچے تو اگلے دن حضرت ان سب شاگردوں کو لے کر اسی مسجد میں پہنچے اور اس امام کے پیچھے جا کر نماز پڑھی.... سلام پھیرا تو چونکہ یہ اجنبی تھے۔ نمازیوں نے دیکھا کہ ہیں تو علماء صورت تو پوچھا کون ہیں؟

معلوم ہوا کہ یہ تو مولانا محمد قاسم ہیں اور وہ ان کے شاگرد مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ اور یہ مولانا احمد حسن محدث امروہی رحمہ اللہ ان کے تلمیذ ہیں....امام صاحب کو سخت حیرت ہوئی کہ میں تو رات دن انہیں کافر کہتا ہوں....اور یہ نماز کے لئے میرے پیچھے آ گئے....تو امام صاحب نے خود بڑھ کر مصافحہ کیا اور کہا کہ حضرت میں آپ کی تکفیر کرتا تھا اور میں آج شرمندہ ہوں آپ نے میرے پیچھے نماز پڑھی حالانکہ میں آپ کو کافر کہتا رہا....

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ.... ''کوئی بات نہیں میرے دل میں آپ کے اس جذبہ کی قدر ہے''....اور زیادہ عزت دل میں بڑھ گئی ہے....کیوں؟

اس واسطے کہ آپ کو جو روایت پہنچی ہے کہ میں توہین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرتا ہوں تو آپ کی غیرت ایمانی کا یہی تقاضا تھا.... ہاں البتہ شکایت اس کی ہے کہ روایت کی تحقیق کرنی چاہئے تھی....تو میں یہ عرض کرنے آیا ہوں کہ یہ خبر غلط ہے....اور میں اس شخص کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں....جو ادنیٰ درجہ میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرے اور اگر آپ کو یقین نہ آئے تو آپ کے ہاتھ پر ابھی اسلام قبول کرتا ہوں....

اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده و رسوله

اب امام بے چارہ قدموں میں گر پڑا بچھا جاتا ہے....

ف: بات صرف یہ تھی کہ ان حضرات کے دلوں میں تواضع باللہ اور ادب مع اللہ اس درجہ رچا ہوا تھا کہ نفسانیت کا شائبہ نہ رہا تھا....استہزاء اور تمسخر تو بجائے خود ہے بے قدری بھی اپنے معاندوں کی نہیں کرتے تھے....(الحق)

# اللہ تعالیٰ مقبولین کی حفاظت فرماتے ہیں

تاریخ میں یہ واقعہ پوری صحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ جس وقت سلطان محمود نے سومنات کے بت کو پاش پاش کرنے کا ارادہ کیا تو اس وقت برہموں کے طبقے نے معززین سلطنت کے توسط سے سلطان سے درخواست کی کہ اس بت کو نہ توڑا جائے اور یونہی چھوڑ دیا جائے۔ ہندوؤں نے اس کے عوض دولت کی ایک بہت بڑی مقدار دینے کا وعدہ کیا۔

معززین سلطنت نے ہندوؤں کی اس درخواست کو سلطان تک پہنچاتے وقت یہ خیال ظاہر کیا کہ اس درخواست کو قبول کر لینے میں ہمارا فائدہ ہے۔ بت کو توڑ ڈالنے سے نہ تو بت پرستی کی رسم اس شہر سے مٹ سکتی ہے اور نہ ہمیں کوئی فائدہ ہوگا لیکن اگر ہم اس بت کو نہ توڑنے کے معاوضے میں کوئی معقول رقم قبول کر لیں گے تو اس سے غریب مسلمانوں کا فائدہ ہو جائے گا۔ اس کے جواب میں محمود نے ان سے کہا۔ تم جو کہتے ہو وہ صحیح ہے۔ لیکن اگر تمہارے کہنے پر چلوں گا تو میرے بعد دنیا مجھے "محمود بت فروش" کے نام سے یاد کرے گی۔ اور اگر میں اس بت کو پاش پاش کروں گا تو مجھے "محمود بت شکن" کے نام سے یاد کرے گی۔ مجھے تو یہی بہتر معلوم ہوتا ہے کہ دنیا اور آخرت میں مجھے محمود بت شکن پکارا جائے۔ نہ کہ محمود بت فروش۔ محمود کی نیک نیتی اسی وقت رنگ لائی۔

جس وقت اس بت کو توڑا گیا تو اس کے پیٹ میں سے ان گنت اور بیش قیمت جواہر اور اعلیٰ درجے کے موتی نکلے۔ ان سب جواہرات کی قیمت برہموں کی پیش کردہ قیمت سے سو (۱۰۰) گنا زیادہ تھی۔

# اکابرین مقبولین کا اپنے مخالفین سے سلوک

اکابر دیوبند کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ وہ اپنے مخالف مسلک والوں سے بھی بداخلاقی کا برتاؤ نہیں کرتے تھے نہ ان کی تردید میں دل آزار اسلوب کو پسند کرتے تھے اور نہ طعن آمیز القاب سے یاد کرنا پسند کرتے تھے بلکہ جہاں تک ہوسکتا بداخلاقی کا جواب خوش خلقی سے دیتے اور مخالفین کی دین ہمدردی و خیرخواہی کو پیش نظر رکھتے تھے...

## مخالفین کے معاملہ میں احتیاط

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص حضرت امیر شاہ خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مولانا خورجہ تشریف لائے اور وہاں ایک مجلس میں مولوی فضل رسول بدایونی کا تذکرہ چل گیا (چونکہ وہ مخالف مسلک کے تھے اس لیے) میری زبان سے (طنز کے طور پر) بجائے فضل رسول فصل رسول نکل گیا...

مولانا نے ناخوش ہو کر فرمایا کہ "لوگ ان کو کیا کہتے ہیں؟" میں نے کہا "فضل رسول" آپ نے فرمایا تم فصل رسول کیوں کہتے ہو؟ حضرت تھانوی اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: "یہ حضرات تھے جو "لاتلمزوا انفسکم ولا تنابزوا بالالقاب" کے پورے عامل تھے حتیٰ کہ مخالفین کے معاملہ میں بھی..." (ارواح ثلاثہ، ص: ۱۷۵، ۲۲۸)

## حق پرست مقبولین کا طرز

بریلی کے مولوی احمد رضا خان صاحب نے اکابر دیوبند کی تکفیر اور ان پر سب و شتم کا جو طریقہ اختیار کیا تھا وہ ہر پڑھے لکھے انسان کو معلوم ہے، ان فرشتہ خصلت اکابر پر گالیوں کی بوچھاڑ کرنے میں انہوں نے کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی لیکن حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اس

دشنام طرازی کا سب سے بڑا نشانہ تھے، ایک روز اپنے شاگرد رشید حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ ان کی تصنیفیں ہمیں سنا دو، حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ان میں تو گالیاں ہیں اس پر حضرت گنگوہی نے فرمایا: "اجی دور کی گالیوں کا کیا ہے پڑی (یعنی بلا سے) گالیاں ہوں تم سناؤ، آخر اس کے دلائل تو دیکھیں شاید کوئی معقول بات ہی لکھی ہو تو ہم ہی رجوع کرلیں..." (ارواح ثلاثہ ص: ۳۱۱، ۳۰۹)

اللہ اکبر یہ ہے حق پرستوں کا شیوہ کہ مخالفین بلکہ دشمنوں کی باتیں بھی ان کی دشنام طرازیوں سے قطع نظر اس نیت سے سن جائیں کہ اگر اس سے اپنی کوئی غلطی معلوم ہو تو اس سے رجوع کرلیا جائے...

## غیر مسلم مہمان کا اکرام

مولانا محمود صاحب رام پوری فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میں اور ایک ہندو تحصیل دیوبند میں کسی کام کو گئے، میں حضرت شیخ الہند کے ہاں مہمان ہوا اور وہ ہندو بھی اپنے بھائیوں کے گھر کھانا کھا کر میرے پاس آگیا کہ میں بھی یہاں ہی رہوں گا، اس کو ایک چارپائی دے دی گئی... جب سب سوگئے تو رات کو میں نے دیکھا کہ مولانا زنانہ میں سے تشریف لائے، میں لیٹا رہا اور یہ سمجھتا تھا کہ اگر کوئی مشقت کا کام کریں گے تو میں امداد کروں گا ورنہ خواہ مخواہ اپنے جاگنے کا اظہار کرکے کیوں پریشان کروں...

میں نے دیکھا کہ مولانا اس ہندو کی طرف بڑھے اور اس کی چارپائی پر بیٹھ کر اس کے پیر دبانے شروع کیے... وہ خراٹے لے کر خوب سوتا رہا... مولانا محمود صاحب کہتے ہیں کہ میں اُٹھا اور عرض کیا کہ حضرت آپ تکلیف نہ کریں میں دبا دوں گا... مولانا نے فرمایا کہ تم جا کر سوؤ یہ میرا مہمان ہے میں ہی اس کی خدمت انجام دوں گا، مجبوراً میں چپ رہ گیا اور مولانا اس ہندو کے پاؤں دباتے رہے... (ارواح ثلاثہ ص: ۲۸۵، ۳۳۲)

## گستاخ لوگوں سے معاملہ

مولانا احمد احسن صاحب پنجابی مدرس کان پور نے "ابطال امکان کذب" میں

ایک مبسوط رسالہ تحریر کر کے شائع کیا جس میں حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہم عقیدہ حضرات کو فرقہ ضالہ مزواریہ میں (جو معتزلہ میں سے ایک گروہ ہے) داخل کر دیا اور اس پر تقریظ لکھنے والوں نے تو اکابرین کی نسبت زبان درازی کی انتہا کر دی...

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن کو یہ رسالہ دیکھ کر طیش تو بہت آیا لیکن علم و تقویٰ کا مقام بلند ملاحظہ فرمائیے گا کہ غیض و غضب کے جذبات کو پی کر ارشاد فرمایا: ''ان گستاخ لوگوں کو برا کہنے سے تو اکابر کا انتقام پورا نہیں لیا جا سکتا اور ان کے اکابر کی نسبت کچھ کہہ کر اگر دل ٹھنڈا کیا جائے تو وہ لوگ معذور بے قصور ہیں...''

(حیات شیخ الہند رحمہ اللہ از حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمہ اللہ، ص: ۱۸۳)

## حکیم الامت رحمہ اللہ کا عجیب واقعہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے مواعظ سے اُمت کو جو بے مثال نفع پہنچا وہ محتاج بیان نہیں... حضرت کے مواعظ کا فیض آج تک جاری ہے اور جن حضرات نے ان کا مطالعہ کیا ہو وہ جانتے ہیں کہ یہ مواعظ دین کی بیشتر ضروریات پر حاوی ہیں اور اصلاح و تربیت کے لیے بینظیر تاثیر رکھتے ہیں...

ایک مرتبہ جون پور میں آپ کا ایک وعظ ہونا تھا... وہاں بریلوی حضرات کا خاصا مجمع تھا... آپ کے پاس ایک بیہودہ خط پہنچا جس میں دو چار باتیں کہی گئی تھیں ایک تو یہ کہ تم جولا ہے ہو، دوسرے یہ کہ جاہل ہو، تیسرے یہ کہ کافر ہو اور چوتھے یہ کہ سنبھل کر بیان کرنا...

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے وعظ شروع کرنے سے پہلے مجمع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس قسم کا ایک خط میرے پاس آیا ہے پھر وہ خط سب کے سامنے پڑھ کر سنایا اور فرمایا کہ ''یہ جو لکھا ہے کہ تم جولا ہے ہو تو اگر میں جولاہا ہوں بھی تو اس میں حرج ہی کیا ہے میں یہاں کوئی رشتہ ناتے کرنے تو نہیں آیا، احکام الٰہی سنانے کے لیے حاضر ہوا ہوں، سو اس کو قومیت سے کیا علاقہ؟ دوسرے یہ چیز اختیاری بھی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے جس کو جس قوم میں چاہا پیدا فرما دیا سب قومیں اللہ ہی کی بنائی ہوئی ہیں اور سب اچھی ہیں اگر اعمال و اخلاق اچھے ہوں... یہ تو مسئلہ کی تحقیق تھی...

رہی واقعہ کی تحقیق سو مسئلہ کی تحقیق کے بعد واقعہ کی تحقیق کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی لیکن پھر بھی اگر کسی کو تحقیق واقعہ کا شوق ہی ہو تو میں آپ کو اپنے وطن کے عمائد کے نام اور پتے لکھوائے دیتا ہوں...ان سے تحقیق کر لیجیے معلوم ہو جائے گا میں جولاہا ہوں یا کس قوم کا؟ اور اگر مجھ پر اطمینان نہ ہو تو میں مطلع کرتا ہوں کہ میں جولاہا نہیں ہوں۔

رہا جاہل ہونا اس کا البتہ میں اقرار کرتا ہوں کہ میں جاہل بلکہ اجہل ہوں لیکن جو کچھ اپنے بزرگوں سے سنا ہے اور کتابوں میں دیکھا ہے اس کو نقل کرتا ہوں اگر کسی کو کسی بات کے غلط ہونے کا شبہ ہو اس پر عمل نہ کرے اور کافر ہونے کو جو لکھا تو اس میں زیادہ قیل و قال کی حاجت نہیں میں آپ صاحبوں کے سامنے پڑھتا ہوں..."۔

"اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد الرسول الله"

اگر میں نعوذ باللہ کافر تھا تو لیجیے اب نہیں رہا...آخر میں سنبھل کر بیان کرنے کی دھمکی دی گئی ہے اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ وعظ گوئی کوئی میرا پیشہ نہیں ہے۔ جب کوئی بہت اصرار کرتا ہے تو جیسا کچھ مجھے بیان کرنا آتا ہے بیان کر دیتا ہوں، اگر آپ صاحبان نہ چاہیں گے تو میں ہرگز بیان نہ کروں گا...رہا سنبھل کر بیان کرنا تو اس کے متعلق صاف صاف عرض کیے دیتا ہوں کہ میری عادت خود ہی چھیڑ چھاڑ کی نہیں ہے...

قصداً کبھی کوئی ایسی بات نہیں کرتا جس میں کسی گروہ کی دل آزاری ہو یا فساد پیدا لیکن اگر اُصول شرعیہ کی تحقیق کے ضمن میں کسی ایسے مسئلہ کے ذکر کی ضرورت ہی پیش آ جاتی ہے جس کا رسوم بدعیہ سے تعلق ہے تو پھر میں رُکتا بھی نہیں اس لیے کہ یہ صریح دین میں خیانت ہے...سب باتیں سننے کے بعد اب بیان کے متعلق جو آپ صاحبوں کی رائے ہو اس سے مطلع کر دیجیے...اگر اس وقت کوئی بات کسی کے خلاف طبع بیان کرنے لگوں تو فوراً مجھ کو روک دیا جائے...میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر کوئی ادنیٰ شخص بھی مجھے روکے گا تو میں اپنے بیان کو فوراً منقطع کر دوں گا اور بیٹھ جاؤں گا...بہتر تو یہ ہے کہ وہی صاحب روک دیں جنہوں نے یہ خط بھیجا ہے، یا اگر خود کہتے ہوئے انہیں شرم آئے یا ہمت نہ ہو تو چپکے سے کسی اور ہی کو سکھلا پڑھا دیں، ان کی طرف سے وہ مجھے روک دیں...یہ سن کر ایک معقولی مولوی صاحب

جو بدعتی خیال کے تھے اور جن کا وہاں بہت اثر تھا کڑک کر بولے ''یہ خط لکھنے والا کوئی حرام زادہ ہے آپ وعظ کہئے آپ کیسے فاروقی ہیں؟'' حضرت نے فرمایا: ''میں ایسی جگہ کا فاروقی ہوں جہاں کے فاروقیوں کو یہاں کے لوگ جولاہے سمجھتے ہیں...''

جب سارا مجمع خط لکھنے والے کو برا بھلا کہنے لگا، خاص طور سے وہ مولوی صاحب فحش فحش گالیاں دینے لگے تو حضرت والا نے روکا کہ گالیاں نہ دیجئے، مسجد کا تو احترام کیجئے... پھر حضرت والا کا وعظ ہوا اور بڑے زور شور کا وعظ ہو۔

اتفاق سے دوران وعظ میں بلاقصد کسی علمی تحقیق کے ضمن میں کچھ رسوم و بدعات کا بھی ذکر چھڑ گیا، پھر تو حضرت والا نے بلاخوف لومۃ لائم خوب ہی رد کیا، لوگوں کو یہ اختیار دے چکے تھے کہ وہ چاہیں تو وعظ روک دیں لیکن کسی کی ہمت نہ ہوئی...

وہ معقولی مولوی صاحب شروع شروع میں تو بہت تحسین کرتے رہے اور بار بار سبحان اللہ، سبحان اللہ کے نعرے بلند کرتے رہے کیوں کہ اس وقت تصوف کے رنگ پر بیان ہو رہا تھا لیکن جب رد بدعات پر ہونے لگا تو پھر چپ ہو گئے مگر بیٹھے سنتے رہے... یہ بھی خدا کا بڑا فضل تھا کیوں کہ بعد کو معلوم ہوا کہ وہ ایسے کٹر اور سخت ہیں کہ جہاں کسی واعظ نے کوئی بات خلاف طبع کہی انہوں نے وہیں ہاتھ پکڑ کر منبر سے اُتار دیا لیکن اس وقت انہوں نے دم نہیں مارا چپکے بیٹھے سنتے رہے لیکن جب وعظ ختم ہوا اور مجمع رُخصت ہونے کے لیے کھڑا ہو گیا تو اس وقت ان مولوی صاحب نے حضرت والا سے کہا کہ ان مسائل کے بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی، اس پر ایک دوسرے ذی اثر مولوی صاحب (جو خود بدعتی خیال کے تھے) بڑھے اور جواب دینا چاہا لیکن حضرت والا نے انہیں روک دیا کہ خطاب مجھ سے ہے آپ جواب نہ دیں مجھے عرض کرنے دیں پھر حضرت والا نے ان معقولی مولوی صاحب سے فرمایا کہ آپ نے یہ بات پہلے مجھ سے نہ فرمائی ورنہ میں احتیاط کرتا، میں نے تو جو بیان کیا ضروری ہی سمجھ کر کیا مگر اب کیا ہو سکتا ہے... اب تو بیان ہو چکا ہے، ہاں ایک صورت اب بھی ہو سکتی ہے وہ یہ کہ ابھی تو مجمع موجود ہے آپ پکار کر کہہ دیجئے کہ صاحبو اس بیان کی کوئی

ضرورت نہ تھی پھر میں آپ کی تکذیب نہ کروں گا اور آپ ہی کی بات اخیر رہے گی۔..اس پر سب لوگ ہنس پڑے اور مولوی صاحب وہاں سے رُخصت ہو گئے۔..ان کے چلے جانے کے بعد سب لوگ ان کو برا بھلا کہنے لگے، جب بہت شوروغل ہوا تو حضرت والا نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ: ''صاحب ایک پردیسی کی وجہ سے آپ مقامی علماء کو ہرگز نہ چھوڑیں، میں آج مچھلی شہر جا رہا ہوں، اب آپ صاحبان یہ کریں اور میں ان صاحب کو بالخصوص خطاب کرتا ہوں کہ جنہوں نے خط بھیجا ہے وہ میرے بیان کا رڈ کرا دیں...پھر دونوں راہیں سب کے سامنے ہوں گی جو جس کو چاہے اختیار کرے، فساد کی ہرگز ضرورت نہیں۔..''

پھر ان دوسرے مولوی صاحب نے جو بدعتی خیال کے ہونے کے باوجود حمایت کے لیے آگے بڑھے تھے، کھڑے ہو کر فرمایا کہ: ''صاحبو! آپ جانتے ہیں کہ میں مولودیہ بھی ہوں، قیامیہ بھی ہوں مگر انصاف اور حق یہ ہے کہ جو تحقیق آج مولوی صاحب نے بیان فرمائی ہے صحیح وہی ہے...'' (اشرف السوانح، ج:۱، ص:۶۸، ۷۲)

## اہل بدعت سے معاملہ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں: احقر نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم سے سنا ہے کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین میں سے کسی صاحب نے اہل بدعت کی تردید میں ایک رسالہ لکھا تھا، اہل بدعت نے اس کا جو رڈ لکھا اس میں انہیں کافر قرار دیا...

اس عمل کے جواب میں ان صاحب نے دو شعر کہے...

مرا کافر گر گفتی غمے نیست      چراغ کذب رانبود فروغے
مسلمانت بخوانم در جوابش      دروغے راجزا باشد دروغے

انہوں نے حضرت شیخ الہند کو یہ شعر سنائے تو آپ نے شعری لطافت کی تو تعریف کی لیکن ساتھ ہی ارشاد ہوا کہ تم نے ان کو لطافت کے ساتھ ہی سہی کافر تو کہہ دیا...حالانکہ فتویٰ کی رو سے وہ کافر نہیں ہیں...اس لئے ان اشعار میں اس طرح ترمیم کرلو...

مرا کافر اگر گفتی غمے نیست چراغ کذب را نبود فروغے
مسلمانت بخوانم در جوابش دہم شکر بجائے تلخ دوغے
اگر تو مومنی فبہا والا دروغے را جزا باشد دروغے

یہ چند واقعات ہیں جو کسی خاص اہتمام اور تحقیق و جستجو کے بغیر زیر قلم گئے... اس مختصر مضمون میں اس قسم کے واقعات کا احاطہ مقصود نہیں اگر کوئی بندہ خدا مزید تحقیق و جستجو اور مطالعہ کے بعد ان حضرات کے ایسے واقعات یکجا کردے تو علم و دین کی بڑی خدمت ہو لیکن مذکورہ چند واقعات اکابر دیوبند کے حسن و جمال کی ایک جھلک دکھانے کیلئے امید ہے کافی ہوں گے... للہ الحمد اولا و اخر. (بحوالہ اکابر دیوبند کیا تھے؟)

# صبر و تحمل اور حلم و درگزر سے مقبولیت

شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ کی پوری زندگی میں اس حدیث کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جو شخص حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا چھوڑ دے میں اس کو جنت کے بیچوں بیچ گھر دلوانے کا ذمہ دار ہوں"....

اس حدیث پر عمل کرنے کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے. جھگڑا ختم کرنے کی خاطر بڑے سے بڑا حق چھوڑ کر الگ ہو گئے ان کا ایک واقعہ سناتا ہوں جس پر آج لوگوں کو یقین کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے یہ دارالعلوم جو اس وقت کورنگی میں قائم ہے.... پہلے نانک واڑہ میں ایک چھوٹی سی عمارت میں قائم تھا جب کام زیادہ ہوا تو اس کے لئے وہ جگہ تنگ پڑ گئی وسیع اور کشادہ جگہ کی ضرورت تھی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ایسی مدد ہوئی کہ بالکل شہر کے وسط میں حکومت کی طرف سے ایک بہت بڑی اور کشادہ جگہ مل گئی اور دارالعلوم کراچی کے نام الاٹ ہو گئی اس زمین کے کاغذات مل گئے قبضہ مل گیا اور ایک کمرہ بھی بنا دیا گیا ٹیلیفون بھی لگ گیا اس کے بعد دارالعلوم کا سنگ بنیاد رکھتے وقت ایک جلسہ تاسیس منعقد ہوا جس میں پورے

پاکستان کے بڑے بڑے علماء حضرات تشریف لائے اس جلسہ کے موقع پر کچھ حضرات نے جھگڑا کھڑا کر دیا کہ یہ جگہ دار العلوم کو نہیں ملنی چاہئے تھی بلکہ فلاں کو ملنی چاہئے تھی اتفاق سے جھگڑے میں ان لوگوں نے ایسے بعض بزرگ ہستیوں کو بھی شامل کر لیا.....جو حضرت والد صاحب کے لئے باعث احترام تھیں والد صاحب نے پہلے تو یہ کوشش کی کہ یہ جھگڑا کسی طرح ختم ہو جائے لیکن وہ ختم نہیں ہوا والد صاحب نے یہ سوچا کہ جس مدرسے کا آغاز ہی جھگڑے سے ہو رہا ہے تو اس مدرسے میں کیا برکت ہوگی؟ چنانچہ والد صاحب نے اپنا یہ فیصلہ سنا دیا کہ میں اس زمین کو چھوڑتا ہوں....

دار العلوم کی مجلس منتظمہ نے یہ فیصلہ سنا تو انہوں نے حضرت والد صاحب سے کہا کہ حضرت! یہ آپ کیسا فیصلہ کر رہے ہیں؟ اتنی بڑی زمین وہ بھی شہر کے وسط میں ایسی زمین ملنا بھی مشکل ہے اب جبکہ یہ زمین آپ کو مل چکی ہے آپ کا اس پر قبضہ ہے آپ ایسی زمین کو چھوڑ کر الگ ہو رہے ہیں؟

حضرت والد صاحب نے جواب میں فرمایا کہ میں مجلس منتظمہ کو اس زمین کے چھوڑنے پر مجبور نہیں کرتا اسلئے کہ مجلس منتظمہ درحقیقت اس زمین کی مالک ہو چکی ہے.... آپ حضرات اگر چاہیں تو مدرسہ بنالیں میں اس میں شمولیت اختیار نہیں کروں گا اس لئے کہ جس مدرسے کی بنیاد جھگڑے پر رکھی جا رہی ہو اس مدرسے میں مجھے برکت نظر نہیں آتی پھر حدیث سنائی جو شروع میں گذری ہے اور جھگڑے سے بچنے کیلئے۔ (انمول موتی)

## (فصل ششم)

# اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کا ایک اہم سبب زہد وقناعت اور توکل واستغناء

## سیدالطائفہ رحمہ اللہ کا توکل واستغناء

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے والدہ مرحوم نے حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک واقعہ بیان فرمایا..

صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ میرے والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو بیٹا کہا کرتے داری کا بھی تعلق تھا... اور محبت بھی فرماتے تھے... فرمایا کہ بیٹا! جب میں ہجرت کی نیت سے حجاز مقدس کیلئے چلا اور جہاز میں بیٹھا تو میں نے اللہ تعالیٰ کہ آپ کے گھر جارہا ہوں نہ کسی سے سوال کروں گا نہ مانگوں گا نہ کسی کی چیز پر نگاہ آپ دیں گے تو کھاپی لوں گا... اگر نہیں دیں گے تو زیادہ سے زیادہ آپ موت دیں بھی آپ ہی دینے والے ہیں وہ بھی نعمت ہے لیکن میں کسی سے مانگوں گا نہیں...

کریم کے دروازے پر جا کر آدمی دوسروں کے دروازوں کو تاکے یہ کفران نعمت ... جہاز میں بیٹھ کر خدا سے پکا عہد کیا... جب مکہ معظمہ پہنچے اس وقت حضرت کوئی رئیس تو نہیں کہ زیادہ ساز وسامان ہوتا... معمولی قسم کی پونجی ساتھ تھی وہ دو چار دنوں میں ختم ہوگئی... وہاں آپ کا کوئی جاننے والا نہیں تھا جو آپ کی امداد یا اعانت کرتا... اس کے بعد فا... شروع ہوگئے... دو تین فاقے ہوگئے مگر کوئی انتظام نظر نہیں آیا... ضعف ... شہ ورم ہوا... بایں ہمہ حرم شریف میں آتے رہے... یہاں تک کہ سات د

بھی شروع ہوگئی مگر پھر بھی تکلف کے ساتھ حرم شریف میں حاضر ہوتے رہے...

اسی زمانہ میں ایک مصیبت پیش آئی..آپ طواف کررہے تھے بڑھاپے کا زمانہ اور سات وقت کے فاقے...ضعف ونقاہت کا جو حال ہوگا ظاہر ہے اتفاق سے کسی بدوی کی لنگی پر پیر پڑ گیا...اس نے جوش میں آکر زور سے ایک دھونس مارا...حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ دھول لگتے ہی گر پڑے...دوسرے لوگ طواف میں مصروف رہے...اسی حالت میں حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ بیت اللہ کی ایک جانب حضرت جبرئیل علیہ السلام کھڑے ہیں اور ایک جانب حضرت میکائیل علیہ السلام، حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت میکائیل سے کہتے ہیں کہ بندہ بڑا صابر ہے اور میکائیل علیہ السلام کہتے ہیں کہ ابھی تھوڑی سی کسر اور ہے...

حضرت فرماتے تھے کہ جب مجھ کو ہوش آیا تو پھر ہم نے عہد کی تجدید کی اور کہا کہ اے اللہ! میں اس عہد پر قائم ہوں کہ کسی اور سے نہیں مانگوں گا اگر آپ موت دیں گے تو وہ بھی آپ کی نعمت ہے...عہد کو پورا کیا یہاں تک کہ گیارہ وقت کا فاقہ ہوگیا...

اب حرم شریف میں آنا مشکل ہوگیا...گھر کے قریب ایک مسجد تھی وہیں نماز پڑھنے لگے....جب گیارہ وقت کا فاقہ ہوگیا اور بیٹھنا بھی مشکل ہوگیا تو پھر عہد کی تجدید کی کہ میں کسی اور سے نہیں مانگوں گا...آپ ہی اگر کھلائیں گے تو کھاؤں گا...

والد صاحب کا بیان ہے کہ مجھے خطاب کر کے فرمایا...بیٹا جب گیارہ وقت کا فاقہ ہوگیا تو میں بالکل نڈھال ہوگیا...اسی حال میں ایک شخص نے دروازے پر آواز دی، میں نے کہا کہ بھائی آجاؤ...اس کے ہاتھ میں چینی کا ایک رقاب تھا اوپر سے کپڑا ڈھکا ہوا تھا...میں نے کھولا تو پکا ہوا پلاؤ نکلا...ہم نے سوچا کہ جو چیز بغیر اشراف نفس اور بلا طلب کے آئے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگی...کھاؤ چونکہ نہایت عمدہ پلاؤ تھا اور بھوک بھی شدت کی تھی... اس لئے خوب سیر ہوکر کھایا کچھ بچ گیا تو خیال آیا کہ رات کیلئے رکھ دوں...

پھر خیال آیا کہ جس نے مجھے گیارہ وقت کے بعد یاد کیا ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ رات کو یاد نہ کرے،تو میں نے برتن ڈھنک دیا...اس نے رقاب اٹھالی اور کہا کہ بہت اچھا ہوا کہ رات کیلئے نہیں رکھا ورنہ زندگی بھر فاقے سے مارا جاتا...یہ کہہ کر چلا گیا...

حضرت یہ فرماتے تھے کہ مجھے کچھ خبر نہیں کہ وہ کون تھا... پھر میں نے اس کو نہیں دیکھا... اس کے بعد فرمایا بیٹا آج وہ دن ہے کہ کثرت سے دنیا میرے پاس آ رہی ہے... نقد پر نقد... کپڑوں پر کپڑا... غذا پر غذا... میں رکھتا رکھتا اور بانٹتا بانٹتا تنگ آ گیا... مگر دنیا آتے آتے نہیں تھک رہی ہے...(مجالس حکیم الاسلام)

## مقبولین کی یوں دستگیری کی جاتی ہے

چار نوجوان اتفاق سے مصر کی ایک جامع مسجد میں جمع ہو گئے... چاروں طالب علم تھے ایک دوسرے سے تعارف ہوا تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی... چاروں کا نام محمد تھا.. ایک نے اپنا نام محمد بن جریر بتایا... دوسرے نے محمد بن اسحاق... تیسرے نے محمد بن مزوری اور چوتھے نے محمد بن ہارون بتایا... چاروں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا...

''سبحان اللہ'' ان کا کام بھی ایک ہی تھا اور نام بھی ایک تمام دن استاذ صاحبان سے حدیث کا علم حاصل کرتے... شام کو اپنے مکان میں آ کر دن بھر کی یاد کی ہوئی احادیث کو ایک رجسٹر میں لکھ لیتے... ایک دن ایک نے کہا بھائیو! ہماری جمع شدہ رقم ختم ہو چکی ہے... کوئی بات نہیں ہم مزدوری کریں گے... دوسرے نے کہا...

مزدوری کرنے پر اعتراض نہیں... اس طرح ہم احادیث کا علم کس گے... تیسرے نے کہا... ہاں! اس طرح تو ہم تاجر بن جائیں گے... چوتھے اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم میں سے صرف ایک مزدوری کرے... باقی تین علم حا قرعہ اندازی کر لی جائے... قرعہ ڈال دیا گیا محمد بن اسحاق کا نام نکلا وہ بولے پہلے رب سے استخارہ کر لوں.. یہ کہہ کر انہوں نے نماز کی نیت باندھ لی.. ایسے میں باہر سے آئی.... کیا وہ یہی گھر ہے؟

کسی نے کہا ہاں یہی ہے.. نشانیاں تو وہی ہیں باہر کی آواز سن کر یہ چونک گئے .. گھبرا گئے .. سارا شہر اس وقت نیند کی آغوش میں تھا پھر یہ کون لوگ تھے جوان کے مکان کے باہر جمع تھے .. ایسے میں دستک ہوئی آواز آئی .. السلام علیکم! کیا ہم اندر آ سکتے ہیں .. ہم بادشاہ

کے قاصد ہیں..وہ ایک ساتھ بولے..

وعلیکم السلام! تشریف لایئے محمد بن ہارون نے دروازہ کھول دیا.. وہ کئی آدمی تھے.. ان کے ہاتھوں میں روشنی کے لئے قندیلیں تھیں..چہروں سے سوجھ بوجھ والے لوگ لگ رہے تھے.. ان میں سے ایک نے کہا.. آپ میں سے محمد بن جریر کس کا نام ہے..جی میرا نام ہے.. یہ سن کر اس نے کہا یہ لیجئے پانچ سو دیناروں کی تھیلی پھر اسنے کہا اور آپ میں سے محمد بن مزوری کون ہے؟ آنے والوں نے ایک تھیلی انہیں تھمادی.. پھر بولا محمد بن اسحاق کون ہے یہ جو نماز پڑھ رہے ہیں .. محمد بن مزوری نے بتایا.. یہ تھیلی ان کی ہے آپ میں سے محمد بن ہارون کون ہیں؟

نام معلوم کر کے ایک تھیلی انہیں دے دی گئی.. اب یہ چاروں حیران ہیں کہ یہ کیا معاملہ ہے آنے والوں میں سے ایک نے ان کی حیرت دور کرنے کے لئے کہا.. مصر کے بادشاہ احمد بن طولون کل دوپہر اپنے محل میں سو رہے تھے.. انہوں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا وہ ان سے کہہ رہا تھا محمد نام کے چار طالب علم بھوک سے پریشان ہیں اور تو میٹھی نیند سو رہا ہے.. بادشاہ نے اس شخص سے آپ لوگوں کا پتہ نشان پوچھا اور یہ تھیلیاں بطور ہدیہ بھیجی ہیں اور اس نے قسم دے کر کہا ہے کہ جب یہ رقم ختم ہو جائے تو انہیں ضرور اطلاع دی جائے تا کہ وہ مزید رقم ارسال کر سکیں.. بادشاہ کے آدمی تسلیاں دے کر چلے گئے لیکن اس کے بعد یہ چاروں پھر مصر میں نہ ٹھہرے وہاں سے نکل گئے تا کہ دولت کے چکر میں دین کے علم سے محروم نہ ہو جائیں..(بشکریہ ماہنامہ العلم کراچی)

## حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا زہد

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک صاحب مطبع میں ملازم رکھنا چاہتے تھے.....آپ نے فرمایا: ''علمی لیاقت تو مجھ میں ہے نہیں.....البتہ قرآن کی تصحیح کر لیا کروں گا.....اس میں دس روپے دے دیا کرو.....''

اسی زمانہ میں ایک ریاست سے تین سو روپیہ ماہوار کی نوکری آ گئی.....مولانا نے جواب لکھا: ''آپ کی یاد آوری کا شکر گزار ہوں مگر مجھ کو یہاں دس روپے ملتے ہیں جس میں

پانچ روپے تو میرے اہل وعیال کے لئے کافی ہوجاتے ہیں اور پانچ روپے بچ جاتے ہیں..... آپ کے یہاں سے جو تین سو روپیہ ملیں گے..... ان میں سے پانچ روپے تو خرچ میں آئیں گے اور دو سو پچانوے روپے جو بچیں گے میں ان کا کیا کروں گا.....

مجھ کو ہر وقت یہی فکر رہے گا کہ ان کو کہاں خرچ کروں.....'' غرض تشریف نہیں لے گئے..... اللہ اللہ کیا تواضع اور زہد ہے..... (خیر المال للرجال ص ۴۲)

## حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کا استغناء

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے پاس ڈیڑھ سو روپیہ کا پوستین ایک جگہ سے آیا ایک نواب آپ کے یہاں آئے ہوئے تھے آپ نے ان کو دے دیا اور فرمایا کہ یہ میرے کام کا تو ہے نہیں اور آپ کے کام آجائے گا.. مولانا اس طرح نہ رہتے تھے کہ کسی نواب یا امیر سے گردن نیچی کرنی پڑے....

بلکہ ایسا برتاؤ کرتے تھے کہ ان کو ہی گردن نیچی کرنی پڑتی تھی اور کبھی آپ لباس بھی عمدہ پہنتے تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی نواب اور والی ملک ہیں..

ہزاروں روپیہ بھی نہ لیتے تھے اور ویسے روپیہ دو روپیہ بھی قبول فرمالیتے..ایک بادشاہ نے ایک دفعہ شاید دس ہزار روپیہ بھیجے تھے ..آپ نے واپس کردیئے اور فرمایا کہ ضرورت کے لائق میرے پاس روپیہ موجود ہے..میں اس قدر روپیہ لے کر کیا کروں گا..سو امیروں کے ساتھ تو یہ برتاؤ تھا اور غریبوں سے ایک دو روپیہ بھی لے لیتے تھے..(التبلیغ)

## حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا توکل واستغناء

حکیم الامت رحمہ اللہ کا امراء سے استغناء کا یہ عالم تھا کہ جہاں حیدر آباد دکن جانے والے اکثر علماء ومشائخ والی دکن کی خدمت میں باریابی اور وظیفہ کی آواز لے کر جاتے تھے وہاں حضرت کو ملنے سے بھی عار تھا جس کی تفصیل خود حضرت کی زبانی لطف دے گی۔

فرماتے تھے کہ'' اہل علم کے لئے یہ بات بہت ہی ناپسندیدہ ہے کہ وہ امراء سے

خلط کریں اس لیے کہ غرباء کو جو مصلح سے نفع ہوتا ہے امراء سے وہ بھی ضائع ہو جاتا ہے اس طرح قلوب پر مصلح کا وہ اثر نہیں رہتا مجھ کو حیدرآباد دکن میں ایک دوست نے مدعو کیا دیوبند کے بعض احباب خاص اہل علم نے مشورہ دیا کہ وہاں نواب صاحب سے ملاقات ضروری ہے میں نے کسی کو کوئی جواب نہ دیا... وہاں پہنچ کر سات ہی روز گزرے تھے کہ فلاں نواز جنگ کا ایک پرچہ آیا جس میں لکھا تھا کہ عرصہ سے مجھ کو زیارت کا اشتیاق تھا مگر بدقسمتی سے تھانہ بھون کی حاضری نہ ہوئی... برائے زیارت حاضر ہونا چاہتا ہوں فلاں فلاں وقت اپنے فرائض منصبی سے فرصت ملتی ہے..."

یہ فلاں نواز جنگ صاحب اس وقت نواب کی ناک کے بال اور ارکان سلطنت میں سے تھے آپ نے انہیں لکھا:..."بے حد مسرت ہوئی کہ آپ کے دل میں دین اور اہل دین کی نسبت وعظمت ہے مگر نیچے کی سطر پڑھ کر افسوس کی بھی کوئی حد نہ رہی کہ اس میں فہم سے کام نہ لیا گیا جس کے ملنے کو زیارت سے تعبیر کیا گیا اس کو تو اپنے اوقات فرصت بتلا کر پابند کیا گیا اور خود آزاد رہے یہ کون سی فہم وتہذیب کی بات ہے"...

اس پر نواز جنگ صاحب نے اپنی بدفہمی کی معافی مانگی اور لکھا کہ حضرت والا ہی اپنی ملاقات کے اوقات تحریر فرما دیں حضرت نے اس پر ایک اور سبق دے دیا کہ:...

"اب بھی پورے فہم سے کام نہیں لیا گیا... مردہ بدست زندہ کی طرح مہمان میزبان کے ہاتھ میں ہوتا ہے... اس لئے سفر میں اوقات کا ضبط ہونا غیر ضروری ہے... آپ ساتھ رہیں جس وقت مجھ کو فارغ دیکھیں ملاقات کر لیں..."

اس پر انہوں نے لکھا کہ بدفہمی پر بدفہمی ہوتی چلی جا رہی ہے... میں نہ اب اپنے اوقات کو ظاہر کرتا ہوں نہ حضرت سے معلوم کرتا ہوں... جس وقت فرصت ہو گی حاضر خدمت ہو کر زیارت سے مشرف ہو جاؤں گا اگر فرصت نہ ہوئی تو لوٹ آؤں گا جب حضرت نے دیکھا کہ سبق کارگر ہوا ہے تو پھر انہیں دلجوئی کے طور پر لکھا:

"اب پورے فہم سے کام لیا گیا ہے جس سے اس قدر مسرت ہوئی کہ پہلے آپ کا میری زیارت کو جی چاہ رہا تھا اب میرا آپ کی زیارت کو جی چاہنے لگا اگر فرصت ہو تو آپ تشریف لے آئیں ورنہ مجھ کو اجازت فرمائیے میں خود حاضر ہو جاؤں گا"

اس افہام وتفہیم کی غرض آپ نے مجلس میں یہ بیان فرمائی کہ:

''میرا طرزِ عمل اس لئے تھا کہ یہ دنیا کے جس قدر بڑے لوگ ہیں اہل دین کو بے وقوف سمجھتے ہیں ان کو یہ دکھلانا تھا کہ اہل علم ودین کی یہ شان ہے کہ پہلے تو تذلیل سے بچنا مقصود تھا مگر جب وہ اپنی کوتاہی تسلیم کر چکے تو اب کھنچنا تکبر تھا اللہ کا شکر ہے کہ دونوں سے محفوظ رکھا''...

غرضیکہ وہ صاحب خود آئے اہل مجلس میں بعضوں نے دور سے دیکھ کر کہا کہ فلاں صاحب آ رہے ہیں... حضرت ڈاک لکھ رہے تھے برابر لکھتے رہے. جس وقت انہوں نے پہنچ کر السلام علیکم کہا تب حضرت مخاطب ہوئے فرماتے ہیں کہ:...

''میں نے سلام کا جواب دیا اور کھڑے ہو کر مصافحہ کیا... بیچارے بہت ہی مہذب تھے ...دوزانو ہو کر سامنے بیٹھ گئے میں نے اپنے برابر جگہ دے کر کہا بھی کہ اس طرف آ جایئے اس پر کہا کہ مجھ کو یہیں آرام ملے گا... کچھ دیر بعد میرے سوال پر نواب صاحب کی بیدار مغزی اور انتظام سلطنت کے واقعات بیان کرتے رہے... اس کے بعد کہا کہ اگر نواب صاحب سے ملاقات ہو جائے تو بہت مناسب ہے...

میں نے پوچھا کہ یہ خواہش آپ کی ہے یا نواب صاحب کی کچھ سکوت کے بعد کہا میری خواہش ہے میں نے سوال کیا کہ جس وقت آپ نے ملاقات کے مناسب ونا مناسب ہونے پر غور فرمایا ہوگا... اس پر بھی ضرور غور فرمایا ہوگا کہ ملاقات سے نفع کس کا ہے؟

کہا نواب صاحب کا میں نے کہا کہ نفع نواب صاحب کا اور ملاقات کی ترغیب مجھ کو دی جا رہی ہے... طالب کو مطلوب اور مطلوب کو طالب بنایا جا رہا ہے اس پر کوئی جواب نہ دیا ...اب میں خود اس کے متعلق عرض کرتا ہوں کہ اس صورت میں کہ میں خود ملاقات کو جاؤں مضرت ہی مضرت ہے نفع کچھ نہیں... اگر ملاقات کو گیا تو وہ مطلوب اور میں طالب ہوں گا تو اس صورت میں ان کو مجھ سے کوئی نفع نہ ہوگا... ہاں ان سے مجھ کو نفع ہو سکتا ہے... اس لئے کہ جو چیز ان کے پاس ہے وہ مجھے ملے گی یعنی دنیا... وہ بقدر ضرورت بحمد اللہ میرے پاس بھی ہے اور جو میرے پاس ہے وہ بقدر ضرورت بھی ان کے پاس نہیں یعنی دین اور اگر میں گیا بھی اور جو ان کے پاس ہے (یعنی دنیا منصب وظیفہ وغیرہ) وہ مل بھی گئی تو اس صورت میں ایک خاص ضرر بھی ہے اگر قبول کرتا ہوں تو اپنے مسلک کے خلاف اگر قبول نہیں کرتا تو

آداب شاہی کے خلاف کیونکہ قبول نہ کرنے میں ان کی سبکی اور اہانت ہوگی اور چونکہ میں اس وقت ان کے حدود میں ہوں اس کی پاداش میں (خراج وغیرہ) جو چاہیں میرے لئے تجویز کر سکتے ہیں تو نواب صاحب کو کوئی نفع نہ ہوگا اور میرا نقصان ہوگا...

یہ امر بھی شان سلاطین کے خلاف ہے کہ وہ اپنی رعایا کے مدعو کئے ہوئے شخص سے ملاقات کریں اس میں کم فہم لوگ ان کو تنگدلی کی طرف منسوب کریں گے جس میں ان کی اہانت ہے کہ کیا خود نہیں مدعو کر سکتے تھے خلاصہ یہ کہ خیر اس میں ہے کہ نہ میں ان کے پاس جاؤں اور نہ وہ میرے پاس آئیں اگر ان کا جی چاہے تو تھانہ سے مجھ کو بلالیں میں خاص شرائط طے کر کے آجاؤں گا کچھ عذر نہ ہوگا"...

یہ سن کر نواب جنگ کی آنکھیں کھل گئیں اور کہا کہ: "ان چیزوں پر تو ہم لوگوں کی نظر بھی نہیں پہنچ سکتی" اسی لئے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ: "امراء سے علماء کا خلط کرنا (ملنا جلنا) اس میں امراء کا کوئی (معتد بہ) نفع نہیں بلکہ اہل علم اور غرباء کے دین کا نقصان ہوتا ہے اس لئے میں اسکو ناپسند کرتا ہوں" (حکیم الامت کے حیرت انگیز واقعات)

## مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا توکل واستغناء

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ اپنے خطبات میں فرماتے ہیں...

میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب پاکستان تشریف لائے تو اس وقت حکومت نے دستور ساز اسمبلی کے ساتھ ایک "تعلیمات اسلامی بورڈ" بنایا تھا.... حضرت والد صاحب کو بھی اس کا ممبر بنایا گیا.... یہ بورڈ حکومت ہی کا ایک شعبہ تھا.... ایک مرتبہ حکومت نے کوئی کام گڑبڑ کر دیا تو حضرت والد صاحب نے اخبار میں حکومت کے خلاف بیان دے دیا کہ حکومت نے یہ کام غلط کیا ہے....

بعد میں حکومت کے کچھ لوگوں سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے والد صاحب سے کہا کہ حضرت! آپ تو حکومت کا حصہ ہیں آپ نے حکومت کے خلاف یہ بیان دیدیا؟ حالانکہ آپ "تعلیمات اسلامی بورڈ" کے رکن ہیں اور یہ بورڈ "دستور ساز اسمبلی" کا حصہ ہے.... حکومت کے خلاف آپ کا یہ بیان دینا مناسب بات نہیں ہے.... جواب میں حضرت والد صاحب نے

فرمایا کہ میں نے یہ رکنیت کسی اور مقصد کے لیے قبول نہیں کی تھی' صرف دین کی خاطر قبول کی تھی اور دین کے ایک خادم کی حیثیت سے یہ میرا فرض ہے کہ جو بات میں حق سمجھوں وہ کہہ دوں' چاہے وہ بات حکومت کے موافق پڑے یا مخالف پڑے میں اس کا مکلف نہیں....

بس اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو بات حق ہے وہ واضح کروں' رہا رکنیت کا مسئلہ' یہ رکنیت کا معاملہ میری ملازمت نہیں ہے' آپ حکومت کے خلاف بات کہتے ہوئے ڈریں کیونکہ آپ حکومت کے ایک ملازم افسر ہیں' آپ کی تنخواہ دو ہزار روپے ہے' اگر یہ ملازمت چھوٹ گئی تو پھر آپ نے زندگی گزارنے کا جو نظام بنا رکھا ہے وہ نہیں چل سکے گا....

میرا یہ حال ہے کہ جس دن میں نے رکنیت قبول کی تھی اسی دن استعفیٰ لکھ کر جیب میں ڈال لیا تھا کہ جب بھی موقع آئے گا پیش کر دوں گا.... جہاں تک ملازمت کا معاملہ ہے تو مجھ میں اور آپ میں یہ فرق ہے کہ میرا سر سے پاؤں تک زندگی کا جو خرچہ ہے وہ دو روپے سے زیادہ نہیں ہے اس لیے اللہ کے فضل و کرم سے میں اس تنخواہ اور اس الاؤنس کا محتاج نہیں ہوں یہ دو روپے کا خرچہ پورا کرلوں گا اور آپ نے اپنی زندگی کو ایسا بنایا ہے کہ دو سو روپے سے کم میں آپ کا سوٹ نہیں بنتا.... اس وجہ سے آپ حکومت سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ملازمت نہ چھوٹ جائے' مجھے الحمدللہ اس کا کوئی ڈر نہیں ہے... (ارشادات اکابر)

## حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کا کمال توکل

ایک شخص حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کے پاس بہت بڑی رقم لے کر آیا اور بولا: حضرت! میں یہ رقم آپ کے مدرسے کیلئے لایا ہوں..... مولانا نے جواب میں کہا... ہمارے مدرسے کا ایک سال کا خرچ پورا ہو چکا ہے... اس لیے آپ یہ رقم لے جائیں اور کسی ایسے مدرسے میں دے دیں جو ہم سے زیادہ اس رقم کا حق دار ہے...... اس نے پھر کہا: ... حضرت! میں یہ آپ کے مدرسے کیلئے لایا ہوں...... انہوں نے پھر وہی جواب دیا... وہ پھر بھی اصرار کرتا رہا لیکن مولانا صاحب نہ مانے... آخر وہ اٹھ کھڑا ہوا اور جاتے ہوئے بولا:

حضرت! آپ کو اتنی زیادہ رقم دینے والا کوئی نہیں ملے گا...... اس پر انہوں نے جواب دیا:... اور تمہیں بھی اتنی بڑی رقم ٹھکرانے والا کوئی نہیں ملے گا... (مختصر پر اثر ص ۹۵)

باب 6

# غیر مقبول لوگوں کے
# چند عبرتناک واقعات

# سب کچھ اللہ کے اختیار میں ہے

۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ کی صبح صادق اور صبح کی اذان ہوئی تو سب لوگ وضو کر کے مسلح ہو کر حاضر ہوئے، امیر المؤمنین سید احمد شہید رحمہ اللہ نے نماز پڑھائی۔

بعد از نماز لوگ ایک جگہ جمع ہو گئے۔

میاں خدا بخش صاحب رامپوری کہتے ہیں کہ ضلع اجوری کا ایک شخص پنجتار سے حضرت کے لشکر میں شریک ہوا تھا۔

اس کا نام معلوم نہیں۔ مگر راجہ کر کے مشہور تھا۔ جب اس نے شیر سنگھ کا لشکر دیکھا کہ سامنے پڑا ہے۔ خدا معلوم اس کے دل میں کیا آیا کہ یکبارگی اپنے ہتھیار لے کر لشکر مجاہدین سے نکل کر شیر سنگھ کے لشکر میں چلا گیا اور ان میں شریک ہو گیا۔

تقدیر الٰہی سے اس کے جانے کے بعد شیر سنگھ کے لشکر کا ایک سکھ حضرت کے پاس آ کر مسلمان ہوا اور غازیوں میں شریک ہوا۔

حضرت نے اس کا نام عبداللہ رکھا۔ جس دن بالاکوٹ میں لڑائی شروع ہوئی اور سکھوں نے غازیوں پر یورش کی، تب وہ جو راجہ کر کے مشہور تھا، ہتھیار باندھے سب سکھوں کے آگے تھا۔ ادھر کی گولی اس کے لگی اور وہ وہیں مردار ہوا۔ اس کے بعد سکھوں کی طرف سے ایک گولی اس سکھ نو مسلم کے لگی اور وہ اسی جگہ شہید ہو گیا۔ (تاریخ دعوات وعزیمت)

## مقبولین کو ستانے کا انجام

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کے نواسے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب دہلوی مہاجر مکی رحمہ اللہ کا واقعہ ہے کہ ایک بار آپ بازار میں کچھ خریدنے

تشریف لے گئے کوئی چیز خریدی اور تھیلی میں سے دام نکال کر دوکاندار کو دیئے ایک بدوی نے دیکھا اور جب آپ چلے آپ کے پیچھے ہولیا جب آپ اپنے مکان کے قریب گلی میں پہنچے وہ بدوی آپ کے ہاتھ سے تھیلی اچک اور وہ جا یہ جا۔

آپ نے اس کا کوئی تعاقب نہیں کیا اپنے گھر میں داخل ہو کر زنجیر لگا لی اب بدوی جو گلی سے نکلنا چاہتا ہے تو رستہ نہیں ملتا لوٹ پھر کر پھر وہاں ہی پہنچ جاتا ہے جہاں سے چلا تھا بہت پریشان ہوا آخر سمجھا کہ یہ شیخ کا مال لینے کے سبب سے ہے دروازہ پر آ کر پکارا یا شیخ! یا شیخ! اب شیخ بولتے نہیں پھر اس نے گلی سے نکلنا چاہا مگر راستہ بند پھر شیخ کو پکارا جواب ندارد آخر اس نے غل مچانا شروع کیا کہ لوگو دوڑو مجھ کو مار دیا محلہ کے لوگ آئے اور پوچھا بدوی نے کہا اس گھر میں کون رہتا ہے اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے لوگوں نے اس کو ڈانٹا کہ اس میں تو ایک بڑے بزرگ رہتے ہیں اس نے کہا کہ انہیں باہر بلاؤ تب میں بتلاؤں گا لوگوں نے منت سماجت کر کے حضرت کو بلایا حضرت تشریف لائے بدوی نے کہا انہوں نے مجھ پر یہ ظلم کیا ہے کہ:۔۔۔۔

''میں نے ان کی تھیلی چھینی تھی اب مجھ کو راستہ نہیں ملتا اب میں تھیلی واپس کرنا چاہتا ہوں تو یہ بولتے نہیں ان سے کہو کہ اپنی تھیلی لے لیں اور میری جان چھوڑیں''

لوگوں نے حضرت سے عرض کیا کہ تھیلی لے لیجئے آپ نے فرمایا:۔۔۔۔

''میں تھیلی لے نہیں سکتا جب اس نے تھیلی چھینی تھی اسی وقت مجھ کو یہ خیال ہوا کہ افسوس یہ شخص اس غضب سے دوزخ میں جاویگا میری طبیعت نے اس کو گوارہ نہ کیا کہ میرے سبب سے میرا ایک بھائی مسلمان دوزخ میں جاوے اس لئے میں نے یہ اس کو ہبہ کر دیا تھا اب ہبہ سے رجوع نہیں کرتا''۔۔۔

ف: حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ اس واقعہ کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ:۔۔۔۔

شیخ پر غلبہ حال تھا کہ صورت ہبہ کو ہبہ سمجھے اور صورت رجوع کو رجوع سمجھے۔۔۔ ورنہ ہبہ بدون قبول موہوب لہ۔۔۔۔ کے تام نہیں اور قبول بھی مجلس ہبہ میں شرط ہے۔۔۔

اور یہاں دونوں باتیں مفقود تھیں۔۔۔ اس لئے یہ ہبہ شرعاً تام نہیں ہوا تو اس سے رجوع کرنا بھی رجوع عن الہبہ نہ تھا۔۔۔ مگر ان حضرات کو درجہ احتیاط میں صورت رجوع سے بھی وہی نفرت تھی۔۔۔ جو عین رجوع میں ہوتی ہے۔۔۔۔

## اُستاذ کی شان میں گستاخی کرنے سے علم سلب ہوجاتا ہے

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مقبولان الٰہی یا اپنے محسن کی شان میں جو گستاخ ہوتا ہے اس کی عقل مسخ ہوجاتی ہے..

مولوی اسحٰق صاحب کے ایک شاگرد طالب علم ان کی شان میں گستاخ تھے..ایک شخص نے کہا کہ تم شاگرد ہو وہ تو تمہارے محسن ہیں تمہیں ایسا نہ کرنا چاہئے..اس نے جواب دیا کہ محسن تو جب ہیں جب مجھے ان کا پڑھایا ہوا کچھ یاد رہا ہو..مجھے کچھ یاد نہیں پھر حضرت والا نے فرمایا کہ ادھر اس نے گستاخی کی ادھر سلب ہونا شروع ہوگیا..(حسن العزیز)

## بے اَدبی و گستاخی کا انجام

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مولانا عبداللہ صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قبر کھود کر دیکھ لے کہ گستاخ کا منہ قبلہ سے پھرا ہوا ہوگا..اس پر مولوی ابوالحسن صاحب نے عرض کیا کہ میں نے حضرت گنگوہیؒ سے یہ بات خود سنی ہے۔ حضرت کے یہ لفظ تھے کہ جو کوئی ائمہ پر طعن کرتا ہے اس کا منہ قبر میں قبلہ سے پھر جاتا ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ منہ قبلہ سے پھر گیا..(حسن العزیز)

## بے ادبی پر قابلیت کام نہ آئی

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ، حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں (1943ء میں دارالعلوم ندوہ کے طلباء نے تعلیمی بائیکاٹ کیا اس تعلیمی بائیکاٹ) کی قیادت ہمارے بعض عزیز شاگرد کر رہے تھے..جو دارالعلوم کے بہترین طالب علم تھے اور ان سے ہم نے اور دارالعلوم نے بڑی بڑی توقعات قائم کی تھیں، ان میں سے سب سے زیادہ نمایاں میرے عزیز ترین شاگرد علی احمد کیانی تھے

میں نے اپنے دس سال کے تدریسی دور میں اور اس کے بعد بھی جب میں نے بحیثیت نائب معتمد کے کام کیا اس نوجوان سے زیادہ ذہین، ذی استعداد اور سلیم الطبع

طالب علم نہیں دیکھا..وہ چوتھے، پانچویں درجہ میں پہنچ کر برجستہ عربی میں تقریر کرنے لگے، حافظہ اس بلا کا تھا کہ ہزاروں شعر اقبال واکبر اور ظفر علی خاں کے نوک زبان پر تھے، میرے بعض عربی مقالات کا ترجمہ بھی کیا تھا، وہ تعلیمی بائیکاٹ کے بعد کراچی گئے تو اپنی نوعمری کے باوجود کراچی کی علمی مجلسوں میں علامہ کیانی کے نام سے مشہور ہوئے..

جیسا کہ طلباء کے ہنگاموں میں ہوا کرتا ہے وہ طوعاً وکرہاً طلباء کے نمائندہ اور اسٹرائیک کے قائد بن گئے، انکے سب اساتذہ کو اور بالخصوص مجھے انکے اس ہنگامہ میں نہ صرف شریک ہونے بلکہ قائد بننے سے سخت قلق تھا، زیادہ تر اس وجہ سے کہ اس اسٹرائیک کی زد سید (سلیمان ندوی) صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت اور ان کی معتمد پر پڑتی تھی..سید صاحب رحمہ اللہ کے دل کو بھی اس ہنگامے سے بڑی چوٹ لگی، انکے دل میں ندوہ کی خدمت اور طلباء کی تربیت کی بڑی بڑی امنگیں تھیں، انکو اس سے اپنی تمناؤں کا خون اور اپنی کوششوں کی ناکامی کا منظر نظر آیا اور بہت دل شکستہ اور افسردہ ہوگئے، انہی دنوں میں علی احمد کیانی پر جنون کا دورہ پڑا اور حالت یہاں تک پہنچی کہ انکو گھر والوں نے رسیوں سے باندھ دیا..انکے بھائی میرے برادر معظم ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب مرحوم کو انکو دکھانے کیلئے گھر لے گئے، میں بھی خصوصی تعلق کی بنیاد پر ساتھ ہوگیا، انکو جب رسیوں سے بندھا ہوا دیکھا تو آنکھ میں آنسو آگئے کہ نوجوان جو اپنی ذکاوت اور صحیح الدماغی میں اپنے ساتھیوں کیلئے بھی قابل رشک تھا اس حالت میں ہے..سید صاحب اس زمانہ میں اتنے دل برداشتہ تھے کہ دارالعلوم میں قیام بھی نہیں فرمایا، ہمارے ہی گھر میں مقیم تھے، میں نے ایک مرتبہ تنہائی میں موقع پا کر عرض کیا کہ میرا خیال ہے کہ علی احمد کی زبان سے آپکی شان میں کوئی الفاظ نکل گئے، اس طوفان بدتمیزی میں کچھ بعید نہیں کہ ان پر جذباتیت غالب آئی ہو اور ناگفتنی کا ارتکاب کیا ہو..

حدیث شریف میں آتا ہے..''جس نے میرے ولی کو اذیت پہنچائی، تو اس کے ساتھ میرا (اللہ جل شانہ) کا اعلان جنگ ہے'' اور آپ تو ان کے محسن اور مربی بھی تھے، سید صاحب نے اس کے جواب میں تواضع اور فروتنی کے الفاظ فرمائے اور کہا کہ میں کیا چیز ہوں میں نے دوبارہ عرض کیا اور دعا کی درخواست کی۔

سید صاحب نے اس پر سکوت فرمایا، دوسرے یا تیسرے دن مجھ سے فرمایا کہ مولوی علی صاحب! میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کر دی، اب اس واقعہ کو سید صاحب کی کرامت سمجھا جائے یا اس کو کسی اور بات پر محمول کیا جائے کہ عزیز موصوف بالکل نوعمری میں 1950ء میں پاگل ہو گیا. اللہ تعالیٰ ہمیں بے ادبی سے محفوظ فرمائیں آمین۔

## گستاخی نے قبولیت سے محروم کر دیا

مولانا عبدالواحد صاحب دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے.. ان کا ایک درسی ساتھی تھا' وہ ان کے ساتھ دارالعلوم دیوبند ہی میں پڑھتا تھا.. موقوف علیہ کا درجہ تھا اور ھدایہ رابع کا سبق ہو رہا تھا تو اس طالب علم نے کسی مسئلہ پر استاذ سے اعتراض کیا.. غالباً استاذ اس وقت تشفی بخش جواب نہ دے سکے تو اس نے ھدایہ ہاتھ میں لے کر استاذ کی طرف پھینک کر ماری اور بولا "ایسی تدریس کا کیا فائدہ؟ یا ایسی ھدایہ میں بھی پڑھا سکتا ہوں اور اس سے اچھی میں حل کر سکتا ہوں".. یا اسی طرح کے کچھ الفاظ کہے اور طلبہ کے مجمع کے سامنے گویا اس نے استاذ کی بے عزتی کر دی.. استاذ کچھ نہ بولے' بالکل خاموش رہے..

اس طالب علم نے پڑھائی چھوڑ دی اور غائب ہو گیا.. مولانا عبدالواحد صاحب فرماتے ہیں کہ ایک طویل عرصہ کے بعد میں شہر کے اندر کہیں سے گذر رہا تھا' اچانک میری نگاہوں کے آگے ایک بوڑھا شخص آ رہا ہے' جس نے اپنے گلے میں بیلٹ کے ذریعہ ایک چوکور لکڑی کا ڈبہ لٹکا رکھا ہے.. اس میں پان سگریٹ وغیرہ رکھا ہوا ہے اور گلیوں سڑکوں میں اس طرح گھومتا پھرتا پان' بیڑی' سگریٹ فروخت کر رہا ہے.. میں نے جب اس کو غور سے دیکھا تو پہچان لیا کہ یہ تو وہی میرا درسی ساتھی تھا' جس نے ھدایہ شریف کی اور استاذ کی بیک وقت بے حرمتی کی تھی.. شکل بگڑی ہوئی' چہرے پر ڈاڑھی ندارد.. میں نے اسے روکا اور اس کا نام لیا' تو وہ جھجکا اور کچھ دیر کے لیے وہ رُکا' مجھے پہچاننے کی کوشش کرنے لگا تو میں نے اپنا نام بتا دیا اور وہ پہچان گیا.. پھر میں نے اس کی حالت کے بارے میں پوچھا اور اس کو کتاب و استاذ کی بے حرمتی والا واقعہ بھی یاد دلایا تو اس نے گردن نیچی کر لی اور افسوس کرتے ہوئے

کہنے لگا'' آج جو میری حالت ناگفتہ بہ نظر آرہی ہے' یہ سب اسی واقعہ کی وجہ سے تو ہے''.. پھر وہ بھی آگے چلتا بنا اور میں اپنی منزل کی طرف چل پڑا..(طلبا کیلئے مثالی تحفہ)

# گناہ غیر مقبول بنا دیتا ہے

مصر میں ایک مؤذن تھا..... اس نے مسجد کے منارہ سے ایک عورت کو دیکھا..... بدبختی سے وہ اس عورت پر عاشق ہو گیا..... بے چین ہو کر اس عورت کے پاس گناہ کی نیت سے گیا مگر اس عورت نے اسے قبول نہ کیا اور ناکام و نامراد اس سے واپس کر دیا..... مؤذن نے اس سے واپسی پر یہ کہا کہ پھر میرے ساتھ نکاح کر لو کہ اب تو تمہارے بغیر مجھے کوئی چین نہیں آتا..... وہ کہنے لگی کہ تم مسلمان ہو اور میں عیسائی اس لیے میرے والد تم سے نکاح کرنے پر ہرگز راضی نہیں ہوں گے..... وہ مؤذن بولا! کہ میں عیسائیت کو تمہاری خاطر اختیار کرتا ہوں..... وہ عورت کہنے لگی کہ پھر اس صورت میں تمہاری بات والد صاحب مان ہی لیں گے..... چنانچہ وہ مؤذن اس عورت کی خاطر عیسائی بن گیا..... اس عورت کے گھر والوں نے مؤذن سے وعدہ کر لیا کہ وہ اب لڑکی کو تمہارے نکاح میں دیدیں گے..... خدا تعالیٰ کی شان دیکھیں' اسی دن کی بات ہے کہ وہ کسی کام سے چھت پر چڑھا تو بدبختی سے اس کا پاؤں پھسل گیا اور نیچے گر کر مر گیا' ہاتھ سے دین بھی گیا اور لڑکی بھی نہ ملی..... (الزواجر)

# مقبولین کی اہانت پر خدائی سزا

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں...

''اس سلسلہ میں مجھ تک جو واقعہ پہنچا ہے وہ عرض کرتا ہوں، مجھ سے حکیم بنیاد علی صاحب مرحوم ساکن لاوڑ ضلع میرٹھ نے بیان کیا اور انہوں نے یہ واقعہ حضرت مولانا عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن پھلاودہ ضلع میرٹھ سے سنا جو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مخصوص تلامذہ میں ایک زبردست عالم تھے...

حضرت مولانا عبدالغنی صاحب نے فرمایا کہ جب حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ مباحثہ شاہجہان پور کے لئے روانہ ہوئے تو شاہجہان پور کے قریب کسی گاؤں

کے چند غریب سنیوں نے (جو مقامی رافضیوں کے اثرات میں دبے ہوئے بے بس تھے... کیونکہ زمینداره روافض ہی کا تھا) حضرت کو لکھا کہ جاتے یا آتے حضرت والا اس گاؤں کو اپنے قدوم سے عزت بخشیں اور ہمیں کچھ پند و نصیحت فرمادیں... تاکہ ہمارے لئے اصلاح وفلاح اور تقویت کا باعث ہو...

حضرت والا نے بخوشدلی ان کی دعوت منظور فرمائی... جیسا کہ غرباء کی دعوت و پیشکش بطوع و رغبت قبول فرمانے کی عادت تھی... اور جاتے یا آتے ہوئے اس گاؤں میں اترتے... روافض میں اس سے کھلبلی مچی... فکر یہ تھا کہ ایسا نہ ہو کہ ان کے وعظ کا اثر روافض پر ہو جائے اور شیعہ دباؤ کی تنظیم ٹوٹ جائے تو انہوں نے متوقع اثرات کی کاٹ کے لئے لکھنؤ سے چار روافض مجتہد تاریخ مقررہ پر بلائے اور پروگرام یہ طے پایا کہ مجلس وعظ میں چاروں کونوں پر یہ چاروں مجتہد بیٹھ جائیں اور چالیس اعتراضات منتخب کر کے دس دس اعتراض چاروں پر بانٹ دیے گئے کہ اثنائے وعظ میں اس طرح کئے جائیں کہ اول فلاں سمت کا مجتہد دس اعتراض کرے اس سے حضرت نمٹیں تو دوسرے کونہ کا اور پھر اسی طرح تیسرے اور چوتھے کونہ کا... اور اس طرح وعظ نہ ہونے دیا جائے... ان ہی اعتراض وجواب میں مبتلا کر کے وقت ختم کر دیا جائے...

اب غیبی مدد اور حضرت والا کی کرامت کا حال سنئے کہ حضرت نے وعظ شروع فرمایا... جس میں گاؤں کی تمام روافض برادری بھی جمع تھی اور وہ وعظ اسی ترتیب سے اعتراضوں کے جواب پر مشتمل شروع ہوا جس ترتیب سے اعتراضات لے کر مجتہدین بیٹھے تھے... گویا ترتیب کے مطابق جب کوئی مجتہد اعتراض کرنے کے لئے گردن اٹھاتا تو حضرت اسی اعتراض کو خود نقل کر کے جواب دینا شروع فرماتے... یہاں تک کہ وعظ پورے سکون کے ساتھ پورا ہو گیا اور روافض کے ان مقررہ شبہات کے مکمل حل سے گاؤں کے روافض اس قدر مطمئن ہوئے کہ اکثریت نے توبہ کر لی اور سنی ہو گئے...

مجتہدین اور مقامی روافض چوہدریوں کو اس میں اپنی انتہائی سبکی اور خفت محسوس ہوئی تو انہوں نے حرکت مذبوحی کے طور پر اس شرمندگی کو مٹانے اور حضرت والا کے اثرات کا ازالہ کرنے کے لئے یہ تدبیر کی کہ ایک نوجوان لڑکے کا فرضی جنازہ بنایا اور حضرت سے آ کر عرض

کیا کہ حضرت نماز جنازہ آپ پڑھادیں... پروگرام یہ تھا کہ جب حضرت دو تکبیریں کہہ لیں تو صاحب جنازہ اک دم اٹھ کھڑا ہو، اور اس پر حضرت کے ساتھ استہزاء و تمسخر کیا جائے...

حضرت والا نے معذرت فرمائی کہ آپ لوگ روافض ہیں اور میں سنی... اصول نماز الگ الگ ہیں... آپ کے جنازہ کی نماز مجھ سے پڑھوانے میں جائز کب ہوگی؟

روافض نے کہا کہ حضرت بزرگ ہر قوم کا بزرگ ہی ہوتا ہے آپ تو نماز پڑھا ہی دیں... حضرت نے ان کے اصرار پر منظور فرمالیا... اور جنازہ پر پہنچ گئے... مجمع تھا...

حضرت ایک طرف کھڑے ہوئے تھے کہ چہرہ پر غصہ کے آثار دیکھے گئے۔ آنکھیں سرخ تھیں اور انقباض چہرہ سے ظاہر تھا... نماز کے لئے عرض کیا گیا تو آگے بڑھے اور نماز شروع کی۔ دو تکبیریں کہنے پر جب طے شدہ کے مطابق جنازہ میں حرکت نہ ہوئی تو پیچھے سے کسی نے "ہونھ" کے ساتھ صاحب جنازہ کو اٹھ کھڑے ہونے کی سسکاردی۔ مگر وہ نہ اٹھا۔ حضرت نے تکبیرات اربعہ پوری کر کے اسی غصے کے لہجہ میں فرمایا کہ "اب یہ قیامت کی صبح سے پہلے نہیں اٹھ سکتا۔"

دیکھا گیا تو مردہ تھا... روافض میں رونا پیٹنا پڑ گیا، اور بجائے حضرت والا کی سبکی کے خود ان کی سبکی اور سبکی ہی نہیں سب کی موت آ گئی... اس کرامت کو دیکھ کر باقی ماندہ روافض میں سے بھی بہت سے تائب ہو کر سنی ہو گئے..." (جواہر پارے)

## کفار سے محبت پر غیر مقبولیت

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے ایک خادم تھے۔ ان کا بھائی قریب الموت تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے پوری قوت کے ساتھ توجہ ڈالی مگر اثرات ظاہر نہیں ہوئے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے کہ کیا بات ہے ان پر اثرات کیوں نہیں ہوئے؟ الہام ہوا کہ یہ شخص کفار سے محبت رکھتا ہے اگر گناہگار ہوتا تو ہم تمہاری توجہ کی وجہ سے اس پر مہربانی فرما دیتے مگر کفار کی محبت کی نحوست کو تو جہنم کی آگ ہی دور کرے گی۔ (رہے سلامت تمہاری نسبت)

# بے ادبی کی سزا

علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ نے ایک جگہ پر واقعہ لکھا ہے کہ کسی جگہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تشریف فرما تھے۔ آپ ذرا آرام حاصل کرنے کیلئے ٹانگیں پھیلا کر بیٹھ گئے۔ ان کے سامنے ایک درویش بیٹھا تھا۔ اس نے بھی ٹانگیں پھیلا لیں یوں کہ ٹانگیں شیخ کی طرف تھیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کچھ دیر اس درویش کی طرف دیکھتے رہے اور پھر اپنی ٹانگیں سمیٹ لیں۔ اس فقیر نے بھی اپنی ٹانگیں پیچھے سمیٹنا چاہیں لیکن وہ ان کو پھر نہ ہٹا سکا اس کی ٹانگیں وہیں مفلوج ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مشائخ کی بے ادبی سے محفوظ فرمائے آمین۔ (رہے سلامت تمہاری نسبت)

---

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آج مورخہ ۱۵ ربیع الاوّل ۱۴۳۹ھ بمطابق ۴ دسمبر ۲۰۱۷ء بروز سوموار کو کتاب ہذا کی ترتیب و تالیف سے فراغت ہوئی۔

اللہ تعالیٰ اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازیں اور ہم سب کو اپنی بارگاہ میں عام و تام قبولیت سے نوازیں اور ہماری کوتاہیوں، بے ادبیوں اور گناہوں کی وجہ سے اپنی بارگاہ کی قبولیت و مقبولیت سے محروم نہ فرمائیں آمین یا رب العالمین۔

**والسلام**

**محمد اسحٰق غفرلہ** (مرتب کتاب ہذا)

بحمد اللہ